قومی نصاب ۲۳-۲۰۲۲ء کے مطابق

مطالعۂ پاکستان

برائے جماعت نہم

سپلیمنٹری ریڈنگ میٹریل

قومی نصاب کونسل

وفاقی وزارتِ تعلیم و پیشہ وارانہ تربیت حکومتِ پاکستان

نیشنل بک فاؤنڈیشن

بطور

وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد

©2024ء نیشنل بک فاؤنڈیشن بطور وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد
جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ یہ کتاب یا اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی شکل میں
نیشنل بک فاؤنڈیشن کی باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جاسکتا۔

سپلیمنٹری ریڈنگ میٹریل: مطالعہ پاکستان

برائے جماعت نہم

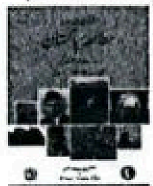

مصنفین
ڈاکٹر کامران نسیم، شمسہ متقی، خدیجہ سلیم، حفصہ اختر

مترجم
تابندہ ملک، عنبر کاشف

انتظامیہ
نیشنل بک فاؤنڈیشن

اشاعت اول۔ طباعت اول: اپریل 2024ء | صفحات: 156 | تعداد: 93000

TEST EDITION

قیمت: -/285

کوڈ: STU-496، آئی ایس بی این: 978-969-37-1592-7

طابع: ایچ ڈبلیو پی پرنٹنگ پریس، لاہور

نوٹ: اس کتاب میں موجود تمام تصاویر، پینٹنگز اور خاکے عوامی مفاد میں تعلیمی اور تشہیری مقاصد کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔

نیشنل بک فاؤنڈیشن کی دیگر مطبوعات کے بارے میں معلومات کے لیے رابطہ کیجیے
ویب سائٹ: www.nbf.org.pk یا فون: 051-9261125
یا ای میل: books@nbf.org.pk
اور اس درسی کتاب کے بارے میں اپنی رائے دینے کے لیے ہمیں ای میل کیجیے
nbftextbooks@gmail.com, textbooks@snc.gov.pk

پیش لفظ

یہ درسی کتاب نیشنل بک فاؤنڈیشن نے پاکستان کے قومی نصاب 23-2022 کے مطابق تیار کی ہے۔ اس کتاب کا مقصد سیکھنے والوں میں منطقی سوچ پیدا کرنے کے ذریعے سیکھنے کی صلاحیتوں کو بڑھانا ہے، اور پچھلے درجات سے سیکھنے کی بنیاد کو منظم طریقے سے استوار کرتے ہوئے اعلیٰ ترتیب والی سوچ کے عمل کو فروغ دینا ہے۔ موجودہ نصابی کتاب کا ایک اہم زور متعارف کرائے گئے تصورات اور طریقوں سے حقیقی زندگی میں ربط پیدا کرنا ہے۔ یہ نقطہ نظر طلباء کو روزمرہ کی زندگی کے مسائل کو حل کرنے کے قابل بنانے کے ارادے کے ساتھ وضع کیا گیا تھا جب وہ سیکھنے کے منحنی خطوط کو اوپر جاتے ہیں اور ان کے لیے اس تصوراتی بنیاد کو پوری طرح سے سمجھ سکتے ہیں جس پر بعد کے درجات میں تعمیر کیا جائے گا۔

ماہرین اور تجربہ کار مصنفین کی کاوشوں کے امتزاج کے بعد اس کتاب کا جائزہ لیا گیا اور پیشہ ور ماہرین تعلیم کے وسیع جائزوں کے بعد اسے حتمی شکل دی گئی۔ مواد کو طالب علم دوست بنانے اور تصورات کو دلچسپ انداز میں تیار کرنے کی کوشش کی گئی۔

نیشنل بک فاؤنڈیشن اپنی کتابوں کے معیار میں بہتری کے لیے ہمیشہ کوشاں ہے۔ موجودہ کتاب کو نوجوان سیکھنے والوں کے لیے پرکشش بنانے کے لیے ایک بہتر ڈیزائن، بہتر مثال اور حقیقی زندگی سے متعلق دلچسپ سرگرمیاں پیش کی گئی ہیں۔ تاہم، بہتری کی گنجائش ہمیشہ موجود رہتی ہے اور اس کتاب کے بعد کے ایڈیشنوں کو مزید تقویت بخشنے کے لیے طلبہ، اساتذہ اور کمیونٹی کی تجاویز اور آراء کا خیر مقدم کیا جاتا ہے۔

اللہ ہماری مدد اور رہنمائی فرمائے (آمین)

ڈاکٹر راجہ مظہر حمید
مینجنگ ڈائریکٹر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

فہرست مضامین

حصہ اوّل: تاریخ پاکستان

سبق نمبر1: پاکستان کی نظریاتی بنیاد 05

سبق نمبر2: پاکستان کا قیام 21

حصہ دوم: جغرافیہ پاکستان

سبق نمبر3: سرزمین پاکستان 43

سبق نمبر4: پاکستان کا قدرتی جغرافیہ اور نباتات 53

سبق نمبر5: پاکستان کی آب و ہوا اور ماحولیاتی خطرات 71

حصہ سوم: پاکستان کے وسائل اور اقتصادی ترقی

سبق نمبر6: آبی وسائل 92

سبق نمبر7: آبادی کا ڈھانچہ اور نمو 105

سبق نمبر8: زراعت، مویشی اور ماہی گیری 117

سبق نمبر9: ٹرانسپورٹ اور تجارت 143

حصہ اوّل

تاریخ پاکستان

سبق

01

پاکستان کی نظریاتی بنیاد

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- تاریخی شواہد اور علمی تجزیہ کا استعمال کرتے ہوئے، نظریہ پاکستان کی بنیاد کو اسلام کی بنیادی اقدار اور ہندوستان میں مسلمانوں کی معاشی اور سماجی محرومیوں سے ان کا تعلق۔
- نظریہ پاکستان کا اندازہ قائداعظم اور علامہ اقبال کے بیانات کے حوالے سے کریں گے، جس میں ایک مسلم ریاست کے لیے ان کا نظریہ اور پاکستان کے تشخص اور حکمرانی میں اسلام کا کردار شامل ہے۔
- برطانوی استعمار کی تعریف اور برصغیر پاک و ہند میں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اس کے اثرات۔
- ایک مصلح کے طور پر سرسید احمد خان کے نمایاں کردار کے بارے میں جانیں گے، جن کی کوششوں نے مغربی دنیا کے ساتھ روابط اور علی گڑھ تحریک کے قیام نے تحریک پاکستان کی کامیابی میں کیا اہم کردار ادا کیا۔

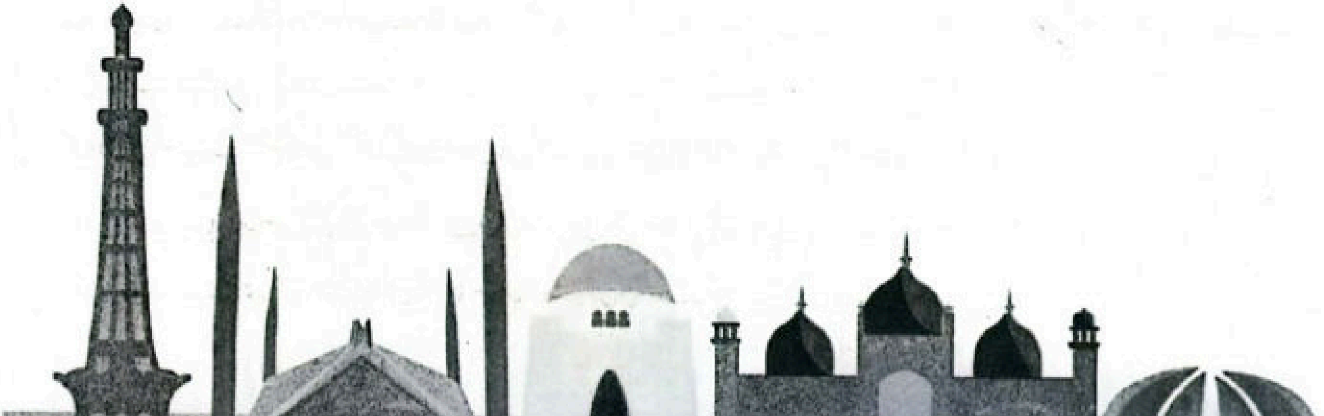

نظریہ

لفظ نظریہ (آئیڈیالوجی) کا مطلب ہے "خیالات کی سائنس"۔ "خیال" ایک بنیادی تصور ہے جس پر ایک "نظام" بنایا جاتا ہے۔ اور ایسی سوچ جو عملی اقدام اٹھانے پر مجبور کرے دراصل نظریہ کہلاتی ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

اصطلاح "نظریہ" سب سے پہلے ۱۸ ویں صدی کے آخر میں فرانسیسی فلسفی اطوان دیستو دی تریسی نے وضع کی تھی۔ اس نے اسے نظریات اور عقائد کی سائنس کو بیان کرنے کے لیے استعمال کیا، خصوصاً اس بات پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے کہ ان نظریات نے انسانی رویے اور معاشرے کو کیسے متاثر کیا۔

نظریہ کسی ملک یا گروہ کے نظریات، اقدار اور اہداف کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یہ لوگوں کے صحیح اور غلط کے شعور میں گہرائی تک سرایت کرتا ہے۔ یہ خیالات کا ایک مجموعہ ہے، عمل کے لیے ایک ڈھانچہ ہے، اور قوانین کا ایک مجموعہ ہے جو انسانی اعمال کو زندگی کا نظم اور معنی دیتا ہے۔

نظریہ موجودہ سیاسی، سماجی اور معاشی عمل کو دیکھتا ہے اور لوگوں کو یہ بتانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ کیسے کام کرتے ہیں۔ یہ بعض افعال اور خیالات کی حمایت کرتا ہے اور بعض کو نامنظور کرتا ہے۔ اسی طرح نظریہ کسی ملک کو نئی سمت اور نقطہ نظر دیتا ہے اور اسے عملی جامہ پہنانا متعلقہ لوگوں پر منحصر ہوتا ہے۔

ایک ملک کا نظریہ اس کے شہریوں کی ذہنی حالت، ان کے احساسات، خواب، خواہشات، نظریات، مقاصد اور ان مقاصد کو حاصل کرنے کی مسلسل خواہش کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی بھی نظریے کی اہمیت اس بات سے ہوتی ہے کہ اس کے ماننے والے اس کے کتنے پابند ہیں۔

نظریہ کی اہمیت

لوگوں کے عقائد نظریہ سے جھلکتے ہیں۔ اس سے ممالک زندہ دکھائی دیتے ہیں۔ لوگوں کے قومی حقوق اور فرائض کی وضاحت نظریے کے ذریعے کی جاتی ہے۔ نظریہ قومی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے میں مدد کرتا ہے۔ نظریہ لوگوں کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے ہر قسم کی رکاوٹوں کو عبور کرنے کی طاقت دیتا ہے۔ نظریہ مقاصد کے حصول کے لیے مزاحمت کے جذبے کو پروان چڑھاتا ہے اور ان کے حصول کی ضمانت دیتا ہے۔ بعض اوقات نظریہ انقلاب کا سبب بنتا ہے اور اس کے نتیجے میں نئے نقطہ نظر پیدا ہوتے ہیں۔

نظریہ پاکستان سے مراد ایک علیحدہ مملکت کا قیام ہے۔ جس میں برصغیر کے مسلمان قرآن وسنت کے مطابق اسلامی اقدار اور نظریات کو محفوظ رکھ سکیں اور اپنی زندگیاں اسلام کے شاندار اصولوں کے مطابق گزار سکیں۔ یہ وہ نظریاتی بنیاد ہے جس پر برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے تشخص، حقوق، الگ ملک اور قومی فلاح کے لیے جدوجہد کی۔ پاکستان کے وجود کا دارومدار اس نظریے پر ہے جس نے اسے جنم دیا۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اسی نظریے پر پاکستان کی بنیاد رکھی تھی اور یہی نظریہ اسے مضبوط اور مستحکم رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ پاکستان بنیادی طور پر اسلامی تعلیمات کو عملی شکل دینے کے لیئے قائم کیا گیا۔

پاکستانی نظریہ کی بنیاد اسلام کے بنیادی اصولوں سے متاثر ہو کر پڑی، جو استعماری یا نو آبادیاتی ہندوستان میں مسلمانوں کی معاشی اور سماجی مشکلات کی وجہ سے وجود میں آیا۔ آیئے ہم تاریخی ترتیب اور ان اہم عناصر کا جائزہ لیں جن کی وجہ سے نظریہ پاکستان وجود میں آیا۔

جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کے حالات

اٹھارویں صدی کے وسط سے ۱۹۴۷ تک برصغیر پاک و ہند، برطانوی نو آبادیاتیوں کے تابع رہا۔ برطانوی حکومت کے دور میں مسلمانوں کو مذہبی اقلیت کے طور پر بے شمار رکاوٹوں اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں معاشی، سیاسی اور سماجی اختلافات بھی شامل ہیں۔

معاشی تفرقہ

مشترکہ اقتصادی اہداف بھی کسی ملک کے نظریہ کا ماخذ ہوتے ہیں۔ برصغیر کے مسلمانوں کی معاشی حالت خاص طور پر ۱۸۵۷ کے بعد بگڑ چکی تھی۔ ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں کو یقین ہو گیا کہ جنگ کی اصل وجہ مسلمان ہیں اور وہ مستقبل میں دوبارہ یہ کوشش کر سکتے ہیں۔ نتیجتاً، انگریز مسلمانوں کے مخالف رہے، اور مسلمان معاشی طور پر نظر انداز ہوتے رہے۔

اضافی سرگرمی:

ایک اندازے کے مطابق ۱۸۵۷ میں ہندوستان کی مجموعی ملکی پیداوار برطانیہ سمیت کئی مغربی ممالک سے زیادہ تھی۔ اب انٹرنیٹ اور دیگر ذرائع کی مدد سے اُس وقت کی ہندوستان کی مجموعی ملکی پیداوار معلوم کریں جب ۱۹۴۷ میں انگریزوں نے ہندوستان چھوڑا۔

زمینیں جو ایک اہم معاشی وسیلہ ہوتی ہیں، ان کی ملکیت انگریزوں اور ہندو اشرافیہ میں منتقل ہو گئیں، جس کی وجہ سے، بہت سے مسلمان زمینوں سے محروم اور معاشی طور پر بدحال ہو گئے۔ ان تمام وجوہات کی بناء پر مسلمانوں کی تجارتی سرگرمیاں کم ہوتی گئیں لیکن پھر بھی وہ اپنے نظریے سے دستبردار نہیں ہوئے۔ اقتصادی عدم مساوات کی چند مثالیں جن کا مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑا درج ذیل ہیں:

- نو آبادیاتی ہندوستان میں زمینیں ایک اہم معاشی ذریعہ تھی۔ تاہم، مسلمانوں کو زمین کی ملکیت میں کافی تضادات کا سامنا کرنا پڑا، خاص طور پر ایسی جگہوں پر جہاں بنیادی طور پر زرعی معیشت تھی۔ زیادہ تر مسلمان مزدوری کرتے تھے اور زمینیں ہندوں اور انگریز جاگیرداروں کی ملکیت تھیں۔ زمینوں کی تقسیم کا یہ فرق معاشی عدم مساوات میں اضافے کا سبب بنا۔
- معاشی امکانات کو متاثر کرنے والا ایک اور اہم عنصر تعلیم تھا۔ نو آبادیاتی دور میں مسلمان، خاص طور پر دیہی علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں کو عصری تعلیم تک رسائی سے محروم رکھا گیا۔ ہنر مند پیشوں میں ان کی مہارت کی کمی اور معاشی امکانات تک ان کی رسائی کے لیے ان کی نااہلی ان کی تعلیم کی کمی کی وجہ سے تھی۔ جس سے معاشی عدم مساوات میں اضافہ ہوا۔
- برطانوی ہندوستان میں نوکری پیشہ لوگوں میں امتیازی سلوک عام تھا۔ بہت سے مسلمانوں کو حکومتی اور برطانوی اداروں میں نوکریاں حاصل کرنے میں مشکلات کا سامنا تھا۔
- امتیازی روزگار کے طریقوں اور انتظامی اور اقتصادی اداروں میں نمائندگی کی کمی کی وجہ سے مسلمانوں کی معاشی نقل و حرکت میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔
- ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ کشیدگی اور فسادات کی وجہ سے معاشی سرگرمیاں رک جاتیں۔

- اس طرح کے فسادات کے دوران عام طور پر مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑتا، ان کے مکانات، کاروبار اور ذریعہ معاش کو نشانہ بنایا جاتا، جس کے نتیجے میں انہیں معاشی نقصان اٹھانا پڑتا۔
- مسلمانوں کو قرضوں اور مالی وسائل تک رسائی حاصل نہیں تھی۔ قرضے دینے کی امتیازی پالیسیوں اور ضروریات کو پورا کرنے والے مالیاتی اداروں کی کمی کی وجہ سے مسلمانوں کو کاروباری اداروں یا زراعت میں مشغول ہونا مشکل محسوس ہو رہا تھا۔
- زمینداری نظام، جس میں ثالثوں (زمینداروں) کو انگریزوں کی جانب سے کسانوں سے ٹیکس وصول کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، اکثر دیہی مسلمانوں کا استحصال کرتا تھا۔ ان ثالثوں نے بعض اوقات ضرورت سے زیادہ زمین کے کرایے اور ٹیکس نافذ کیے، جس سے مسلمان کسانوں کی معاشی حالت بدتر ہوتی جا رہی تھی۔
- ان عدم مساوات کی بنا پر مسلمانوں کے سماجی و اقتصادی حالات خراب ہوتے چلے گئے، اور انہوں نے سماجی اور اقتصادی انصاف کے مطالبات کے ساتھ ساتھ سیاست میں نمائندگی کا مطالبہ بھی کرنا شروع کر دیا۔

سماجی اور سیاسی بے اختیاری

ملکہ وکٹوریہ

انگریزوں نے ہندوستانی معاشرے میں مذہبی اختلافات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کے حربے کی تائید کی۔ مسلمانوں کو اکثر سیاسی طور پر نظر انداز کیا جاتا تھا، اور انتظامیہ کے اہم عہدوں پر ان کی نمائندگی میں نمایاں کمی واقع ہوئی تھی۔

برطانوی نوآبادیاتی دور میں مسلمانوں کی سیاسی پسماندگی کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

- نوآبادیاتی انتظامیہ اور دیگر کمیونٹیز نے مسلم ثقافتی طریقوں اور روایات کو یا تو نظر انداز کیا یا غلط سمجھا۔ جس نے ثقافتی تنہائی اور سماجی بیگانگی کے جذبات کو بڑھا دیا۔
- ایسے علاقوں میں جہاں دوسرے مذاہب کا زور ہوتا، مسلمانوں کو سماجی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا۔ کبھی کبھار، فرقہ وارانہ کشیدگی تشدد اور سماجی اخراج میں پھوٹ پڑ جاتی، جس سے مزید تقسیم اور امتیاز پیدا ہوتا۔
- برصغیر میں آباد ہونے کے بعد، انگریزوں نے ایک ایسا نظام تعلیم قائم کیا جس میں انگریزی زبان کو اہمیت حاصل تھی۔ مسلمانوں کی اکثریت نے اس نئے تعلیمی نظام کی مخالفت کی۔
- برطانوی ہندوستان میں اہم عہدوں پر مسلمانوں کی نمائندگی کم تھی۔ انگریز اکثر ملازمتوں کے لیے ہندوؤں کو ترجیح دیتے تھے۔ نتیجتاً مسلمانوں کو سیاسی طور پر خارج کیئے جانے کا احساس ہوا۔

- مسلمانوں کو اکثر اہم سیاسی مشاورت سے دور رکھا جاتا۔ مثال کے طور پر پہلی جنگ عظیم میں ہندوستان کی شرکت کے بارے میں فیصلے ہندوستانی حکام، خاص طور پر مسلم لیڈروں کے ساتھ مناسب مشاورت کے بغیر لیے گئے تھے۔
- اگرچہ قانون ساز اداروں میں مسلمانوں کی کچھ نمائندگی تھی، لیکن یہ ان کی حقیقی آبادی کی عکاسی نہیں کرتی تھی۔ جس نے سیاسی اور سماجی مفادات کی کامیابی کے ساتھ وکالت کرنے کی ان کی صلاحیت کو متاثر کیا۔
- جب برطانوی انتظامیہ نے ۱۹۲۷ میں ہندوستانی آئین کے عمل کا مطالعہ کرنے کے لیے ایک آل برٹش سائمن کمیشن بنانے کا فیصلہ کیا تو ہندوستانی، خاص طور پر مسلمان، مشتعل ہو گئے اور کمیشن میں ہندوستانی نمائندگی کا مطالبہ کیا۔
- تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون جیسے سیاسی انقلاب کے ادوار میں، برطانوی حکام نے اکثر جابرانہ ہتھکنڈے استعمال کیئے اور بہت سے مسلم رہنماؤں کو یا تو گرفتار کر لیا گیا یا خاموش کر دیا گیا، جس سے ان کے لیے سیاسی عمل میں حصہ لینا مشکل ہو گیا۔
- ہندو احیائی تحریکیں مسلمانوں کے خلاف مزید مخالف ہو گئیں۔ ۱۸۵۷ کے بعد، ہندی-اردو تنازعہ وسیع مسلم سلطنت کے مسلم ورثے اور میراث پر سب سے بڑا ہندوانہ حملہ تھا۔ اردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دیتے ہوئے ہندو اس کے خلاف متعصب تھے۔
- انہوں نے مطالبہ کیا کہ ہندی کی جگہ اردو کو سرکاری زبان بنایا جائے۔ ۱۸۶۷ میں بنارس میں اردو کے خلاف ہندوؤں کا مظاہرہ اردو ہندی تنازعہ کا آغاز تھا۔
- یہ مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ برطانوی ہندوستان میں مسلمان کس طرح امتیازی قانون سازی، کم نمائندگی، اور "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کی برطانوی پالیسی کے نتیجے میں سماجی اور سیاسی طور پر پسماندہ تھے۔

اسلام کی بنیادی اقدار

پاکستانی نظریہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی ہندو تہذیب کے اندر اپنی مخصوصیت کو برقرار رکھنے کی خواہش سے پیدا ہوا۔ مسلمانوں نے محسوس کیا کہ اسلام اور ہندومت صرف دو مذاہب نہیں ہیں بلکہ مختلف ثقافتوں کے ساتھ زندگی کے دو سماجی نظام بھی ہیں۔ مسلم قومیت کی بنیاد علاقائی، لسانی یا نسلی نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک قوم ہیں کیونکہ وہ ایک ہی عقیدہ، اسلام کا اشتراک کرتے ہیں۔ اسلام کے چند امتیازی اصول حسب ذیل ہیں:

- اسلام نسل، قومیت یا سماجی اقتصادی حالت سے قطع نظر تمام لوگوں کی اندرونی مساوات کو فروغ دیتا ہے۔ اس اصول کی مخالفت نوآبادیاتی ہندوستان میں مسلمانوں کی معاشی اور سماجی خرابیوں کی وجہ سے ہوئی۔

- اسلام سماجی اور معاشی مساوات کو فروغ دیتا ہے۔ نوآبادیاتی کنٹرول میں مسلمانوں کی معاشی ناہمواریوں اور سیاسی پسماندگی کو اس اسلامی اصول کی خلاف ورزی تصور کیا جاتا تھا۔
- اسلام خود ارادیت اور مسلمانوں کے اپنے عقائد کے مطابق عمل کرنے اور حکومت کرنے کے حق کو فروغ دیتا ہے۔ ایک الگ مسلم ریاست کے مطالبے کے پیچھے خود ارادیت کی تڑپ ایک بڑی محرک تھی۔

نظریہ پاکستان اور قائد اعظم

کسی بھی قوم کے لیے قائد کی رہنمائی نظریے کی کامیابی کے لیے بہت ضروری ہے۔ علم، شعور، محرک، سمت اور دشمنوں کے خلاف دفاع کی خصوصیات اچھی قیادت میں شامل ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی ہی اچھی قیادت نصیب ہوئی، جن میں سب سے اہم رہنما قائد اعظم محمد علی جناح تھے۔ قائد اعظم محمد علی جناح کا پاکستان کے لیے وژن بہت سے بنیادی عقائد اور تاثرات میں جھلکتا ہے۔ جو پاکستانی نظریہ کی بنیاد کے طور پر کام کرتے ہیں۔ قائد اعظم کے قول و فعل نے پاکستان کے اصل فلسفے پر روشنی ڈالی:

- دو قومی نظریہ، جس نے اس بات پر زور دیا کہ برطانوی ہندوستان میں ہندو اور مسلمان الگ الگ مذہبی، ثقافتی اور سماجی شناخت کے ساتھ دو مختلف قومیں ہیں، یہ ایک ایسی چیز تھی جس پر قائد اعظم جذبہ یقین رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کے دفاع کے لیے اس تصور نے ایک علیحدہ مسلم ریاست 'پاکستان' کے مطالبے کی بنیاد کا کام کیا۔ قائد اعظم نے فروری ۱۹۳۵ میں قانون ساز اسمبلی میں برصغیر کے مسلمانوں کے لیے 'قوم' کی اصطلاح استعمال کی۔ انہوں نے کہا کہ جب مذہب، ثقافت، نسل، فنون، موسیقی اور دیگر عوامل کو یکجا کیا جائے تو اقلیت ایک الگ وجود رکھتی ہے۔

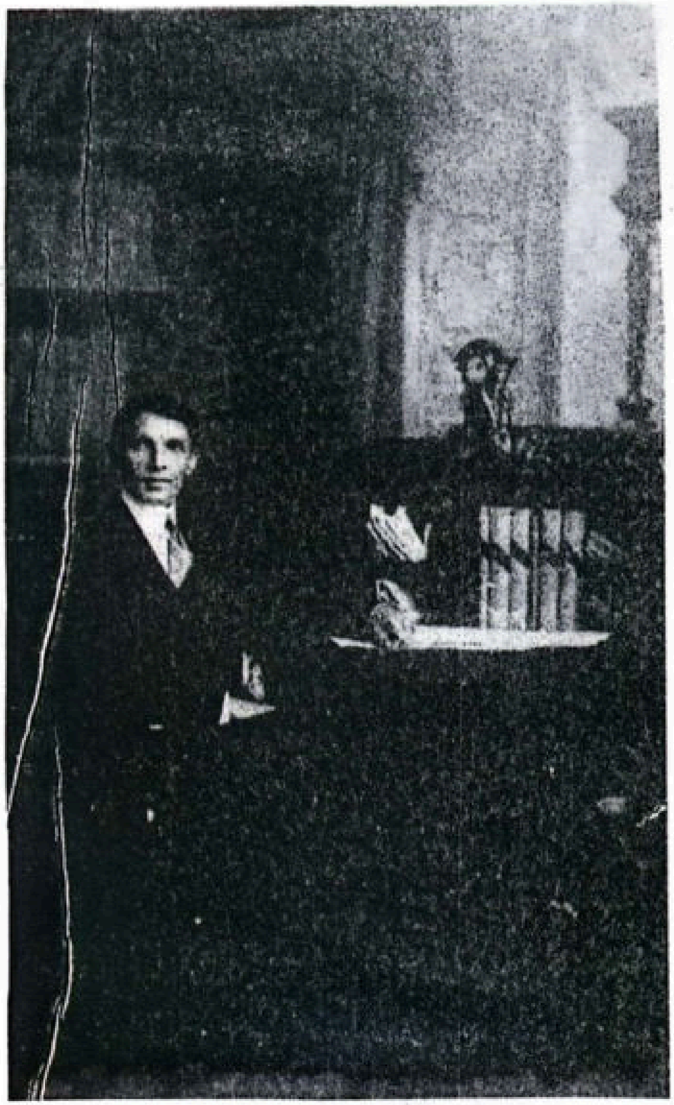

قائد اعظم محمد علی جناح

اساتذہ کے لیے نوٹ: طلباء کو اسلام کی ان بنیادی اقدار کے بارے میں مزید جاننے کی ترغیب دیں۔ جنھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کی منزل تک پہنچنے کے لیے نقشے کا کام کیا۔

- قائد اعظم اکثر پاکستانی اتحاد کی ضرورت پر زور دیتے تھے۔ انہوں نے پاکستان میں نسلی، لسانی اور ثقافتی گروہوں کے تنوع پر قابو پانے کے لیے قومی یکجہتی کی ضرورت پر زور دیا۔
- قائد اعظم چاہتے تھے کہ پاکستان حقیقی معنوں میں ایک جمہوری ملک ہو۔ انہوں نے ہمیشہ قانون کی حکمرانی، نمائندہ طرز حکمرانی اور ایک ایسے آئین کی اہمیت پر زور دیا جو تمام شہریوں کی آزادی اور حقوق کا تحفظ کرے۔
- قائد اعظم پاکستان کی معاشی ترقی اور خوشحالی کی اہمیت کو سمجھتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ملک اور اس کے شہریوں کی فلاح و بہبود کا انحصار مضبوط معیشت پر ہے۔
- قائد اعظم نے اس بات پر زور دیا کہ پاکستان ایک ایسا ملک ہوگا جہاں مسلمان اور دیگر مذہبی اقلیتیں کھلے عام اور ظلم و ستم کے خوف کے بغیر اپنے عقائد پر عمل کر سکیں گی۔ وہ اکثر اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور مذہبی رواداری کے حق میں بات کرتے تھے۔ ۱۱ اگست ۱۹۴۷ کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں انہوں نے اسلامی ریاست کے تصور کی وضاحت اس طرح کی:

”آپ اپنی عبادت گاہوں میں جانے کے لیے آزاد ہیں۔ آپ کا تعلق کسی بھی مذہب، ذات یا مسلک سے ہو لیکن اس کا ریاست سے کوئی لینا دینا نہیں۔“

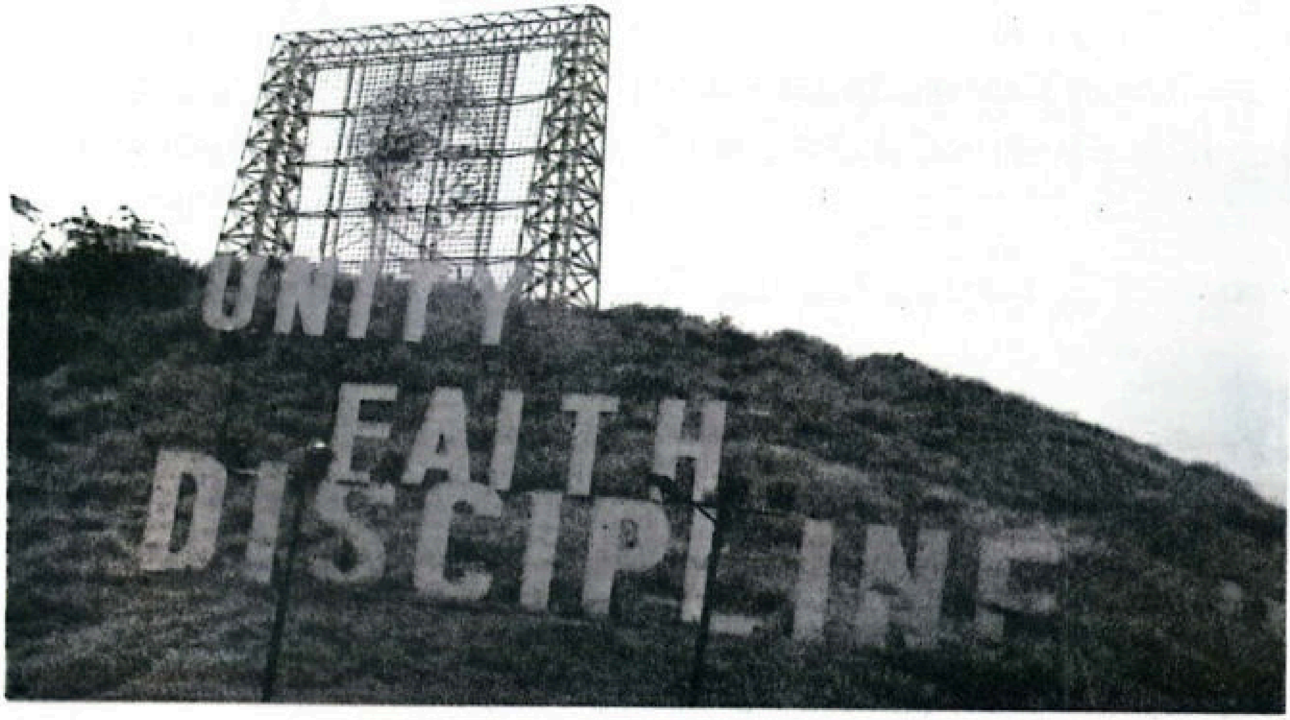

- قائد اعظم نے سماجی انصاف اور مساوات کی اقدار پر زور دیا۔ وہ ایک ایسا معاشرہ بنانا چاہتے تھے جہاں ہر کسی کو یکساں مواقع اور حقوق حاصل ہوں، چاہے وہ کسی بھی پس منظر سے تعلق رکھتے ہوں۔ انہوں نے ذات پات، مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر تعصب کے خلاف آواز اٹھائی۔ قائد اعظم چاہتے تھے کہ پاکستان دیگر اقوام کے ساتھ برابری اور ایک دوسرے کے احترام کے نظریات کی بنیاد پر خوشگوار تعلقات رکھے۔ ان کا مقصد پاکستان کو دنیا میں ایک تسلیم شدہ آزاد اور خود مختار مملکت بنانا تھا۔
- اگرچہ قائد اعظم کے عصری، جمہوری اور جامع پاکستان کے منصوبے کو وقت کے ساتھ ساتھ بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن یہ آج بھی پاکستانی نظریہ کے بنیادی اصولوں کو سمجھنے کے حوالے سے ایک اہم نقطہ ہے۔

نظریہ پاکستان اور علامہ محمد اقبال

علامہ محمد اقبال

علامہ اقبال کا شمار تاریخ کی اہم ترین شخصیات میں ہوتا ہے۔ ان کی شاعری نے غالب سماجی روایات کو چیلنج کیا۔ انہوں نے یورپ میں تعلیم حاصل کی۔ وہ مغربی معاشرے کی تمام خرابیوں سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے معاشرے میں مادیت پرستی، سرمایہ داری اور روحانیت کی عدم موجودگی کی مذمت کی۔

علامہ اقبال نے پاکستان کے تصور کے فلسفے کی نشوونما میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کے سیاسی اور فلسفیانہ خیالات کا پاکستان بننے کے نظریات پر خاصا اثر رہا ہے۔ علامہ اقبال کی اہم خدمات کو تسلیم کرنا ، ان کے نظریہ پاکستان کے لیے فلسفیانہ سوچ کی روشنی میں ضروری ہے:

- علامہ اقبال نے جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کے اسلامی تشخص کے تحفظ اور اسے آگے بڑھانے کی اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے اسلامی اتحاد کی بارے میں بھی بات کی۔ انہوں نے کہا کہ لسانی، نسلی اور جغرافیائی رکاوٹوں کے باوجود مسلمانوں کو اپنے مشترکہ مذہب کے نام پر اکٹھا ہونا چاہیے۔ ان کے کاموں اور نظموں نے مسلمانوں کو مشترکہ شناخت بنانے کی ترغیب دی۔
- اقبال نے مسلمانوں کو اپنی صلاحیتوں کے ادراک اور ذاتی ترقی پر کام کرنے کی تلقین کی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ مسلمان انفرادی اور گروہی خود آگاہی کو فروغ دے کر سماجی، اقتصادی اور سیاسی رکاوٹوں پر قابو پاسکتے ہیں۔ ان کے نزدیک ذاتی نشوونما بھی اتنی ہی ضروری تھی جتنی پاکستان کی ترقی۔
- علامہ اقبال نے مسلمانوں کی خود مختاری اور سیاسی خود مختاری کی حمایت کی۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان اپنے سیاسی مستقبل کا خود تعین کرسکتے ہیں۔ یہ خیال پاکستان کے مطالبے کے مطابق تھا، ایک علیحدہ مسلم ریاست جہاں مسلمان سیاسی اقتدار پر فائز ہوسکتے ہوں۔ اقبال مسلمانوں میں سماجی اور معاشی عدم مساوات کے بارے میں فکر مند تھے۔ انہوں نے سماجی اور اقتصادی انصاف کا مطالبہ کیا۔ سماجی اقتصادی مساوات پر یہ توجہ پاکستان کے عالمی نقطہ نظر سے مطابقت رکھتی ہے، جس کا مقصد ایک منصفانہ معاشرہ تشکیل دینا ہے۔
- اقبال نے اسلامی اصولوں پر مبنی معاشی ڈھانچے کے حق میں استدلال کیا، معاشی آزادی، دولت اور وسائل کی منصفانہ تقسیم اور سود (ربا) پر پابندی پر زور دیا۔ پاکستان کی اقتصادی پالیسیاں اور اسلامی معاشی نظام ان تصورات سے متاثر ہیں۔
- اقبال نے مسلمانوں میں روحانی تجدید کی ضرورت پر زور دیا۔ ان کا خیال تھا کہ کسی بھی مسلم ملک بالخصوص پاکستان کو ترقی اور کامیابی کے لیے ایک مضبوط روحانی بنیاد کی ضرورت ہے۔ پاکستان کی ثقافتی اور مذہبی جماعتیں آج بھی روحانیت سے متاثر ہیں۔ علامہ اقبال کے ارشادات نے نظریہ پاکستان پر خاصا گہرا اثر ڈالا۔

استعماریانو آبادکاری

استعمار سے مراد ہے کہ جب ایک قوم اپنے مفاد کے لیے دوسرے ملک یا علاقے پر قبضہ کرلے۔ نو آبادیاتی قوم نو آبادیاتی ملک میں اپنے لوگوں کو رہنے کے لیے بھیجتی ہے اور وہاں کے وسائل اور معیشت سے منافع کماتی ہے۔ وہاں کے باشندوں کی زبان، ثقافت اور طرز حکمرانی میں بھی ترمیم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ استعمار کے نو آبادیاتی علاقے پر اچھے اور برے دونوں نتائج ہو سکتے ہیں، تاہم، زیادہ تر نو آبادیاتی ریاستوں پر اس کے منفی اثرات ہی مرتب ہوتے ہیں۔

برطانوی استعمار

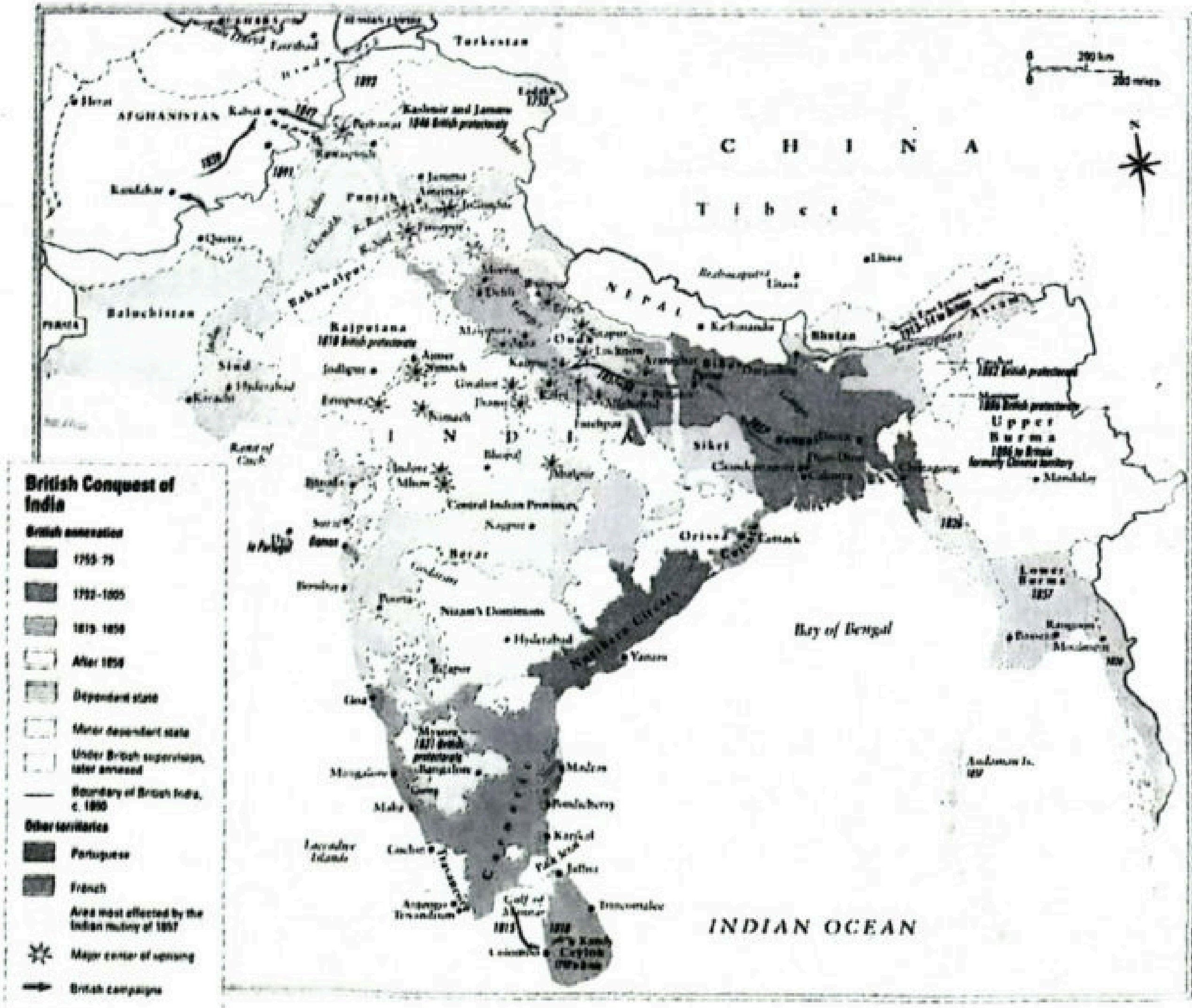

ہندوستان پر برطانوی فتح

اساتذہ کے لیے نوٹ: طلباء کو ان ممالک کے بارے میں مزید جاننے کی ترغیب دیں جو مختلف یورپی طاقتوں کے استعمار میں رہے۔

برصغیر پاک وہند میں برطانوی حکمرانی کا دور، جو ۱۸۵۸ سے ۱۹۴۷ تک ہندوستان اور پاکستان کی آزادی تک جاری رہا، برطانوی استعمار کہلاتا ہے۔ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کے بعد برصغیر کا کنٹرول سنبھالنے والے ادارے نے کمپنی کے اثاثوں پر قبضہ کرلیا اور براہ راست حکمرانی قائم کی۔ برطانوی راج کے مشترکہ نام کا استعمال حکومت میں ہندوستانی شرکت کو بڑھانے کی کوشش تھی۔ تاہم، برطانوی منظوری کے بغیر ہندوستانی عوام اپنے مستقبل کے فیصلے نہیں کر سکتے تھے جس کی وجہ سے قومی آزادی کی تحریک کو ہوا ملی اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ تحریک مزید پختہ ہوتی گئی

برطانوی استعمار کے اثرات

ا۔ معیشت:

برطانوی نو آبادیاتی دور نے برصغیر کی معیشت پر مختلف اثرات مرتب کیے تھے۔ برطانوی سلطنت نے جدید نقل و حمل (ٹرانسپورٹیشن) کے طریقے اور مواصلاتی نظام متعارف کرایا، بڑے پیمانے پر صنعتی ڈھانچہ قائم کیا، اور نئی منڈیاں لگائیں۔ تاہم، ان کی اقتصادی پالیسیاں بنیادی طور پر برطانوی سلطنت کو فائدہ پہنچانے کے لیے بنائی گئی تھیں۔ مثال کے طور پر، ہندوستان کو کپاس، جُوٹ اور چائے جیسے خام مال برآمد کرنے اور برطانیہ سے تیار شدہ سامان درآمد کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اس اقتصادی پالیسی نے ہندوستان کی اقتصادی ترقی کو بری طرح متاثر کیا، جس سے زراعت اور صنعت مندی کا شکار ہو گئی۔

۲۔ سماجی ڈھانچہ:

برطانوی استعمار کے سماجی اثرات دور تک پھیل رہے تھے۔ انہوں نے انگریزی زبان کو نو آبادیاتی انتظامیہ، اعلیٰ تعلیم اور قانون کی زبان کے طور پر متعارف کرایا۔ پھر بھی، یہ آبادی کے ایک چھوٹے حصے تک محدود تھی، جس کی وجہ سے تعلیم اور ملازمتوں تک رسائی بھی محدود تھی۔ اور اس کے نتیجے میں دیہی اور شہری علاقوں میں نمایاں سماجی عدم مساوات اور تفاوت پیدا ہوا۔ نو آبادیاتی انتظامیہ نے ہندوستان کے کچھ حصوں میں ذات پات کے نظام کو ختم کیا اور خواتین کے حقوق اور سماجی انصاف سے متعلق اصلاحات متعارف کروائیں۔ دوسری طرف، ان کی پالیسیاں معاشی استحصال، زمینوں پر قبضے اور مزدوروں کے استحصال کا باعث بھی بنی۔

۳۔ سیاسی نظام:

برصغیر کے سیاسی ڈھانچے پر برطانوی نو آبادیاتی دور کا نمایاں اثر پڑا۔ ان کا بنیادی مقصد ہندوستان کے وسائل کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کرنا تھا، جس کی وجہ سے غیر مساوی سیاسی، سماجی اور اقتصادی پالیسیاں سامنے آئیں۔ انہوں نے 'تقسیم کرو اور حکومت کرو' کا نظریہ متعارف کروایا جس کا مقصد ہندوستانی آبادی کے اندر تقسیم پیدا کرنا اور اس طرح سلطنت کو مضبوط بنانا تھا۔ انگریزوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو بھی الگ کر دیا جس کے نتیجے میں مختلف سیاسی تحریکیں ابھریں۔ اس سے مسلم لیگ اور دیگر تنظیمیں وجود میں آئیں جنہوں نے ہندوؤں کے خلاف تحریک چلائی۔ اور آخر کار، یہ ۱۹۴۷ میں ہندوستان اور پاکستان کی علیحدگی کا باعث بنی۔

اساتذہ کے لیے نوٹ: طلباء کو انٹرنیٹ اور مختلف ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے برطانوی استعمار کے اثرات کے بارے میں مزید جاننے کے لیے کہیں۔

سر سید احمد خان

سر سید احمد خان ۱۹ ویں صدی کے ایک مشہور ہندوستانی مسلم رہنما، فلسفی اور ماہر تعلیم تھے۔ وہ ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ کو ہندوستان کے شہر دہلی، میں پیدا ہوئے، اور ان کا انتقال ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ میں علی گڑھ میں ہوا۔ ایک مصلح کے طور پر، سر سید نے ایک ترقی پسند معاشرہ بنانے کے لیے کام کیا جو دنیا کی دیگر اقوام کا مقابلہ کر سکے۔ وہ ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے جہاں وہ مختلف ثقافتی تجربوں سے گزرے۔ تاہم، وہ مغربی خیالات سے بھی متعارف ہوئے، جس نے ان کے سوچنے کے انداز پر گہرا اثر ڈالا۔

سر سید نے سائنٹیفک سوسائٹی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی قائم کی تاکہ مسلمانوں کو مزید تعلیم یافتہ بنایا جا سکے اور نئی سوچ کی طرف اجاگر کیا جا سکے۔ انہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے اور ان کے درمیان خلیج کو ختم کرنے کی بھی کوشش کی۔ ایک علیحدہ مسلم ملک کے تصور اور دو قومی نظریہ کے لیے ان کی حمایت نے علامہ اقبال کو متاثر کیا اور بالآخر یہ نظریہ پاکستان کے قیام کا باعث بنا۔

سر سید احمد خان کا اہم کردار

سر سید کے مغرب کے ساتھ تعلقات کا اس بات پر بڑا اثر تھا کہ وہ ترقی اور تعلیم کے بارے میں کیسے سوچتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مغربی طرز کی تعلیم کتنی اہم ہے اور ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کے لیے جدید علوم سیکھنا ضروری ہے تاکہ وہ وقت کے ساتھ ہم آہنگ رہ سکیں۔ سر سید نے ۱۸۷۷ میں علی گڑھ میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کھولا۔ یہ کالج ۱۹۲۰ میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بن گیا۔ انہوں نے مسلم کمیونٹی کو انگریزی سیکھنے پر زور دیا تاکہ وہ یہ زبان زیادہ سے زیادہ بول سکیں۔ ان کے خیال میں اگر مسلمان انگریزی پر عبور حاصل کر لیں تو وہ مزید چیزیں سیکھ سکتے ہیں، اور انہیں زیادہ مواقع حاصل ہو سکتے ہیں اور وہ ان زنجیروں کو توڑ سکتے ہیں جو انہیں آگے بڑھنے سے روکے ہوئے تھے۔ سر سید لوگوں کو سائنسی اور منطقی انداز میں سوچنے کی ترغیب دے کر ان میں تحقیق کے جذبے کو ابھارنا چاہتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ علم اور تعلیم معاشرے کے مسائل کو حل کرنے کے بہترین طریقے ہیں۔ اس کالج کی تشکیل مسلمانوں کو جدید تعلیم سے متعارف کرانے اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کے ایک نئے گروہ بنانے کے لیے بہت اہم تھی۔ جو جدید دنیا کے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے بہتر طور پر تیار رہیں۔

سر سید کی قیادت میں علی گڑھ تحریک ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ کی ایک اہم تحریک تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان اسکول جائیں اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کی ایک نئی نسل کی پرورش کی جا سکے جو دوسرے گروہوں کے لوگوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اس تحریک نے یہ بھی کوشش کی کہ مسلمان اپنے طرز

اضافی سرگرمی:

علی گڑھ یونیورسٹی کی علمی فضیلت کی ایک بھرپور تاریخ ہے اور اس نے متعدد ممتاز سابق طلباء پیدا کیے ہیں جنہوں نے سیاست، ادب، سائنس اور فنون سمیت مختلف شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ اس یونیورسٹی کے کچھ ایسے ہی مشہور سابق طلباء کے نام تلاش کریں۔

زندگی کو بدلیں اور نئے خیالات اور کام کرنے کے طریقوں کو اپنائیں۔ ایک مصلح کے طور پر سرسید کی کاوش اور علی گڑھ تحریک، ہندوستانی مسلمانوں کو بطور مسلمان شناخت کا احساس دلانے اور ان کے بہترین مفادات کی تلاش میں بہت اہم تھی۔

سرسید نے، علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے نام سے ایک اخبار شروع کیا جس نے نئے خیالات اور علمی بحث کو آگے بڑھایا۔ یہ اخبار غیر جانبدارانہ معلومات پھیلانے کے لیے، بہت اہم تھا۔

سرسید احمد خان کا سائنٹفک سوسائٹی کا قیام ہندوستانی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔ علی گڑھ میں ۱۸۶۴ میں قائم ہونے والی اس سوسائٹی کا مقصد ہندوستانی عوام بالخصوص مسلمانوں میں سائنسی علم اور عقلی سوچ کو فروغ دینا تھا۔ اس نے علی گڑھ یونیورسٹی میں مغربی سائنسی کاموں کے اردو میں ترجمہ کے لیے ایک پلیٹ فارم کے طور پر کام کیا، تاکہ سائنسی علم کو مقامی آبادی تک رسائی دی جا سکے۔

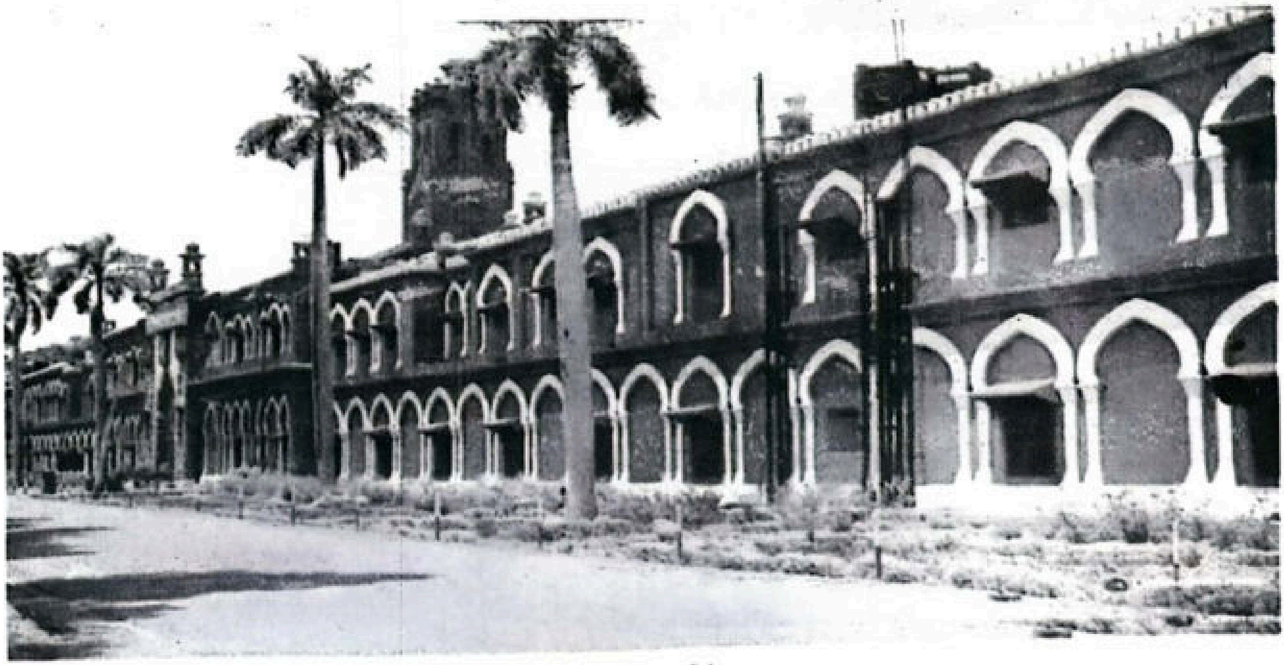

علی گڑھ یونیورسٹی

ایک مصلح کے طور پر سرسید احمد خان کے کام کا تحریک پاکستان کی کامیابی میں بڑا حصہ تھا۔ پہلے تو انہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی لیکن بعد میں وہ ہندوستان میں مسلم قوم پرستی کے رہنما بن گئے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ سرسید نے دو الگ ملکوں کا تصور پیش کیا، جو تحریک پاکستان کی بنیاد بنا۔ ان کے خیالات اور کام کرنے کے انداز نے ہندوستانی مسلمانوں کے مقاصد کو آگے بڑھانے میں مدد کی۔ تعلیم اور ترقی پر ان کی توجہ نے پڑھے لکھے مسلمانوں کی ایک نئی نسل پیدا کرنے میں مدد کی۔ جو جدید دنیا کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے بہتر طور پر تیار تھی۔

علی گڑھ تحریک پاکستان کی تحریک کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ ۱۹۰۶ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کی بنیاد رکھی گئی تھی، جس نے بعد میں ۱۹۴۷ میں پاکستان کے قیام کی تحریک کی قیادت کی۔ علی گڑھ تحریک دیگر مسلم تحریکوں اور تنظیموں پر بھی اثر انداز ہوئی، جنہوں نے تحریک پاکستان کی حمایت کی۔ ان میں انجمن حمایت اسلام، تحریک خلافت، اور آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن شامل ہیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا کردار زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو اسکول جانے اور ہندوستانی مسلمانوں کو یہ احساس دلانے میں بھی بہت اہم تھا کہ وہ بطور مسلمان کون ہیں۔ ترقی کرنے اور سیکھنے کے لیے سرسید کے اہداف نسلوں کے لیے ایک تحریک رہے ہیں اور آج بھی لوگوں کو متاثر کر رہے ہیں۔

ہم نے کیا سیکھا

- نظریہ کسی بھی گروہ یا ملک کے نظریات، اقدار اور اہداف کا مجموعہ ہے۔ یہ لوگوں کے صحیح اور غلط کے شعور میں گہرائی تک سرایت کرتا ہے۔
- نظریہ پاکستان سے مراد ایک علیحدہ سرزمین کا قیام ہے۔ جس میں برصغیر کے مسلمان اسلامی اقدار اور نظریات کو محفوظ رکھ سکیں۔
- برطانوی حکومت کے دور میں مسلمانوں کو مذہبی اقلیت کی حیثیت سے معاشی، سیاسی اور سماجی رکاوٹوں اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔
- داخلی مساوات، سماجی اور اقتصادی مساوات اور خود ارادیت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہیں۔
- اتحاد، جمہوریت، معاشی ترقی، مذہبی رواداری، انصاف، مساوات اور دیگر اقوام کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائد اعظم محمد علی جناح کے پاکستان کے وژن میں شامل ہیں۔
- علامہ محمد اقبال کے وژن کی بنیاد اسلامی تشخص، خود شناسی اور ذاتی ترقی، خود ارادیت اور سیاسی خود مختاری، انصاف پسندی، سماجی انصاف، اجتہاد اور اسلامی اصولوں پر مبنی اقتصادی ڈھانچے کے تحفظ اور اسے آگے بڑھانے پر تھی۔
- برطانوی استعمار سے مراد برصغیر پاک و ہند پر ۱۸۵۸ سے ۱۹۴۷ میں ہندوستان اور پاکستان کی آزادی تک براہ راست برطانوی حکمرانی کا دور ہے۔
- برصغیر پاک و ہند میں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر برطانوی استعمار کے اثرات گہرے تھے۔
- سرسید احمد خان ۱۹ ویں صدی کے ایک مشہور ہندوستانی مسلم رہنما، فلسفی اور ماہر تعلیم تھے۔
- سرسید کی قیادت میں علی گڑھ تحریک ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ کی ایک اہم تحریک تھی۔

مشق

سوال نمبر۱: مندرجہ ذیل سوالات کے چار کثیر الانتخابی جوابات دیئے گئے ہیں، ان میں سے صحیح جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ آئیڈیالوجی کا مطلب ہے:

الف۔ سیاست کا مطالعہ　ب۔ ساجیات کا مطالعہ　ج۔ نظریات کی سائنس　د۔ اخلاقیات کی سائنس

۲۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سا بیان نظریہ کے کردار سے مطابقت رکھتا ہے؟

الف۔ نظریات کا کسی ملک کی زندگی پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔　ب۔ نظریہ قومی یکجہتی کو کمزور کرتا ہے۔

ج۔ نظریہ مقاصد کی تکمیل کا باعث بن سکتا ہے۔　د۔ نظریہ قومی حقوق اور ذمہ داریوں کو متاثر نہیں کرتا۔

۳۔ نظریہ پاکستان کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

الف۔ برصغیر میں معاشی خوشحالی قائم کرنا۔　ب۔ مسلمانوں کے لیے الگ قوم بنانا۔

ج۔ خطے میں غیر ملکی اثر و رسوخ کو فروغ دینا۔　د۔ نوآبادیاتی ہندوستان میں ثقافتی تنوع کو برقرار رکھنا۔

۴۔ نوآبادیاتی ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے معاشی عدم مساوات کی ایک اہم وجہ کیا تھی؟

الف۔ تعلیم کے مواقع تک بہتر رسائی۔　ب۔ معاشی نقل و حرکت اور خوشحالی میں اضافہ۔

ج۔ انتظامی اور اقتصادی اداروں میں زیادہ نمائندگی۔　د۔ سماجی اور اقتصادی انصاف اور سیاسی نمائندگی کے مطالبات کی ترقی۔

۵۔ نوآبادیاتی دور میں برطانوی ہندوستان میں مسلمانوں کے سماجی اور سیاسی پسماندگی میں کس چیز نے اہم کردار ادا کیا؟

الف۔ ہندوستانی زبانوں اور روایات کو فروغ دینے کی برطانوی پالیسی۔　ب۔ زیادہ تر مسلمانوں نے نئے برطانوی تعلیمی نظام کی حمایت کی۔

ج۔ اہم عہدوں اور سیاسی فیصلوں میں مسلمانوں کی کم نمائندگی۔　د۔ ہندی کی مخالفت میں اردو کو سرکاری زبان کے طور پر ہندوؤں کی حمایت۔

۶۔ قائداعظم محمد علی جناح کے کن بنیادی عقائد اور اظہار نے نظریہ پاکستان کی بنیاد رکھی؟

الف۔ نسلی اور لسانی تنوع کی اہمیت۔　ب۔ ایک مرکزی اور آمرانہ حکومت کی ضرورت۔

ج۔ اتحاد، جمہوریت، اقلیتوں کے حقوق اور سماجی انصاف کے اصولوں نے۔　د۔ مذہبی ظلم و ستم اور عدم برداشت کا فروغ۔

۷۔ علامہ اقبال کے فلسفہ اور عقائد کے کن پہلوؤں نے پاکستان کے بانی نظریات پر نمایاں اثر ڈالا ہے، جیسا کہ متن میں زیر بحث آیا ہے؟

الف۔ مادیت، سرمایہ داری اور انفرادیت کی وکالت۔　ب۔ مسلمانوں میں سماجی اور معاشی عدم مساوات پر زور دینا۔

ج۔ اسلامی تعلیمات کی مستحکم تشریح کی حمایت۔　د۔ اسلامی تشخص، اتحاد، خودشناسی، اور روحانی تجدید کو فروغ دینا۔

۸۔ متن کے مطابق استعمار کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

الف۔ استعماری خطے کے وسائل پر قبضہ کرنا اور ان سے فائدہ اٹھانا۔　ب۔ استعماری علاقوں میں ثقافتی تنوع اور رواداری کو فروغ دینا۔

ج۔ استعماری لوگوں کے معاشی اور سماجی حالات کو بہتر بنانا۔　د۔ استعماری آبادی میں خودارادیت کی حوصلہ افزائی کرنا۔

۹۔ برصغیر پاک وہند کے سماجی ڈھانچے پر برطانوی استعمار نے کیا اہم اثرات مرتب کیے؟

الف۔ سماجی مساوات کو بڑھایا۔ ب۔ دیہی شہری تفاوت کو کم کیا۔

ج۔ ذات پات کے نظام کو ختم کیا۔ د۔ تعلیم اور ملازمتوں تک محدود رسائی۔

۱۰۔ متن کے مطابق، سر سید احمد خان کے تعلیمی اقدامات کے بنیادی مقاصد میں سے ایک کیا تھا؟

الف۔ علاقائی زبانوں کے استعمال کو فروغ دینا۔ ب۔ سائنسی اور منطقی سوچ کی حوصلہ افزائی کرنا۔

ج۔ مسلمانوں کے روایتی طرز زندگی کا تحفظ۔ د۔ انگریزی تعلیم کی اہمیت کو رد کرنا۔

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ نظریہ پاکستان کا بنیادی اصول کیا ہے؟

۲۔ نظریہ پاکستان کا ملکی نظام پر کیا اثر پڑا؟

۳۔ علامہ اقبال کا انفرادی اور گروہی خود آگاہی پر زور کس طرح قومی ترقی کے پاکستان کے اہداف سے ہم آہنگ ہوا؟

۴۔ برطانوی استعمار کی تعریف کریں۔

۵۔ اپنے وقت کے ایک اہم مصلح کے طور پر سر سید احمد خان کے نمایاں کردار کی مختصر وضاحت کریں۔

سوال نمبر ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

۱۔ انگریزوں کے دور میں مسلمانوں کا کیا حال تھا؟ اس کا نظریہ پاکستان سے کیا تعلق ہے؟

۲۔ قائداعظم کے بیانات کے حوالے سے نظریہ پاکستان پر بحث کریں۔

۳۔ اسلام کے اصولوں، خصوصاً باطنی مساوات وخودارادیت کے فروغ نے جنوبی ایشیا میں ایک الگ مسلم ریاست کے مطالبے کو کیسے اجاگر کیا؟

۴۔ برطانوی استعمار نے برصغیر پاک وہند میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کو کیسے متاثر کیا؟

۵۔ اپنے وقت کے ایک اہم مصلح کے طور پر سر سید احمد خان کے نمایاں کردار کی تفصیل سے وضاحت کریں۔

موازنہ
پاکستان کے نظریہ کا موازنہ دوسری اقوام یا تحریک آزادی کے نظریات سے کریں۔ پاکستان کا نظریہ کس طرح منفرد ہے، اور یہ دوسرے نظریات سے کیسے ہم آہنگ یا مختلف ہے؟

وقت کے ساتھ مطابقت

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ قائد اعظم کے نظریات پاکستان کو موجودہ دور کے مسائل سے نکال سکتے ہیں؟ پاکستان کو ایک جمہوری اور ترقی پسند ملک بنانے کے لیے قائد کی تعلیمات کی روشنی میں عملی منصوبہ تحریر کریں۔

نظریہ پاکستان پر تحقیق

طلباء نظریہ پاکستان پر تحقیق کریں گے۔ وہ تاریخی تناظر، دو قومی نظریہ اور نظریہ پاکستان کی تشکیل میں مذہب کے کردار کی چھان بین کریں گے۔ طلباء خاندان کے ارکان، دوستوں، یا کمیونٹی کے ارکان سے انٹرویو کر سکتے ہیں۔ وہ ملٹی میڈیا پریزنٹیشنز بنائیں گے جو ان کے تحقیقی نتائج کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان پیشکشوں میں ایسی تصاویر، ویڈیوز اور آڈیو کلپ شامل ہونے چاہئیں جو نظریہ پاکستان کے بارے میں طلباء کے علم میں اضافہ کریں۔

اس باب سے مشکل الفاظ کی فہرست نکالیں اور ان کے معنی لکھیں۔	

حصہ اول
تاریخ پاکستان

سبق
02

پاکستان کا قیام

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ۱۹۰۶ سے ۱۹۲۰ کے درمیان ہندوستان میں ہونے والی پیشرفت کا تجزیہ کیا جائے گا۔ (شملہ وفد سے تحریک خلافت تک)
- ۱۹۲۰ سے ۱۹۳۹ کے درمیان اہم سیاسی پیش رفت کا تجزیہ کیا جائے گا۔ (تحریک خلافت سے یوم نجات تک)
- ۱۹۴۰ سے ۱۹۴۷ کے دوران ہونے والی سیاسی پیش رفت کا جائزہ لیا جائے گا۔
- پاکستان کی تشکیل میں خواتین اور اقلیتوں سمیت سیاسی رہنماؤں کے کردار پر تبادلہ خیال کیا جائے گا۔

۱۹۰۶ سے ۱۹۲۰ کے درمیان اہم پیش رفت

شملہ وفد (۱۹۰۶)

۱۸۸۵ میں قائم ہونے والی انڈین نیشنل کانگریس کا دعویٰ تھا کہ وہ برصغیر پاک وہند میں رہنے والی تمام برادریوں کے مفادات کی حفاظت کے لیے کام کرے گی۔ ۱۹۰۵ میں کانگریس کی بنگال کی تقسیم کے خلاف مخالفت، جس میں بنگال کو دو صوبوں، مشرقی بنگال اور مغربی بنگال میں تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی گئی تھی، نے مسلمانوں میں کانگریس کے تئیں عدم اعتماد پیدا کر دیا۔ ہندو قوم پرست تحریکوں کے عروج نے مسلمانوں کے لیے خطرہ پیدا کر دیا۔ ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد، جو مسلمان مایوسی کا شکار ہوئے تھے، انہوں نے بیسویں صدی کے اوائل میں اپنا اعتماد بحال کر لیا تھا۔ دوسری طرف ۱۹۰۵ میں لائیڈ جارج کی قیادت میں آزاد خیال جماعت (لبرل پارٹی) نے برطانیہ میں انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ اس آزاد خیال جماعت نے اعلان کیا کہ ہندوستان میں آئینی اصلاحات متعارف کرائے جائیں گے۔ مسلم قیادت کا خیال تھا کہ مستقبل کی ان اصلاحات میں مسلمانوں کے مطالبات کو حکومت کے سامنے پیش کرنا دانشمندی ہوگی۔

یکم اکتوبر ۱۹۰۶ کو ۳۵ مسلمانوں کے ایک وفد نے سر آغا خان کی قیادت میں، ہندوستان کے مختلف خطوں کی نمائندگی کرتے ہوئے وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے ملاقات کی۔ اس وفد نے وائسرائے کو درج ذیل مطالبات پیش کیے:

- کہا گیا کہ دو بڑی جماعتوں، مسلمانوں اور ہندوؤں کی موجودگی کی وجہ سے بھارت کی صورتحال برطانیہ سے مختلف ہے۔
- یہ مطالبہ کیا گیا کہ مسلم آبادی کی اقلیتی حیثیت کو دیکھتے ہوئے، ہندوستان میں علیحدہ انتخابی نظام متعارف کرایا جائے۔
- سرکاری نوکریوں میں مسلمانوں کے لیے کوٹہ مختص کیا جائے۔
- وفد نے درخواست کی کہ عدلیہ میں مسلمانوں سے متعلق معاملات حل کرنے کے لیے مسلم جج مقرر کیے جائیں۔
- وفد نے ہندوستان میں مسلمانوں کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالی اور ان کے لیے قانون ساز اسمبلیوں میں ان کی آبادی کے تناسب سے زائد نشستوں کا مطالبہ کیا۔
- مطالبہ کیا گیا کہ محمدن اینگلو اورینٹل (MAO) کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔

وائسرائے لارڈ منٹو نے مسلم وفد کا احترام کیا اور اس بات کو یقینی بنایا کہ ان کے مطالبات کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔

شملہ وفد کی کامیابی

مسلمان قوم کو ۱۸۵۷ سے ہی چیلینجز کا سامنا تھا۔ تاہم، شملہ وفد نے مسلمانوں کے لیے کچھ کامیابیاں حاصل کیں۔

۱۔ شملہ وفد نے مسلمانوں اور برطانوی حکومت کے درمیان خلیج کو پُر کیا۔

۲۔ شملہ وفد نے مسلمانوں کے اعتماد کو بڑھایا۔

۳۔ شملہ وفد کی کامیابی نے آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کی راہ ہموار کی۔

۴۔ ۱۹۰۹ کے منٹو مارلے اصلاحات کے ذریعے مسلمانوں کے لیے علیحدہ انتخابی حلقوں کا مطالبہ قبول کیا گیا۔

۵۔ علیحدہ انتخابی مطالبے کی منظوری کے ذریعے مسلمانوں کو ایک الگ قوم کے طور پر تسلیم کیا گیا۔

۶۔ مسلمانوں نے محسوس کیا کہ وہ انڈین نیشنل کانگریس کی حمایت کے بغیر اپنے مطالبات براہ راست برطانوی حکومت کو پیش کر سکتے ہیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ (۱۹۰۶)

اردو -ہندی تنازعہ، انتہا پسند ہندو تنظیموں کا قیام اور کانگریس کی مسلم دشمن پالیسیوں نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ مسلم قوم کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک پلیٹ فارم بنائیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام

آل انڈیا مسلم ایجوکیشن کانفرنس کا سالانہ اجلاس ۱۹۰۶ میں ڈھاکہ میں منعقد ہوا، ہندوستان کے ممتاز مسلم رہنماؤں نے اس اجلاس میں شرکت کی۔ اجلاس کے بعد ڈھاکہ کے نواب سلیم اللہ خان نے ایک اجلاس بلایا۔ جس میں سیاسی جماعت کی تشکیل پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ یہ اجلاس ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ کو منعقد ہوا اور اس کی صدارت نواب وقار الملک نے کی۔ انہوں نے ایک سیاسی جماعت کے قیام کی تجویز پیش کی، اور نواب سلیم اللہ خان، مولانا ظفر علی خان اور حکیم اجمل خان جیسے شرکاء نے اس خیال کی مکمل حمایت کی، جس کے نتیجے میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے اہداف

۱۔ مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ اور مسلمانوں کے مطالبات کو برطانوی حکومت کے سامنے باعزت طریقے سے پیش کرنا۔

۲۔ مسلمانوں میں برطانوی حکومت کے تئیں وفاداری کے جذبات پیدا کرنا اور حکومتی پالیسیوں کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنا۔

۳۔ مندرجہ بالا مقاصد کو نقصان پہنچائے بغیر ہندوستان کی دیگر جماعتوں کیساتھ معاونت کرنا۔

۳۰ دسمبر ۱۹۰۷ کو آل انڈیا مسلم لیگ کا پہلا سالانہ اجلاس کراچی میں منعقد ہوا۔ لیگ کا اگلا اجلاس ۱۸ مارچ ۱۹۰۸ کو علی گڑھ میں ہوا۔ جس میں سر آغا خان صدر اور حسن بلگرامی کو سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ سید امیر علی کو لندن برانچ کا صدر مقرر کیا گیا۔ لیگ نے مسلمانوں کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کیا، جو ہندوؤں کے بعد ہندوستان کی دوسری سب سے بڑی قوم تھی۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے ۱۹۰۶ سے ۱۹۴۷ تک بہت اہم کردار ادا کیا۔

منٹو مارلے اصلاحات (۱۹۰۹)

مسلمانوں کے علیحدہ انتخابی حلقے کے مطالبے کو تسلیم کیا گیا۔

مرکزی اور صوبائی کونسل کی رکنیت ہندوستان کے وائسرائے لارڈ منٹو نے کی، آئینی اصلاحات کا مسودہ تیار کر کے سیکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا مسٹر مورلے کو

بھجوایا۔ برطانوی پارلیمنٹ نے اس بل کی منظوری دی، جسے ۱۹۰۹ میں ہندوستان میں لاگو کیا گیا اور اسے منٹو۔مورلے ریفارمز کا نام دیا گیا۔ اصلاحات کی اہم دفعات درج ذیل ہیں:

۱۔ مسلمانوں کے لیے علیحدہ انتخابی حلقے کی مانگ کو قبول کیا گیا۔

۲۔ مرکزی اور صوبائی کونسل کی رکنیت میں اضافہ کیا گیا۔

۳۔ قانون ساز کونسلوں کے اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔

۴۔ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل اور صوبائی ایگزیکٹو کونسلوں میں ہندوستانیوں کو شامل کیا گیا۔

۵۔ بلدیاتی اداروں کو اپنے نمائندے منتخب کرنے کی اجازت دی گئی۔

تجزیہ

منٹو۔مارلے ریفارم ۱۹۰۹ مسلمانوں کے لیے نتیجہ خیز ثابت ہوا کیونکہ مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے ان کے علیحدہ انتخابی حلقے کا مطالبہ تسلیم کر لیا گیا۔ قانون ساز کونسلوں کی رکنیت اور اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔

میثاقِ لکھنؤ (۱۹۲۶)

آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈین نیشنل کانگریس کا ایک مشترکہ اجلاس دسمبر ۱۹۱۶ میں لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ یہ واقعہ ہندوستان میں ایک تاریخی لمحہ تھا۔ دونوں فریقین درج ذیل نکات پر متفق ہوئے۔

۱۔ آل انڈین نیشنل کانگریس نے مسلم لیگ کے جداگانہ انتخابی مطالبے کو قبول کر لیا۔

۲۔ صوبائی خودمختاری کو یقینی بنایا گیا، اور صوبائی کونسلوں کو ٹیکس لگانے اور بجٹ پر ووٹ دینے کا اختیار دیا گیا۔

۳۔ مرکزی قانون ساز اسمبلی میں مسلمانوں کی ایک تہائی نمائندگی دی گئی۔

۴۔ اگر کسی خاص قومیت کے متعلق کوئی بل پیش کیا جاتا ہے، اور اس قومیت کے تین چوتھائی (۳/۴) اراکین اس بل کی مخالفت کرتے ہیں، تو بل کو مسترد کر دیا جائے گا۔ یہ جزو اقلیتی برادری کے حق میں تھا۔

۵۔ صوبائی قانون ساز کونسلوں میں، (۴/۵) اراکین کا انتخاب کیا جائے گا، جبکہ ایک پانچواں (۱/۵) کا مزد کیا جائے گا۔

۶۔ مسلم اکثریتی صوبوں بنگال اور پنجاب میں مسلمانوں کی نشستیں کم کی جائیں گی، جبکہ مسلم اقلیتی صوبوں بہار، ممبئی، مدراس، سی پی اور یو پی میں مسلمانوں کی نشستیں بڑھائی جائیں گی۔

۷۔ قانون ساز اسمبلیوں کے ارکان کو سوال پوچھنے اور تحریک التواء پیش کرنے کا حق دیا جائے گا۔

۸۔ انتظامیہ اور عدلیہ الگ ہونی چاہیے۔

تجزیہ

لکھنؤ معاہدہ مختلف وجوہات کی بنا پر اہم تھا۔ کانگریس نے مسلمانوں کے لیے علیحدہ انتخابی حلقوں اور مرکزی کونسل میں ایک تہائی مسلمانوں کی نمائندگی کو تسلیم کرلیا۔ یہ مسلمانوں کے لیے ایک اہم سنگ میل تھا جب کانگریس نے انہیں ایک علیحدہ قوم کے طور پر قبول کیا۔

تحریک خلافت (۱۹۱۹)

پہلی جنگ عظیم کے دوران، ترکی جو خلافت کا گڑھ تھا، اتحادی افواج سے لڑا اور اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ خلافت عثمانیہ جو کہ ۱۲۹۹ میں قائم ہوئی تھی، اسے اتحادی افواج سے خطرہ تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکی میں خلافت کے ادارے کی حفاظت کے مقصد سے تحریک خلافت شروع کی۔ اس تحریک کے تین بنیادی مطالبات یا مقاصد یہ تھے۔

۱۔ خلافت عثمانیہ کو ختم نہ کیا جائے۔

۲۔ مسلمانوں کے مقدس مقامات کی بے حرمتی نہ کی جائے۔

۳۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے جو علاقے ترکی کے کنٹرول میں تھے انہیں ترکی سے نہیں چھینا جائے۔

وقوعہ

مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا عبد الباری، حکیم اجمل خان، ڈاکٹر مختار انصاری اور بیرسٹر جان محمد جونیجو تحریک خلافت کے ممتاز رہنما تھے۔ انہوں نے برطانوی حکومت کے لیے خلافت کے ادارے کی اہمیت پر زور دینے کے لیے ریلیوں اور احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کیا۔ سید سلیمان ندوی، سید حسین، مولانا محمد علی جوہر اور حسن حیات پر مشتمل ایک وفد اس مسئلے کو اجاگر کرنے کے لیے برطانیہ بھیجا گیا۔ وفد نے وزیر اعظم سمیت برطانوی ارکان پارلیمنٹ سے ملاقات کی اور ادارہ خلافت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ بد قسمتی سے، برطانوی حکومت کا رویہ ترکی کے معاملے میں سازگار نہ تھا اور وفد خالی ہاتھ واپس ہندوستان چلا آیا۔

گاندھی کا کردار اور ہندو مسلم اتحاد: گاندھی، ایک ممتاز ہندو رہنما تھے، وہ تحریک خلافت میں شامل ہوئے اور مسلم کمیونٹی سے عزت حاصل کی۔ تحریک خلافت کے دوران ہندو مسلم اتحاد اپنے عروج پر تھا۔ گاندھی نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ سرکاری ملازمتوں سے **مستعفی ہو جائیں**، **تعلیمی** اداروں میں جانے سے پرہیز کریں، عدالتوں کا بائیکاٹ کریں اور اپنے القابات سے دستبردار ہو جائیں۔

تحریک ہجرت: مولانا عبد الباری فرنگی اور مولانا ابوالکلام آزاد نے فتویٰ جاری کیا کہ ہندوستان ایک دار الحرب (جنگ کا گھر) ہے، اور وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی زندگیوں اور اسلام کو خطرات لاحق ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ ہندوستان چھوڑ کر ایک اسلامی ملک میں پناہ لینے پر غور کریں۔ اس فتوی کے اجراء کے بعد تقریباً ۱۸۰۰۰ مسلمانوں نے افغانستان کی طرف ہجرت کرنے کی کوشش کی۔ تاہم، افغان حکومت نے ہندوستانی مسلمانوں کو اپنی سرزمین میں داخل کرنے سے انکار کر دیا، اور بے سہارا افراد کا اپنے گھروں کو لوٹنے کے سوا کوئی چارہ نہیں بچا۔

گاندھی کا تحریک خلافت کو ختم کرنے کا فیصلہ: گاندھی نے دو مخصوص وجوہات کی بنا پر تحریک خلافت سے لاتعلقی کا اعلان کیا۔

پہلی وجہ یہ کہ موپلوں نے، جو عرب نسل سے تھے اور مالابار کے ساحلوں پر آباد تھے، تحریک خلافت کے دوران احتجاج کیا۔ کچھ کو گرفتار کیا گیا، اور ان میں سے تقریباً ۰۰ ۴ برطانوی حکومت کے ہاتھوں مارے گئے۔ بعد میں موپلوں نے بغاوت کی، برطانوی حکومت کے خلاف گوریلا جنگ میں حصہ لیا اور برطانوی افسران کے ساتھ ساتھ کچھ ہندو پڑوسیوں کو بھی نشانہ بنایا۔ حکومت نے موپلاس کی بغاوت کو دبانے کے لیے اقدامات کیے تھے۔ گاندھی نے موپلاس کی پر تشدد سرگرمیوں پر سخت تنقید کی۔

دوسرا، ۱۹۲۲ کے آغاز میں، گاندھی نے اپنی عدم تعاون کی تحریک کا آغاز فرخ آباد ضلع کے ایک چھوٹے سے قصبے چوری چورا سے کیا۔ فروری ۱۹۲۲ کو چوری چورا کے لوگوں نے ایک مظاہرہ کیا اور ٹیکس دینے اور حکومتی قوانین کو ماننے سے انکار کا اعلان کیا۔ پولیس نے طاقت کے استعمال سے مظاہرین کو منتشر کرنے کی کوشش کی۔ ہجوم نے ۲۲ پولیس اہلکاروں کو آگ لگادی۔ گاندھی نے فوری طور پر تحریک عدم تعاون اور خلافت تحریک کو ختم کر دیا۔

نتائج

تحریک خلافت کا آغاز ہندوستانی مسلمانوں نے بڑے جوش وخروش سے کیا تھا۔ تاہم، یہ تحریک بالآخر ناکامی پر ختم ہوئی۔ خلافت کے تاریخی ادارے کو اتحادی افواج نے ختم نہیں کیا تھا بلکہ ایک ترک مسلمان مصطفی کمال اتاترک نے ختم کیا تھا۔ تحریک خلافت نے ہندوستانی سیاست پر اہم اثرات چھوڑے۔ مسلمانوں نے گاندھی کے فلسفے پر بھروسہ نہ کرنے کا سبق سیکھا۔ اور انہیں اعتماد اور سیاسی پختگی حاصل ہوئی۔

۱۹۲۰-۱۹۳۹ کے درمیان اہم پیش رفت

سائمن کمیشن ۱۹۲۷:

ہندوستانی حکومت نے ۱۹۱۹ میں مانٹیگو چیلمسفورڈ اصلاحات کو متعارف کروایا۔ اس نے اعلان کیا کہ دس سال کے بعد، اصلاحات کے نتائج کا جائزہ لینے اور ہندوستانیوں کے لیے مزید اصلاحات کی سفارش کرنے کے لیے ایک کمیشن ہندوستان بھیجا جائے گا۔ حکومت نے اپنا وعدہ پورا کیا، اور ۱۹۲۷ میں سر جان سائمن کی سربراہی میں ایک کمیشن قائم کیا۔ سائمن کمیشن کے رکن کے طور پر ہندوستان سے ایک بھی شخص شامل نہیں تھا۔ دو بڑی سیاسی جماعتوں، انڈین نیشنل کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ نے کمیشن کا بائیکاٹ کیا۔ سائمن کمیشن کے خلاف بھارت میں احتجاجی مظاہرے کیے گئے جن کا استقبال "سائمن گو بیک، سائمن گو بیک" کے نعروں سے ہوا۔

نہرو رپورٹ (۱۹۲۸)

ہندوستان کے سکریٹری آف اسٹیٹ، لارڈ برکن ہیڈ نے برطانوی پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ ہندوستانی اب تقسیم ہو گئے ہیں اور ہندوستان میں مزید اصلاحات کے لیے متفقہ تجاویز تیار کرنے سے قاصر ہیں۔ ہندوستانی قیادت نے اس چیلنج کو قبول کیا، اور فروری ۱۹۲۸ میں ایک آل پارٹی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ متفقہ تجاویز تیار کرنے کے لیے ایک کمیٹی قائم کی گئی جس کے سربراہ موتی لال نہرو تھے۔ دیگر اراکین میں این اے جوشی، ایم آر جیکر، جی آر پردھان، تیج بہادر سپرو، سر علی

امام اور شعیب قریشی شامل تھے۔ کمیٹی نے مسلم کمیونٹی کے مفادات کو نظر انداز کیا اور ایک رپورٹ جاری کی جسے 'نہرو رپورٹ' کہا جاتا ہے۔ مسلم اراکین نے ان تجاویز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ نہرو رپورٹ میں درج ذیل تجاویز کا خاکہ پیش کیا گیا تھا۔

۱۔ علیحدہ انتخابی حلقوں کے طریقہ کار کو مشترکہ رائے دہندگان کے طریقہ کار سے تبدیل کیا جانا چاہیے۔ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کے مقابلے میں کم تھی۔ الگ الگ انتخابی حلقوں کے تحت مسلمانوں کے لیے نشستیں مختص کی جاتی تھیں۔ کانگریس نے محسوس کیا کہ وہ مشترکہ رائے دہندگان کے تحت زیادہ سیٹیں جیت سکتی ہے۔

۲۔ مرکزی قانون ساز اسمبلی میں ایک چوتھائی نشستیں مسلمانوں کے لیے مختص کی جائیں۔

۳۔ سندھ کو الگ صوبہ قرار دیا جائے، بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبے(NWFP) کو مزید اختیارات دیئے جائیں۔

۴۔ ہندی کو ہندوستان کی سرکاری زبان قرار دیا جائے۔

تجزیہ

مسلمانوں کے مطالبات، جنہیں لکھنؤ معاہدہ (۱۹۱۶) کے تحت تسلیم کیا گیا تھا، کانگریس نے نہرو رپورٹ میں انہیں الٹ دیا۔ مسلمانوں کے مفادات کو نقصان پہنچایا گیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ کانگریس ان کے مفادات کو پورا نہیں کر سکتی۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چودہ نکات (۱۹۲۹)

نہرو رپورٹ (۱۹۲۸) کے تحت مسلمانوں کے مفادات بری طرح متاثر ہوئے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹۲۹ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس بلایا اور اپنے چودہ نکات پیش کئے۔

۱۔ تمام صوبوں کو یکساں طور پر صوبائی خود مختاری دی جائے۔

۲۔ ایک وفاقی نظام متعارف کرایا جائے، اور بقایا اختیارات صوبوں کو سونپے جائیں۔

۳۔ تمام قانون ساز اسمبلیوں میں اقلیتوں کو موثر اور مناسب نمائندگی فراہم کی جائے لیکن ان کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل نہ کیا جائے۔

۴۔ مسلمانوں کے لیے الگ انتخابی نظام ہونا چاہیے۔

۵۔ سندھ کو الگ صوبہ قرار دیا جائے۔

۶۔ مرکزی قانون ساز اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی (۱/۳) نشستیں مخصوص کی جائیں۔

۷۔ بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبے(NWFP) میں اصلاحات متعارف کرائے جائیں۔

۸۔ اگر صوبوں کی حد بندی ضروری ہے تو پنجاب، بنگال اور شمال مغربی سرحدی صوبے (موجودہ خیبر پختونخواہ) میں مسلم اکثریت کو اقلیت میں تبدیل نہ کیا جائے۔

۹۔ مرکزی اور صوبائی وزارتوں میں مسلم کیمونٹی کے وزراء کا ایک تہائی (۱/۳) ہونا ضروری ہے۔

۱۰۔ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کے لیے نشستیں مخصوص کی جائیں۔

۱۱۔ ہندوستان میں تمام برادریوں کو مذہبی آزادی دی جائے۔

۱۲۔ مجالس قانون ساز کو کسی ایسی تحریک یا تجویز منظور کرنے کا اختیار نہ ہو جسے کسی قوم کے تین چوتھائی ارکان اپنے قومی مفادات کے حق میں قرار دیں۔

۱۳۔ مسلم ثقافت، تعلیم اور زبان کو آئینی تحفظ دیا جائے۔

۱۴۔ صوبوں اور ریاستوں سے منظوری حاصل کرنے کے بعد آئین میں ترامیم کی جائیں۔

تجزیہ

قائد کے یہ چودہ نکات نہرو رپورٹ کی تجاویز کا فوری اور مناسب جواب تھے۔ یہ امت مسلمہ کے معتدل اور حقیقی مطالبات تھے جو صحیح وقت پر پیش کیے گئے۔ مسلمانوں نے بعد کے سالوں میں چودہ نکات کے ڈھانچے کی بنیاد پر اپنی جدوجہد جاری رکھی۔

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کا خطاب (۱۹۳۰)

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ۱۹۳۰ میں الہ آباد میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت عظیم مسلم مفکر علامہ اقبال نے کی۔ یہ اجلاس اس لیے اہمیت کا حامل ہے کہ اس اجلاس میں علامہ اقبال نے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا تصور پیش کیا۔ علامہ اقبال نے اپنی صدارتی تقریر میں درج ذیل نکات کی نشاندہی کی۔

انہوں نے کہا کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں رہنمائی کرتا ہے۔ اقبال نے ہندوستانی تناظر میں دو قومی نظریہ کے تصور پر زور دیا۔ انہوں نے مغربی دنیا پر بھی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ مغرب میں مذہب کو ہر فرد کا نجی معاملہ قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں مادے کو روح سے الگ کرنے کا کوئی تصور نہیں ہے اور دونوں یکساں اہمیت کے حامل ہیں۔ اسلام ایک متحرک قوت ہے جس نے مسلمانوں کی مسلسل حفاظت کی ہے۔ اقبال نے ہندوستان کے ایک قوم ہونے کے نظریہ کو سختی سے مسترد کیا اور زور دے کر کہا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک قوم نہیں سمجھا جا سکتا۔ ہندوستان میں مختلف قومیں رہتی ہیں جن میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان کا مغربی دنیا سے موازنہ غلط ہوگا۔ مسلمانوں کے پاس علیحدہ وطن کے حصول کی معقول وجوہات ہیں کیونکہ یہ اسلام کے بنیادی اصولوں سے ہم آہنگ ہے۔

علامہ اقبال نے فرمایا:

> "ہندوستان ایک براعظم ہے۔ جہاں مختلف قومیں ایک ساتھ رہتی ہیں، اور وہ آپس میں اختلافات رکھتے ہیں۔ اگر کوئی آئین یا مستقبل کی ترتیبات اس خیال پر مبنی ہے کہ 'تمام ہندوستانی ایک قوم سے تعلق رکھتے ہیں'، تو یہ ممکنہ طور پر ہندوستان میں خانہ جنگی کو بھڑکا سکتا ہے۔ اس لیے میں ہندوستان کے مسلمانوں کے بہترین مفاد میں ایک مسلم ریاست کے قیام کا مطالبہ کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا مجھے ایسا لگتا ہے کہ شمال مغربی ہندوستان میں، خاص طور پر ہندوستان کے شمال مغربی خطے میں ایک مضبوط مسلم ریاست قائم کرنا پڑے گی۔"

علامہ اقبال کا خطاب سیاسی جدوجہد میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ اس نے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ایک واضح سمت فراہم کی۔ انہوں نے مسلم اکثریتی علاقوں میں ایک الگ اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا۔ یہ پہلا واقعہ ہے جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر کسی مسلمان نے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا تھا۔

گول میز کانفرنس (۱۹۳۰ - ۱۹۳۲)

قائداعظم محمد علی جناح نے برطانوی وزیراعظم مسٹر رمزے میکڈونلڈ کو ایک خط لکھا جس میں اُن پر زور دیا گیا کہ وہ ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتوں کی ایک کانفرنس بلائیں تاکہ وہ اپنے مطالبات حکومت کے سامنے پیش کریں۔

گول میز کانفرنس کا پہلا اجلاس ۱۲ نومبر ۱۹۳۰ سے ۱۹ جنوری ۱۹۳۱ تک منعقد ہوا۔ کانگریس نے پہلے اجلاس کا بائیکاٹ کیا۔ کانفرنس کے پہلے اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناح، مولانا محمد علی جوہر، سر آغا خان وغیرہ جیسے ممتاز رہنماؤں نے مسلم لیگ کی نمائندگی کی۔ مختلف مسائل کے حل کے لیے آٹھ ذیلی کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ وزیراعظم نے ہندوستان میں مرکز میں وفاقی نظام اور صوبوں میں ذمہ دار حکومت کا نظام متعارف کرانے کا اعلان کیا۔ حکومت نے مسلمانوں کے مطالبات کے حوالے سے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

گول میز کانفرنس کا دوسرا سیشن ۷ ستمبر ۱۹۳۱ سے یکم دسمبر ۱۹۳۱ تک منعقد ہوا۔ جس میں کانگریس کی نمائندگی گاندھی نے کی جبکہ مسلم لیگ کی نمائندگی علامہ اقبال، مولانا شوکت علی اور سر علی امام نے کی۔ گاندھی نے ہندوستان کو ایک قوم ثابت کرنے کی پوری کوشش کی۔ گاندھی کے سخت رویہ کی بناء پر، اقلیتوں کے معاملے پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکا۔ اور اجلاس بغیر کسی نتیجے پر پہنچے ختم کر دیا گیا۔

تیسرا اجلاس ۷ انومبر ۱۹۳۲ سے ۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ تک منعقد ہوا۔ تیسرے اجلاس میں کانگریس نے شرکت نہیں کی جبکہ مسلم لیگ کی نمائندگی سر آغا خان نے کی۔ تیسرا سیشن بغیر کسی نتیجے کے ختم ہو گیا۔

کمیونل ایوارڈ (۱۹۳۲)

برطانوی وزیراعظم مسٹر رمزے میکڈونلڈ نے اگست ۱۹۳۲ میں کمیونل ایوارڈ کا اعلان کیا۔ جس کے تحت مسلمانوں، سکھوں، ہندوستانی عیسائیوں، اینگلو انڈینز، یورپیوں اور نچلے طبقات کے لیے الگ الگ انتخابی حلقوں کو بڑھا دیا گیا۔ اس ایوارڈ نے ہندوستان میں اقلیتوں کے حق میں، مرکزی قانون ساز اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی نشستیں محفوظ کیں۔ تناسب کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اقلیتوں کو متعلقہ صوبوں میں ان کی آبادی سے زیادہ صوبائی اسمبلیوں میں نشستیں مختص کی گئیں۔ تاہم یہ فیصلہ مسلمانوں کے مفادات کے خلاف تھا، کیونکہ پنجاب اور بنگال کے صوبوں میں ان کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ ہندوستان کی سیاسی جماعتوں نے کمیونل ایوارڈ کو قبول نہیں کیا اور مسلم لیگ نے بھی پنجاب اور بنگال کی قانون ساز اسمبلیوں میں مسلم نشستوں میں کمی کی وجہ سے اسے مسترد کر دیا۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ (۱۹۳۵)

برطانوی حکومت نے نہرو رپورٹ، قائد کے چودہ نکات اور تینوں گول میز کانفرنسوں (۱۹۳۰-۱۹۳۲) کے نتائج کو مد نظر رکھتے ہوئے ہندوستان کے مستقبل کے آئین کی تشکیل کا عمل شروع کیا۔ ۱۹۳۵ کے آئین کی اہم خصوصیات درج ذیل تھیں:

: ایک دو ایوان والی قانون ساز اسمبلی بنائی گئی۔ جس میں ریاستی کونسل ایوان بالا کے طور پر کام کرتی تھی، جس میں کل ۲۶۰ ارکان تھے، جن میں سے ۱۵۶ صوبوں کی نمائندگی کرتے تھے اور ۱۰۴ ریاستوں کی نمائندگی۔ ایوان زیریں کے طور پر خدمات انجام دینے والی وفاقی اسمبلی ۳۷۵ ارکان پر مشتمل تھے، جس میں ۲۵۰ صوبوں اور ۱۲۵ ریاستوں کی نمائندگی کرتے تھے۔

: صوبوں اور ریاستوں پر مشتمل وفاقی نظام متعارف کرایا گیا۔

: مرکز اور صوبوں کے درمیان اختیارات کو تین فہرستوں میں تقسیم کیا گیا: وفاقی فہرست، صوبائی فہرست اور متوازی فہرست۔

: ۱۹۳۵ کے ایکٹ کے تحت انڈیا کے ۱۱ (گیارہ) صوبے تھے، جن میں سے ہر ایک کو صوبائی اور کنکرنٹ لسٹ میں درج مضامین پر قانون بنانے کا اختیار حاصل تھا۔

: صوبائی خود مختاری میں اضافہ کیا گیا۔

: ہر صوبے میں وزراء کی ایک کونسل تھی، اور گورنر، کونسل کے مشورے پر عمل کرنے کا پابند تھا۔ البتہ، صوبائی گورنر بھارت کے گورنر جنرل کے ذیلی تھے۔

: انڈین کونسل کو ختم کر دیا گیا۔

: وفاقی عدالت چیف جسٹس اور چھ دیگر ججوں پر مشتمل تھی جو اعلیٰ عدلیہ کے طور پر کام کرتی تھی۔ قانون (ایکٹ) فیڈرل عدالت کی اختیارات کے بارے میں تفصیلات فراہم کرتا تھا۔

تجزیہ

منٹو-مارلے ریفارم ۱۹۰۹ مسلمانوں کے لیے نتیجہ خیز ثابت ہوا کیونکہ مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے ان کے علیحدہ انتخابی حلقے کا مطالبہ تسلیم کر لیا گیا۔ قانون ساز کونسلوں کی رکنیت اور اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔

کانگریس کی وزارتوں کی تشکیل (۱۹۳۷-۱۹۳۹)

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ کے تحت ۱۹۳۷ میں صوبائی اسمبلی کے انتخابات ہوئے۔ صوبوں کی کل نشستوں کی تعداد ۱۵۸۵ تھی، اور مسلم لیگ نے ۴۹۵ میں سے ۱۰۸ مسلم مخصوص نشستیں حاصل کیں۔ مسلم لیگ مختلف وجوہات کی بنا پر اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہ کر سکی۔ کانگریس نے ہندوستان کے کل ۱۱ (گیارہ) صوبوں میں سے ۸ (آٹھ) میں صوبائی وزارتیں بنائیں۔ تاہم مسلم لیگ کسی بھی صوبے میں وزارت قائم کرنے میں ناکام رہی۔ ۸ (آٹھ) صوبوں میں وزارتوں کی تشکیل کے فوراً بعد، کانگریس نے مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں شروع کر دیں، جس کی تفصیل ذیل میں ہے۔

پارٹی کے جھنڈے لہرانا: جب ۸ (آٹھ) صوبوں میں کانگریس کی وزارتیں بن گئیں تو کانگریس نے سرکاری افسران کو ہدایات جاری کیں کہ وہ سرکاری عمارتوں پر کانگریس کے جھنڈے لہرائیں۔

وندے ماترم ترانہ: "وندے ماترم" بنکم چندر چیٹرجی کے ناول "آنند مٹھ" سے لیا گیا ایک نغمہ تھا۔ اس نغمے میں مسلمانوں کی منفی تصویر پیش کی گئی تھی اور مسلمانوں کو ہندوستان سے نکالنے کی تائید کی گئی تھی، اور یہ تجویز کیا گیا تھا کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کے لیے ہے۔ کانگریس نے "وندے ماترم" کو قومی ترانہ قرار دیا اور ہدایات جاری کیں کہ سرکاری دفاتر اور تعلیمی اداروں میں دن کا آغاز اس کو پڑھ کر کیا جائے۔

ودیہ مندر اسکیم: یہ ایک نئی تعلیمی اسکیم تھی جو ان صوبوں میں متعارف کرائی گئی تھی جہاں کانگریس پارٹی نے اپنی وزارتیں بنائی تھیں، اور اس اسکیم کا مقصد مسلم ثقافت کو مٹانا تھا۔ اس اسکیم کا مقصد مسلمانوں کو ہندو مذہب میں تبدیل کرنا تھا اس لیئے اسے تمام تعلیمی اداروں میں لاگو کیا گیا۔ طلباء کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے اسکول کی اسمبلیوں کے دوران ہر روز گاندھی کی تصویر کو خراج عقیدت پیش کریں۔

وردھا اسکیم: یہ اسکیم گاندھی کے فلسفہ ہندو قوم پرستی کی تبلیغ اور عدم تشدد کی اہمیت پر زور دینے کا نتیجہ تھی۔ اس اسکیم کا بنیادی مقصد نوجوان طلبہ کے ذہنوں میں ہندو ہیروز اور مذہبی رہنماؤں کے لیے احترام پیدا کرنا تھا۔ یہ اسکیم یہ احساس پیدا کرنے کے لیے بنائی گئی تھی کہ ہندوستان میں صرف ایک ہی قوم ہے۔ یہ جان بوجھ کر مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے متعارف کرائی گئی تھی۔

مسلمانوں پر حملے: کانگریس پارٹی کے دور حکومت میں صوبوں میں مسلمانوں پر حملے ایک پریشان کن معمول بن گیا تھا۔ مسلمانوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دیں اور کانگریس کی غیر منصفانہ طرف داری کریں۔

کانگریس کی وزارتوں سے استعفیٰ اور یوم نجات: دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ میں شروع ہوئی اور برطانیہ نے جرمنی کے خلاف لڑتے ہوئے ہندوستانیوں سے ان کی حمایت کا مطالبہ کیا۔ کانگریس کا خیال تھا کہ برطانوی حکومت اس وقت اسے نظر انداز نہیں کر سکتی اور اعلان کیا کہ وہ جنگ میں ہونے والی سرگرمیوں میں حکومت کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔ نومبر ۱۹۳۹ میں کانگریس کی وزارتوں نے صوبائی وزارتوں سے استعفیٰ دے دیا۔ قائداعظم نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ کو پر امن طریقے سے یوم نجات منائیں۔

تجزیہ

کانگریس کی وزارتوں کی حکمرانی مسلمانوں کے لیے ایک نازک دور تھا، کیونکہ اس دوران، اِن کی جانوں، جائیداد اور مذہب پر حملہ ہوا۔ کانگریس نے ہندوستان میں ایک قوم کے احساس کو فروغ دینے کے لیے مسلم مخالف تعلیمی اسکیمیں متعارف کروائیں۔ مسلمانوں نے پرامن طریقے سے ان پالیسیوں پر تنقید کی۔ وہ کانگریس کی وزارتوں سے استعفے دے کر خوش تھے۔

قرارداد لاہور / قرارداد پاکستان (۱۹۴۰)

مارچ ۱۹۴۰ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور میں منٹو پارک میں منعقد ہوا، جو بعد میں اقبال پارک کے نام سے مشہور ہوا۔ قائداعظم نے اس سیشن کی صدارت کی، یہ ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کا ایک اہم واقعہ تھا کیونکہ اس اجلاس میں انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد پر اپنے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا۔ اس اجلاس میں ہندوستان کے مختلف حصوں سے ممتاز مسلم قائدین نے شرکت کی۔ قائد نے اپنی صدارتی تقریر کی اور چند اہم نکات اٹھائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ غلط فہمی ہے کہ ہندوستان میں صرف ایک قوم رہتی ہے۔ بلکہ یہاں دو مختلف قومیں رہتی ہیں: مسلمان اور ہندو۔ وہ مختلف تہذیبوں کے حامل ہیں جن کی عبادت کے اسلوب بھی مختلف ہیں۔ سالوں سے بھارت میں اکٹھے رہنے کے باوجود، ان کی اپنی جداگانہ شناخت ہے اور یہ ایک دوسرے کے ساتھ ملتے نہیں۔ قائد نے زور دے کر کہا کہ ہندوستان کے مسئلے کو ایک فرقہ وارانہ معاملہ کے طور پر نہیں بلکہ بین الاقوامی معاملہ کے طور پر دیکھا جانا چاہیے۔

قرارداد: بنگال کے وزیراعلیٰ 'مولوی فضل الحق نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کو قرارداد پیش کی۔ قرارداد میں کہا گیا: "کوئی بھی آئینی منصوبہ مسلمانوں کے لیے قابل عمل یا قابل قبول نہیں ہو گا جب تک کہ اسے درج ذیل بنیادی اصولوں پر نہ بنایا جائے۔ جغرافیائی طور پر جہاں جہاں مسلمان بکھرے ہوئے ہیں ان علاقوں کو ایک کرنا چاہیے، وہ علاقے جہاں مسلمان عددی طور پر اکثریت میں ہیں، جیسا کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی علاقوں کو ایک کیا جائے تا کہ 'الگ ریاست' کی تشکیل کی جا سکے۔" اجتماع میں موجود تمام قائدین اور شرکاء نے قرارداد کی تائید کی۔

ردعمل

مسلمان کافی خوش تھے کیونکہ قرارداد لاہور نے انہیں ان کی منزل دکھا دی تھی۔ قائداعظم کی مہربان قیادت میں انہوں نے اپنی توانائیاں آزادی کے حصول کے لیے وقف کر دیں۔ دوسری طرف ہندوؤں اور کانگریس نے قرارداد کو مسترد کر دیا۔

کرپس مشن (۱۹۴۲)

مارچ ۱۹۴۲ میں برطانوی حکومت کا ایک وفد سر اسٹافورڈ کرپس کی قیادت میں ہندوستان پہنچا۔ وفد کا مقصد ہندوستان کی سیاسی صورتحال کا جائزہ لینا اور حکومت کو اپنی سفارشات پیش کرنا تھا۔ وفد نے اپریل ۱۹۴۲ میں اپنی رپورٹ حکومت کو پیش کی۔ ان کی سفارشات حسب ذیل تھیں۔

۱۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد، ایک دستور ساز اسمبلی تشکیل دی جائے گی، جس میں صوبوں اور ریاستوں کے اراکین شامل ہوں گے۔

۲۔ جنگ کے خاتمے کے بعد ہندوستان کو تسلط کا درجہ دیا جائے گا۔

۳۔ آئین کی تشکیل آئین ساز اسمبلی کے ذریعے کی جائے گی۔

۴۔ کرپس مشن کی تجاویز کو مجموعی طور پر قبول یا مسترد کر دیا جائے گا۔

ہندوستان چھوڑو تحریک (۱۹۴۲)

برطانیہ دوسری جنگ عظیم میں حصہ لے رہا تھا۔ کانگریس نے محسوس کیا کہ برطانیہ جنگ میں کامیاب نہیں ہو گا اور اس نے حکومت پر غیر منقسم ہندوستان چھوڑنے کے لیے دباؤ ڈالنے کی کوشش کی۔ اگست ۱۹۴۲ میں کانگریس نے ہندوستان چھوڑو تحریک شروع کی۔ اس تحریک میں کانگریس نے الگ مسلم ریاست کے قیام میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کی۔ ہندو اپنے ایجنڈے کے حصول کے لیے پر تشدد سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ تاہم، حکومت نے صورت حال پر قابو پا لیا، اور یہ تحریک بالآخر ناکام ہو گئی۔

تقسیم کرو اور ہندوستان چھوڑو

قائداعظم محمد علی جناح نے 'ہندوستان چھوڑو تحریک' کو مسلم دشمن قرار دیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ تحریک ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف ایک سازش تھی۔ قائداعظم نے 'ہندوستان چھوڑو تحریک' کا جواب اس نعرے کے ساتھ دیا، 'تقسیم کرو اور ہندوستان چھوڑدو۔' یہ قائداعظم کا بہترین جواب تھا۔ انہوں نے بھارتی مسلمانوں کے لیے الگ مسلم ریاست حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام توانائیوں کو وقف کیا۔

گاندھی-جناح مذاکرات (۱۹۴۴)

۱۷ جولائی ۱۹۴۴ کو گاندھی نے قائداعظم کو خط لکھ کر ان سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ گاندھی جناح مذاکرت ۹ ستمبر ۱۹۴۴ کو شروع ہوئے اور ۲۷ ستمبر ۱۹۴۴ تک ممبئی میں جاری رہے۔ گاندھی نے قائداعظم سے کہا کہ وہ ان سے ذاتی حیثیت میں ملنے آئے ہیں نہ کہ انڈین نیشنل کانگریس کے نمائندے

کے طور پر۔ قائداعظم نے اس بات کا اظہار کیا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور انہیں ایک الگ ریاست ملنی چاہیے۔ دوسری طرف، گاندھی نے کہا کہ تمام ہندوستانی ایک قوم ہیں، اور ہندوستان کی تقسیم ہندوستان کی وحدت کو تباہ کر دے گی۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۴ کو گاندھی جناح مذاکرات ختم ہوئے۔ گاندھی کے اس غیر منصفانہ نقطہ نظر کی وجہ سے مذاکرات ناکام ہو گئے کہ تمام ہندوستانی ایک قوم تھے۔

شملہ کانفرنس (۱۹۴۵)

جون ۱۹۴۵ میں، دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد، ہندوستانی وائسرائے لارڈ ویول نے شملہ میں ایک کانفرنس طلب کی اور ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں کو اپنے منصوبے پر بات کرنے کے لیے مدعو کیا۔ کانفرنس میں مسلم لیگ کے وفد نے قائداعظم کی قیادت میں اور کانگریس کے وفد نے مولانا ابوالکلام کی قیادت میں شرکت کی۔ کانگریس نے مولانا ابوالکلام کو یہ دعویٰ کرنے کے لیے نامزد کیا کہ وہ مسلمانوں کی بھی نمائندگی کرتی ہے۔ تاہم، ایک تعطل پیدا ہوا جب قائداعظم نے اصرار کیا کہ ایگزیکٹو کونسل کے پانچوں ارکان کا مسلم لیگ سے ہونا ضروری ہے۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ خضر حیات نے مطالبہ کیا کہ کونسل میں مسلمانوں کے لیے مختص ایک نشست ان کی یونینسٹ پارٹی کو دی جائے۔ کانگریس نے بھی یونینسٹ پارٹی کے مطالبے کی حمایت کی۔ قائداعظم نے اس تجویز کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ تمام جماعتوں کے نمائندہ دعووں کا تعین کرنے کے لیے انتخابات کرائے جائیں۔ کانفرنس بالآخر ناکامی پر ختم ہوئی۔

۱۹۴۵-۱۹۴۶ کے انتخابات

مرکزی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات دسمبر ۱۹۴۵ میں ہوئے تھے۔ قائداعظم نے ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا اور مسلمانوں کے لیے ان انتخابات کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ مسلم لیگ نے دو قومی نظریہ پر اپنا انتخابی منشور تیار کیا۔ اور انتخابات میں مسلمانوں کے لیے مخصوص تمام ۳۰ نشستیں مسلم لیگ نے جیتیں۔ ۱۹۴۶ کے آغاز میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے جن میں مسلمانوں کے لیے ۴۸۲ نشستیں مخصوص تھیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے بھی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور ریزرو مسلم سیٹوں کی اکثریت حاصل کی۔ ۱۹۴۵-۴۶ کے انتخابات نے ثابت کیا کہ آل انڈیا مسلم لیگ ہندوستانی مسلمانوں کی حقیقی نمائندہ جماعت تھی، جب کہ کانگریس بنیادی طور پر ہندوؤں کی نمائندگی کرتی تھی۔ ان انتخابات میں مسلم لیگ کی جیت نے پاکستان کے قیام کی راہ ہموار کی۔

دہلی کنونشن (۱۹۴۶)

۱۹اپریل ۱۹۴۶کو دہلی میں مسلم لیگ کے مرکزی قانون ساز اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے جیتنے والے امیدواروں کا جلسہ منعقد ہوا۔ ہندوستان کی سیاسی صورتحال پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا۔ قائداعظم نے اس بات پر زور دیا کہ کانگریس کے دور حکومت میں متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کا قیام امت مسلمہ کی منزل ہے۔ دہلی کنونشن کے شرکاء نے علیحدہ مسلم ریاست کے قیام کی قرارداد پاس کی۔

کیبنٹ مشن پلان (۱۹۴۶)

برطانوی وزیراعظم لارڈ ایٹلی نے ہندوستان کے وائسرائے اور سیاسی رہنماؤں کے ساتھ آئینی مسائل پر بات چیت کے لیے ایک وفد ہندوستان بھیجا جسے کابینہ مشن پلان کے نام سے جانا جاتا ہے۔ وفد تین ارکان پر مشتمل تھا: سر اسٹافورڈ کرپس، اے وی۔ الیگزینڈر اور پیتھک لارنس، یہ وفد ۲۴ مارچ ۱۹۴۶ کو ہندوستان پہنچا۔ وفد نے دونوں جماعتوں، کانگریس اور مسلم لیگ کی قیادت سے ملاقات کی اور ان کے خیالات سنے۔ اس نے مئی ۱۹۴۶ میں ایک فارمولے کا اعلان کیا جس اس کے اہم نکات مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ ہندوستان ایک یونین ہوگی جس میں برطانوی ہندوستان اور ریاستیں شامل ہوں گی۔ مرکزی حکومت دفاع، خارجہ امور، مواصلات اور ٹیکس کے نفاذ جیسے موضوعات سے نمٹے گی۔

۲۔ صوبوں کے تین گروپ ہوں گے۔ گروپ (الف) چھ ہندو اکثریتی صوبوں پر مشتمل ہوگا۔ گروپ (ب) پنجاب، سندھ اور شمال مغربی سرحدی صوبہ (خیبر پختونخوا) پر مشتمل ہوگا۔ گروپ (ج) بنگال اور آسام کے صوبوں پر مشتمل ہوگا۔

۳۔ صوبے اور ریاستیں ہندوستانی یونین کی بنیادی اکائیاں ہوں گی۔ صوبوں کو ان مضامین پر اختیارات حاصل ہوں گے جو یونین کے مضامین میں شامل نہیں ہیں۔ صوبوں کو بقایا اختیارات بھی حاصل ہوں گے۔

۴۔ اگر کسی بھی صوبے کی صوبائی اسمبلی کی اکثریت ہندوستانی اتحاد سے علیحدگی اختیار کرنا چاہے گی، تو وہ ایسا کر سکے گی، لیکن دس سال کی مدت کے بعد۔

۵۔ سیاسی جماعتوں کو مجموعی طور پر اس منصوبے کو قبول یا مسترد کرنا ہوگا۔ جو جماعت اس منصوبے کو قبول کرے گی اسے عبوری حکومت میں شامل کیا جائے گا۔

رد عمل

کانگریس نے اس منصوبے کو قبول کر لیا اور وہ کافی خوش تھی کیونکہ مسلمانوں کا الگ ریاست کا مطالبہ پورا نہیں ہوا۔ قائداعظم اور مسلم لیگ نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا لیکن منصوبے کی شقوں کو تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا۔

عبوری حکومت

۱۹۴۶ میں ہندوستان میں ایک عبوری حکومت قائم ہوئی جس نے آزادی تک اپنے کام جاری رکھے۔ کانگریس نے مسلم لیگ کو عبوری حکومت سے باہر رکھنے کی پوری کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوئی۔ مسلم لیگ سے لی گئی عبوری حکومت کے ارکان اور ان کے محکمے یہ ہیں:

لیاقت علی خان (مالیات)، راجہ غضنفر علی (صحت)، ابراہیم اسماعیل چندی گڑھ (کامرس)، عبدالرب نشتر (مواصلات) اور جوگیندر ناتھ منڈل (قانون) شامل تھے۔ انڈین نیشنل کانگریس سے لی گئی عبوری حکومت کے ارکان میں جواہر لعل نہرو (خارجہ امور)، راج گوپال اچاریہ (تعلیم)، جگجیون رام (مزدور)، راجندر پرساد (خوراک اور زراعت)، پٹیل (داخلہ، اطلاعات ونشریات) شامل تھے۔ آصف علی (ٹرانسپورٹ اور ریلوے) تین اقلیتی ارکان میں بلدیو سنگھ (دفاع)، جان متھائی (صنعتیں اور سپلائیز) اور سی ایچ بھابھا (کام، کان اور بجلی)۔

۳ جون ۱۹۴۷ کا منصوبہ

پس منظر: لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ہندوستان کا آخری وائسرائے مقرر کیا گیا تھا، اور وہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۷ کو ہندوستان پہنچے تھے۔ ان کا اہم کام ہندوستانیوں کو اقتدار کی پرامن منتقلی میں سہولت فراہم کرنا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان کی سیاسی قیادت سے بات چیت شروع کی۔ انہوں نے کانگریس کے نمائندوں جواہر لعل نہرو اور مہاتما گاندھی سے ملاقات کی۔ ماؤنٹ بیٹن نے ان کے نقطہ نظر کو سنا۔ قائداعظم نے ماؤنٹ بیٹن سے بھی ملاقات کی اور ہندوستان کی تقسیم کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔ ماؤنٹ بیٹن برطانوی حکومت سے ہندوستان کی تقسیم کی اسکیم کی منظوری لینے برطانیہ گئے تھے۔ برطانوی وزیراعظم لارڈ ایٹلی اور ان کی کابینہ نے اس اسکیم کی منظوری دی، اور ماؤنٹ بیٹن ہندوستان واپس آ گئے۔

۳ جون کا منصوبہ: تقسیم کا ابتدائی منصوبہ اگست ۱۹۴۸ میں طے کیا گیا تھا۔ تاہم، ماؤنٹ بیٹن نے کچھ وجوہات کی بناء پر تاریخ میں ردوبدل کر کے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ کر دیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے ۳ جون ۱۹۴۷ کو تقسیم کے منصوبے کا اعلان کیا۔ اس پلان کی اہم دفعات درج ذیل تھیں۔

۱۔ سندھ اسمبلی فیصلہ کرے گی کہ وہ ہندوستان میں شامل ہونا چاہتی ہے یا پاکستان میں۔

۲۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ (NWFP) میں ایک ریفرنڈم کا انعقاد کیا جائے گا تاکہ یہ تعین کیا جا سکے کہ صوبہ، ہندوستان کے کس حصہ میں شامل ہونا چاہتا ہے، بھارت میں یا پاکستان میں۔

۳۔ پنجاب اور بنگال کی قانون ساز اسمبلیاں اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گی۔

۴۔ ایک ریفرنڈم صوبہ آسام کے ضلع سلہٹ میں منعقد کیا جائے گا تاکہ لوگوں کی ہندوستان یا پاکستان میں شامل ہونے کی خواہش کا تعین کیا جا سکے۔

۵۔ بلوچستان کا شاہی جرگہ اور کوئٹہ میونسپل کارپوریشن اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔

۶۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ کو ہندوستان اور پاکستان میں عبوری آئین کے طور پر لاگو کیا جائے گا۔

۷۔ ریاستیں اپنے مستقبل کے بارے میں خود فیصلہ کریں گی۔

قانون آزادی ہند ۱۹۴۷

برطانوی وزیر اعظم لارڈ ایٹلی نے مسودہ قانون برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا جس کو منظور کر لیا گیا۔ اس کا نفاذ ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ کو ہوا اور اسے آزادی ایکٹ ۱۹۴۷ کا نام دیا گیا۔ ایکٹ کی اہم دفعات درج ذیل تھیں۔

۱۔ ہندوستان پر برطانوی راج ۱۵ اگست ۱۹۴۷ کو ختم ہو جائے گا، اور دو ممالک، پاکستان اور بھارت، قائم کئے جائیں گے۔

۲۔ دونوں ممالک کی قانون ساز اسمبلیوں کو قانون سازی کا اختیار حاصل ہو گا۔ ۱۹۳۵ کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کو ہندوستان اور پاکستان دونوں میں عبوری آئین کے طور پر نافذ کیا جائے گا۔

۳۔ شاہی ریاستوں کو کسی بھی ملک میں شامل ہونے کا اختیار دیا جائے گا۔

۴۔ برطانوی ولی عہد کے اختیارات ختم ہو جائیں گے، اور دونوں ممالک کے گورنر جنرلز کو مقننہ کے منظور کردہ بلوں کی منظوری کا اختیار حاصل ہو گا۔

۱۹۴۷ کے آزادی ایکٹ کے تحت، پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو وجود میں آیا، قائد اعظم محمد علی جناح پہلے گورنر جنرل اور لیاقت علی خان پہلے وزیر اعظم تھے۔

پاکستان کی تشکیل میں سیاسی رہنماؤں، خواتین اور اقلیتوں کا کردار

قائد اعظم محمد علی جناح

قائد اعظم محمد علی جناح ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ کو کراچی میں پیدا ہوئے وہ بیسویں صدی کے عظیم مسلم رہنما تھے۔ انہوں نے اپنی توانائیاں ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور ہندو اور برطانوی تسلط سے آزادی حاصل کرنے کے لیے وقف کر دیں۔ انہیں بجا طور پر قائد اور بابائے قوم کہا جاتا ہے۔ ابتدا میں قائد اعظم نے ہندو مسلم اتحاد کی وکالت کی اور ۱۹۱۶ کے لکھنؤ معاہدہ کی تشکیل میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ تاہم کانگریس اور ہندوؤں کی مسلمانوں سے دشمنی کی وجہ سے وہ اس پر دوبارہ غور کرنے پر مجبور ہو گئے اور ان دونوں پر سے ان کا اعتماد اٹھ گیا۔ انہوں نے ہندوستان میں ایک قوم کے تصور کو مسترد کر دیا اور اس

کے لیے انہوں نے کئی مثالیں پیش کیں۔

مسلمان ایک الگ قوم تھے اور انہیں ایک الگ وطن کی ضرورت تھی۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا کہ ہندوستانی مسلمانوں کا اصل مقصد ایک الگ ریاست کا حصول ہے۔ انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کو منظم کیا اور اس کے جھنڈے تلے مسلمانوں کو اکٹھا کیا۔ لیگ نے ۱۹۴۵ کے انتخابات میں مرکزی قانون ساز اسمبلی کی تمام ۳۰ مخصوص مسلم نشستیں جیت لیں۔ قائداعظم نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور اپنی تمام تر کوششیں پاکستان کے ابتدائی مسائل کے حل کے لیے وقف کر دیں۔ قائداعظم محمد علی جناح اگرچہ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ کو انتقال کر گئے لیکن وہ آج بھی پاکستانیوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اسی شہر میں حاصل کی اور بعد میں لاہور چلے گئے، جہاں انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفہ میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ علامہ اقبال انگلستان گئے اور چند سال وہیں رہے۔ بعد ازاں وہ جرمنی چلے گئے، یونیورسٹی آف میونخ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری مکمل کی، اور ۱۹۰۸ میں ہندوستان واپس آئے۔ علامہ اقبال نے مغربی تہذیب کی مذمت کی۔ علامہ اقبال کو "شاعر مشرق" کہا جاتا ہے۔ انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پوری دنیا میں مسلمانوں کے اتحاد کے خیال کی حمایت کی۔ وہ پنجاب قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں صدارتی خطاب کیا، انہوں نے اپنی تقریر میں درج ذیل نکات پر روشنی ڈالی:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، سیاست اور مذہب کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام ایک زندہ قوت ہے اور اس نے ہمیشہ مسلمانوں کی حفاظت کی ہے۔ ہندوستان میں ایک قوم کے تصور کو مسلمان قبول نہیں کر سکتے کیونکہ ہندو اور مسلمان دونوں زندگی کے ہر پہلو میں شدید اختلافات رکھتے ہیں۔ اس لیے یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل ایک مسلم ریاست قائم کی جائے۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو متاثر کیا اور وہ "حکیم الامت" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ان کا انتقال ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ کو ہوا اور انہیں لاہور میں بادشاہی مسجد کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔

چوہدری رحمت علی رحمۃ اللہ علیہ

چوہدری رحمت علی جدوجہد آزادی کے دوران ایک سرگرم شخصیت اور نظریہ پاکستان کے معمار تھے۔ انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور سے گریجویشن کیا اور پھر ایچی سن کالج لاہور میں پڑھانا شروع کیا۔ وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلینڈ گئے اور کیمبرج یونیورسٹی سے ماسٹر ڈگری مکمل کی، جس کے بعد ڈبلن یونیورسٹی سے بار ایٹ لاء کی ڈگری حاصل کی۔ چوہدری رحمت علی ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے گہری جذباتی حساسیت رکھتے تھے اور ایک عظیم خطیب تھے۔ انہوں نے اس خیال کو پروان چڑھایا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور انہیں ایک الگ وطن دیا جانا چاہیے۔

۱۹۳۳ میں، چودھری رحمت علی نے 'اب یا کبھی نہیں' کے عنوان سے ایک پمفلٹ جاری کیا اور اس بات پر زور دیا کہ مسلمان کئی پہلوؤں سے ہندوؤں سے مختلف ہیں۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ ہندوستان کو دو ریاستوں میں تقسیم کرنا امن کو برقرار رکھنے کا ایک قابل عمل اور مستقل حل ہے کیونکہ ایک غیر منقسم ہندوستان بے ترتیبی اور انتشار کا باعث بنے گا۔ چودھری رحمت علی نے مسلم ریاست کا نام "پاکستان" تجویز کیا۔ ۱۹۳۳ میں انہوں نے 'پاکستان نیشنل موومنٹ' کی بنیاد رکھی اور برطانوی راج سے آزادی حاصل کرنے کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ انہوں نے مسلمانوں میں یہ شعور بیدار کیا کہ ان کے مسئلے کا واحد حل الگ ریاست کے قیام میں ہے۔

محترمہ فاطمہ جناح

محترمہ فاطمہ جناح قائداعظم محمد علی جناح کی بہن تھیں اور انہوں نے نہ صرف تحریک پاکستان کے دوران بلکہ قیام پاکستان کے بعد بھی بہت فعال کردار ادا کیا۔ وہ اپنے بھائی کی قریبی ساتھی تھیں اور آل انڈیا مسلم لیگ کی خواتین کے حلقے کو منظم کرنے کا کام کرتی تھیں، وہ مسلم لیگ کے جلسوں کی صدارت کرتی تھیں۔ محترمہ فاطمہ جناح اپنے بھائی قائداعظم کے ساتھ ہر اس جگہ جاتیں جہاں وہ مسلمانوں کے مسائل کا حل تلاش کرتے۔ انہوں نے متحدہ ہندوستان میں دور دراز مقامات کا دورہ کیا اور مسلم خواتین میں سیاسی بیداری پیدا کی، اور انہیں جدوجہدِ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دی۔

فاطمہ جناح اور ان کی ساتھیوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کا پیغام ہر گھر تک پہنچایا۔ تقسیم کے وقت بڑی تعداد میں مہاجرین پاکستان آئے۔ انہوں نے پناہ گزین

کیمپوں کا دورہ کیا اور خواتین کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ اپنے حوصلے بلند رکھیں اور خندہ پیشانی سے مسائل کا سامنا کریں۔ قائداعظم کی وفات کے بعد انہوں نے اپنی سیاسی سرگرمیاں جاری رکھیں اور ۱۹۶۵ میں ایوب خان کے خلاف صدارتی انتخاب لڑا۔ انہیں مادر ملت کا خطاب دیا گیا۔ فاطمہ جناح کا انتقال ۱۱ جولائی ۱۹۶۷ کو ہوا۔

ایس پی سنگھا

دیوان بہادر ستیہ پرکاش سنگھا، جو ایس پی سنگھا کے نام سے جانے جاتے ہیں، ایک سیاسی کارکن تھے جو ۱۸۹۳ میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی میں ملازمت حاصل کی اور میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کا امتحانی نظام متعارف کرایا۔ ان کی خدمات کے باعث برطانوی حکومت نے انہیں 'دیوان بہادر' کے اعزاز سے نوازا۔ ہندوستانی عیسائیوں کی اکثریت، جس کی نمائندگی آل انڈیا کانفرنس آف انڈین کرسچن کرتی تھی، انڈین نیشنل کانگریس کے اتحادی تھی۔ تاہم، ایس پی سنگھا نے اس کے برعکس نقطہ نظر رکھا اور مارچ ۱۹۴۰ میں لاہور میں منعقدہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں بھی شرکت کی۔

انہوں نے اعلان کیا کہ، "جناح ہمارے رہنما ہیں" اور یقین دلایا کہ پاکستان بنانے میں عیسائی ان کا ساتھ دیں گے۔ سنگھا نے متحدہ ہندوستان میں پنجاب اسمبلی کے اسپیکر کے طور پر بھی خدمات انجام دیں۔ جب پاکستان وجود میں آیا تو ایس پی سنگھا نے پاکستان میں رہنے کا انتخاب کیا اور ۱۹۴۸ میں انتقال کر گئے۔

مشق

سوال نمبر ۱: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ شملہ وفد ۱۹۰۶ کی اہمیت بیان کریں؟

۲۔ ۱۹۲۸ کی نہرو رپورٹ کا تجزیہ کریں؟

۳۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے تین مقاصد کیا تھے؟

۴۔ قائداعظم کے پیش کردہ چودہ نکات کی اہمیت بیان کریں؟

۵۔ علامہ اقبال کے ۱۹۳۰ کے خطاب کا تجزیہ کریں؟

۶۔ ۱۹۴۵ کی شملہ کانفرنس کی ناکامی کی وضاحت کریں؟

۷۔ ۱۹۴۶ کے کیبنٹ مشن پلان کے دیے گئے فارمولے کا تجزیہ کریں؟

سوال نمبر ۲: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

۱۔ لکھنؤ معاہدے میں کس طرح کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے خدشات اور مطالبات کو پورا کیا؟

۲۔ تحریک خلافت کیسے ابھری، اور اس کے بنیادی مقاصد کیا تھے؟

۳۔ کانگریس کی وزارتوں نے مسلمانوں کے خلاف کس حد تک کام کیا، اور ان کے اقدامات کے کیا نتائج نکلے؟

۴۔ قرارداد لاہور میں بنیادی اصول اور مطالبات کیا تھے؟

۵۔ جون ۱۹۴۷ کے منصوبے کی وہ کون سی اہم دفعات تھیں جنہوں نے ہندوستان کی تقسیم کی راہ ہموار کی؟

اضافی سرگرمی
ہر طالب علم ایک موضوع کا انتخاب کرے گا، ایک چارٹ تیار کرے گا، اہم نکات لکھے گا، اور پھر استاد کو جمع کرائے گا۔ تحریک خلافت کے دوران گاندھی اور مسلم رہنماؤں کے کردار کا موازنہ اور موازنہ کریں؟

لغت

وفد:	لوگوں کا ایک گروپ
پارلیمنٹرین:	ممبر پارلیمنٹ
باغی:	وہ شخص جو اپنی حکومت کے خلاف لڑتا ہے۔
مظاہرہ:	حکومت کے خلاف عوامی جلسہ یا مارچ
صوبائی خودمختاری:	صوبے کی خودمختاری اور فیصلہ سازی کا اختیار
آئین میں ترمیم:	آئین میں تبدیلی متعارف کرانا
وفاقی نظام:	طاقت مرکز اور صوبوں کے درمیان تقسیم ہوتی ہے۔
دو ایوانی مقننہ:	مقننہ کے دو ایوان (پاکستان: قومی اسمبلی اور سینیٹ)
عبوری حکومت:	ایک عارضی حکومت

اس باب سے مشکل الفاظ کی فہرست نکالیں اور ان کے معنی لکھیں۔	

سبق

03

حصہ دوم

جغرافیہ پاکستان

سرزمینِ پاکستان

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- دنیا کے نقشے پر پاکستان کا متعین کردہ محل وقوع بیان کر سکیں۔
- پاکستان کے ہمسایہ ممالک، سمندروں اور بحروں کے قریبی ہونے کی وجہ سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگا سکیں۔
- پاکستان کے بڑے شہروں کی اہمیت ان کے جغرافیائی محل وقوع (بشمول دریاؤں، پہاڑوں اور ساحلی علاقوں) کی بنا پر ان کی خصوصیات بیان کر سکیں۔

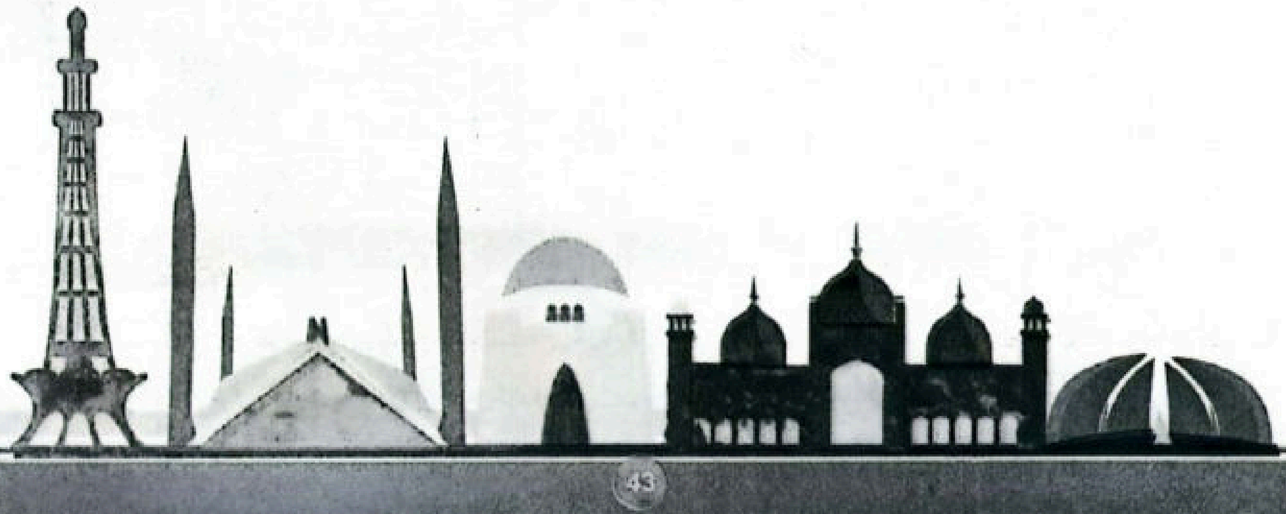

پاکستان کا محلِ وقوع

پاکستان جنوبی ایشیاء میں واقع ہے۔ اس کا کُل رقبہ ۷۹۶،۰۹۶ مربع کلومیٹر ہے۔ یہ شمال سے جنوب تک ۱،۶۰۰ کلومیٹر طویل ہے اور مشرق سے مغرب تک ۸۸۵ کلومیٹر چوڑا ہے۔ نقشے پر دکھائے گئے خط کے مطابق، پاکستان 24 سے 37 درجے عرض بلد شمالی اور 61 سے 77 درجے طول بلد مشرق کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ اسلام آباد پاکستان کا وفاقی دار الحکومت ہے۔ یہ دنیا کے جدید ترین اور منصوبہ بند دارالحکومتوں میں سے ایک ہے۔ نقشے میں پاکستان کے چاروں صوبوں یعنی پنجاب، خیبر پختونخوا، بلوچستان اور سندھ کی انتظامی تقسیم بھی دکھائی گئی ہے۔ ۲۹ اگست ۲۰۰۹ کو پاکستان کے شمالی علاقوں کو پاکستان کی وفاقی کابینہ نے ایک نئی شناخت یعنی، "گلگت بلتستان" اور داخلی اور سیاسی خود مختاری تفویض کی تھی۔ آزاد جموں وکشمیر (A J K) ایک خود مختار علاقہ ہے۔ جس کا صدر مقام مظفر آباد ہے، جس کو پاکستان کی وفاقی حکومت کے زیرِ انتظام چلایا جاتا ہے۔ جنوبی پاکستان میں ۱۰۵۸ کلومیٹر طویل ساحلی علاقے ہیں۔

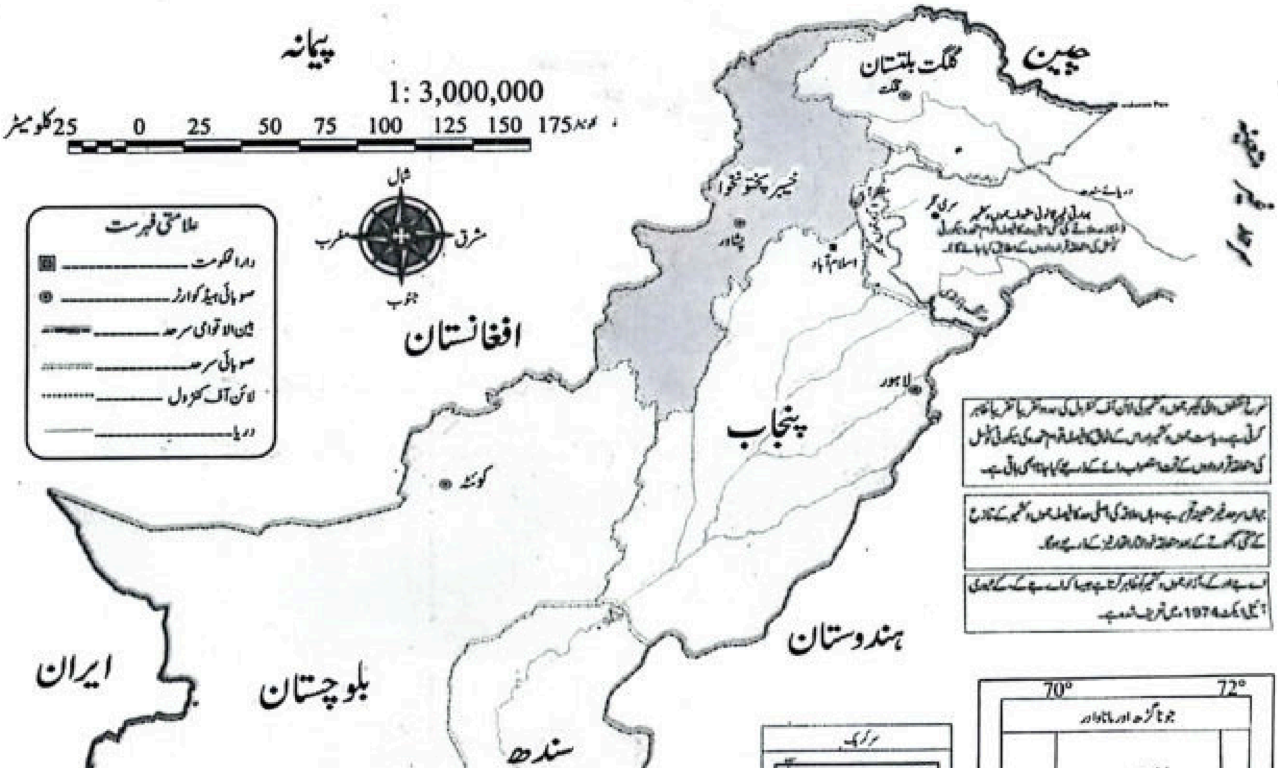

کیا آپ جانتے ہیں؟

اسلام آباد اپنی سرسبز و شاداب جگہوں کے لیے جانا جاتا ہے، جن میں مارگلہ ہلز، شکرپڑیاں اور نیشنل پارک شامل ہیں۔ یہاں کئی مشہور مقامات ہیں، جس میں فیصل مسجد بھی شامل ہے جو جدید اسلامی فنِ تعمیر کی شاندار مثال ہے۔

پاکستان کی سرحدیں چھ ممالک سے ملتی ہیں۔ مشرق میں پاکستان کی بین الاقوامی سرحد بھارت کے ساتھ ملتی ہے۔ پاکستان کے شمالی سرے پر، ۸۰۶ کلو میٹر پر پھیلی لائن آف کنٹرول (ایل او سی) جو پاکستان کے زیرِ انتظام آزاد کشمیر کو بھارت کے زیرِ تسلط جموں و کشمیر کے علاقے سے الگ کرتی ہے۔ چین شمال مشرق میں، قراقرم کے پہاڑی سلسلے کی دوسری جانب واقع ہے۔ افغانستان کے ساتھ مغربی سرحد ۶۱۱، ۲ کلومیٹر تک طویل ڈیورنڈ لائن کے ساتھ قائم ہے۔ واخان راہداری ،افغان سرزمین کی ایک تنگ پٹی جو تاجکستان تک پھیلی ہوئی ہے، یہ پاکستان کو وسطی ایشیاء کے باقی حصوں سے الگ کرتی ہے۔ جنوب مغرب میں، پاکستان، اسلامی جمہوریہ ایران کے ساتھ ۹۰۹ کلومیٹر طویل سرحدی اشتراک ہے۔

پاکستان کے محل وقوع کی اہمیت

جغرافیائی نقطہ منظر سے، پاکستان محل وقوع کے لحاظ سے وسطی ایشیاء اور مشرق وسطیٰ کے لیے ایک راہداری کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ اسلامی بلاک کے لیے راہ گزر کے طور پر کام کرتا ہے، اس سے پاکستان کو خطے میں دوسرے ممالک سے تعاون اور مسابقت دونوں کے لیے جو تزویراتی فائدہ ملتا ہے اس کی وضاحت یہاں ہے:

۱۔ پاکستان، چین کے شمال مغرب میں اور ایران اور افغانستان کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ یہ وسطی ایشیاء سے قریب ہے۔ پاکستان افغانستان اور وسطی ایشیائی ریاستوں کو اندرونی تجارتی راستہ فراہم کرتا ہے، یہ ممالک زمین بند (لینڈلاکڈ) ہیں اور ان کی سمندر تک رسائی نہیں ہے۔ اس سے پاکستان کو وسطی ایشیاء تک رسائی ملتی ہے، جو قدرتی وسائل اور ابھرتی ہوئی معیشتوں سے مالامال خطہ ہے۔

۲۔ سمندری تجارتی نقطہ منظر سے، بحیرہ عرب بہت سے ممالک کے لیے ایک قیمتی اثاثہ ہے۔ یہ گرم پانی کا سمندر ہے اور بحری تجارتی راستہ ہے اور تیل اور گیس کی فراہمی کا اہم ذریعہ ہے۔ بحیرہ عرب ایک تزویراتی حیثیت رکھتا ہے، جو بحر ہند کو خلیج فارس سے ملاتا ہے۔

اساتذہ کے لیے نوٹ: پاکستان کے نقشے کا مطالعہ کرنے کے بعد، چین، افغانستان، ایران اور بھارت کے مقام کو بیان کرنے کے لیے بنیادی سمتوں کا استعمال کریں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

ا۔ زمین بند ملک، ایسے ملک کو کہتے ہیں جو مکمل طور پر خشکی سے گھرا ہوا ہو، اور جس کی سمندر یا ساحلی پٹی تک براہ راست رسائی نہ ہو، ایسے ممالک میں افغانستان اور بھوٹان شامل ہیں۔

یہ جنوبی ایشیاء، مشرق بعید اور مشرق وسطیٰ کے درمیان سمندری تجارت کے لیے ایک بڑا سمندری تجارتی راستہ ہے۔ اس سے پاکستان کو توانائی کے وسائل اور عالمی منڈیوں تک رسائی ملتی ہے۔

ا۔ پاکستان دنیا کے دو مصروف ترین فضائی آمدورفت کے راستے، شمالی بحراوقیانوس اور ایشیا پیسیفک راستوں کے سنگم پر واقع ہے۔ یہ مشرق اور مغرب کے درمیان فضائی آمدورفت کے لیے نقل و حمل کا ایک قدرتی مرکز ہے۔ جناح ٹرمینل کراچی ایک **بین الاقوامی** ہوائی اڈے کے طور پر اہم ہے کیونکہ یہ مسافروں اور سامان وغیرہ لے جانے کا ذریعہ ہے۔

۲۔ بحیرہ عرب سمندری غذا حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ بحیرہ عرب میں، مچھلی، شارک، وہیل اور ڈالفن سمیت، بہت سی دیگر سمندری مخلوق پائی جاتی ہیں۔ پاکستان کی تین اہم بندرگاہیں ہیں جن میں کراچی کیماڑی بندرگاہ، بن قاسم بندرگاہ اور گوادر بندرگاہ شامل ہیں۔

معلومات کو وسیع کریں

چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) ۶۲ بلین ڈالر کا منصوبہ ہے جو چین کو بحیرہ عرب سے منسلک کرتا ہے۔ CPEC، چین کے بیلٹ اینڈ روڈ انیشیٹو (BRI) کا ایک اہم حصہ ہے، یہ سرمایہ کاری کا ایک منصوبہ ہے۔ جس کا مقصد چین کو سڑکوں اور ریلوے کے ذریعے دنیا بھر کے ممالک سے جوڑنا ہے۔ توقع ہے کہ CPEC سے پاکستان کی معیشت کو فروغ ملے گا اور چین اور دنیا کے دیگر ممالک کے ساتھ اس کے تجارتی روابط بہتر ہوں گے۔

پاکستان کے اہم بڑے شہر

بڑے شہر اکثر اپنے ملکوں کے اقتصادی مراکز ہوتے ہیں۔ وہ کاروبار، صنعتوں اور مالیاتی اداروں کا گڑھ ہوتے ہیں جو معیشت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ کچھ شہروں میں اہم تاریخی اور ثقافتی مقامات بھی ہوتے ہیں، جیسے کہ عجائب گھر، یادگاریں اور تھیٹر وغیرہ۔ ان شہروں کی تاریخ اور ثقافت کے بارے میں جان کر، ہم اپنے ملک کے ماضی اور حال کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں اور اپنے ملک اور اس کے لوگوں کی جداگانہ حیثیت کو سمجھ سکتے ہیں۔

کراچی

کراچی، پاکستان کی سرمایہ کاری کا مرکز اور صوبہ سندھ کا دارالحکومت، یہ اپنے تزویراتی محل وقوع اور اقتصادی صلاحیت کی وجہ سے ایک اہم شہر سمجھا جاتا ہے۔ کیبل نیٹ ورکنگ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی میں پیش قدم، کراچی سافٹ ویئر آؤٹ سورسنگ کا مرکز بن چکا ہے۔ مزید یہ کہ کراچی متعدد نمایاں صنعتوں، جیسے کپڑے کی صنعت، بحری تجارت اور سیاحت کا حامل ہے۔ کراچی میں ملک کا سب سے بڑا ہوائی اڈہ اور بندرگاہ واقع ہیں، جس کی بدولت پاکستان کی برآمدات اور درآمدات ممکن ہوتی ہے۔ اس طرح یہ شہر ملک کی آمدنی میں نمایاں حصہ ڈالتا ہے۔

کراچی

لاہور

لاہور

لاہور پاکستان کا دوسرا سب سے زیادہ آبادی والا شہر ہے، جو صوبہ پنجاب میں واقع ہے۔ لاہور ایک ثقافتی اور تاریخی شہر ہے، دنیا کی سب سے بڑی مساجد میں سے ایک، بادشاہی مسجد یہاں واقع ہے۔ لاہور صنعت کاری کا ایک بڑا تجارتی مرکز ہے، خاص طور پر یہاں کپڑوں کی صنعت، غذائی اشیاء کی صنعت اور انجینئرنگ کی صنعتیں ہیں۔

فیصل آباد

فیصل آباد ملک کے شمال مشرق میں، دریائے راوی اور چناب کے میدانی علاقوں کے درمیان واقع ہے۔ فیصل آباد پاکستان کے ان شہروں میں سے ایک ہے، جہاں پاکستان کی سب سے زیادہ صنعتیں ہیں۔ کپڑوں کی صنعت کی وجہ سے فیصل آباد کو "پاکستان کا مانچسٹر" کہا جاتا ہے۔ زرعی لحاظ سے فیصل آباد کپاس، گندم، چاول اور گنے جیسی اہم فصلوں کی پیداوار کے لیے جانا جاتا ہے۔

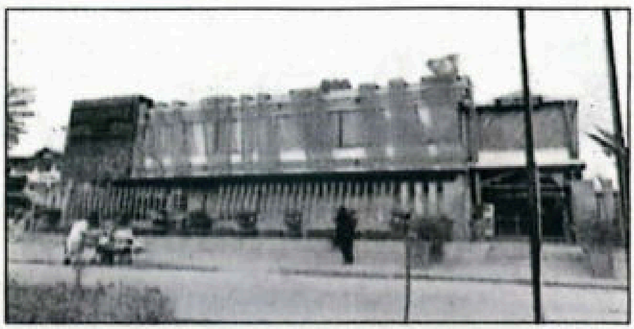

کوہ نور شاپنگ ڈسٹرکٹ فیصل آباد

فیصل آباد

ملتان

ملتان

ملتان پاکستان کا چوتھا بڑا شہر ہے جو صوبہ پنجاب میں واقع ہے۔ یہ ایک قدیم شہر ہے جس کی ایک تاریخی اہمیت ہے۔ یہاں ملک کے قدیم ترین قلعوں میں سے ایک 'قلعہ ملتان' واقع ہے۔ مذہبی اعتبار سے ملتان کو خاص اہمیت حاصل ہے، کیونکہ یہ حضرت شاہ رکن عالم سمیت کئی صوفی اولیاء کے مزارات کا مقام ہے۔

پشاور

پشاور

پشاور پاکستان کے شمال مغرب میں واقع صوبہ خیبر پختونخوا کا دار لحکومت ہے۔ یہاں مرکزی گزرگاہ درہ خیبر واقع ہے، جو وسطی ایشیاء اور جنوبی ایشیاء کے درمیان ایک تاریخی و مرکزی تجارتی راستہ ہے۔ پشاور ایک نمایاں ثقافتی شہر بھی ہے اور مہابت خان مسجد جیسی کئی تاریخی یادگاروں کا مرکز بھی۔

کوئٹہ

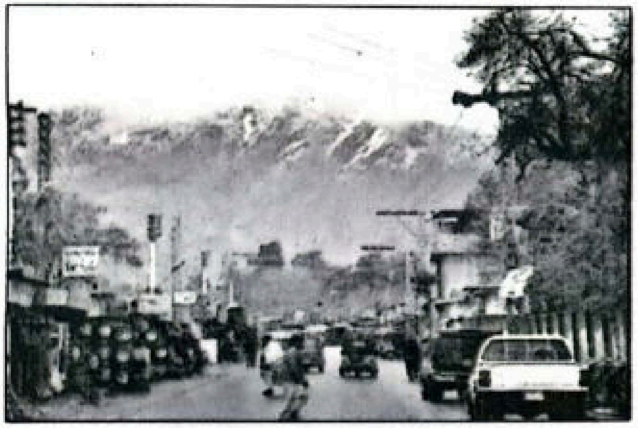

کوئٹہ

کوئٹہ پاکستان کے جنوب مغرب میں واقع صوبہ بلوچستان کا دارلحکومت ہے۔ یہ بیر، آڑو، انار، خوبانی، سیب، خربوزے، چیری، پستے اور بادام کے باغات کے لیے مشہور ہے۔ کوئٹہ، کوئلہ، تانبا، اور دیگر معدنی وسائل سے مالا مال ہے۔ کوئٹہ تعلیم، کاروبار اور تجارت کا مرکز بھی ہے اور اپنی دستکاری کے لیے بھی جانا جاتا ہے۔

گلگت بلتستان

گلگت بلتستان، ایک ایسا خطہ ہے جو پاکستان کے شمالی پہاڑوں میں واقع ہے۔ یہ ایک مشہور سیاحتی مقام ہے، اور یہاں کئی گلیشیئرز ہیں، جن میں بالتورو گلیشیئر، سیاچن اور باتورا گلیشیئر شامل ہیں۔ گلگت بلتستان پانی سے بجلی بنانے کیلئے ایک اہم زریعہ ہے۔ چین پاکستان اقتصادی راہداری CPEC کے تحت، جو بیلٹ اینڈ

روڈ انیشیٹو(BRI)کا ایک بڑا اقتصادی منصوبہ ہے، اس کا مقصد ہے کہ گلگت بلتستان میں سماجی، اقتصادی اور سیاسی فوائد کو بڑھایا جاسکے۔ توقع ہے کہ گلگت میں خصوصی اقتصادی زونز کے قیام اور سیاحت کی صنعت کو مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ تجارت اور ای کامرس کی رسائی کو وسعت دے کر گلگت میں ۵۰ لاکھ سے زائد ملازمتیں پیدا کی جاسکتی ہیں۔ CPEC کے زیر اثر بنائی گئی پن بجلی، تکنیکی مہارت اور انسانی وسائل کی ترقی نے خطے کی سماجی و اقتصادی ماہیت کو تبدیل کر دیا ہے۔

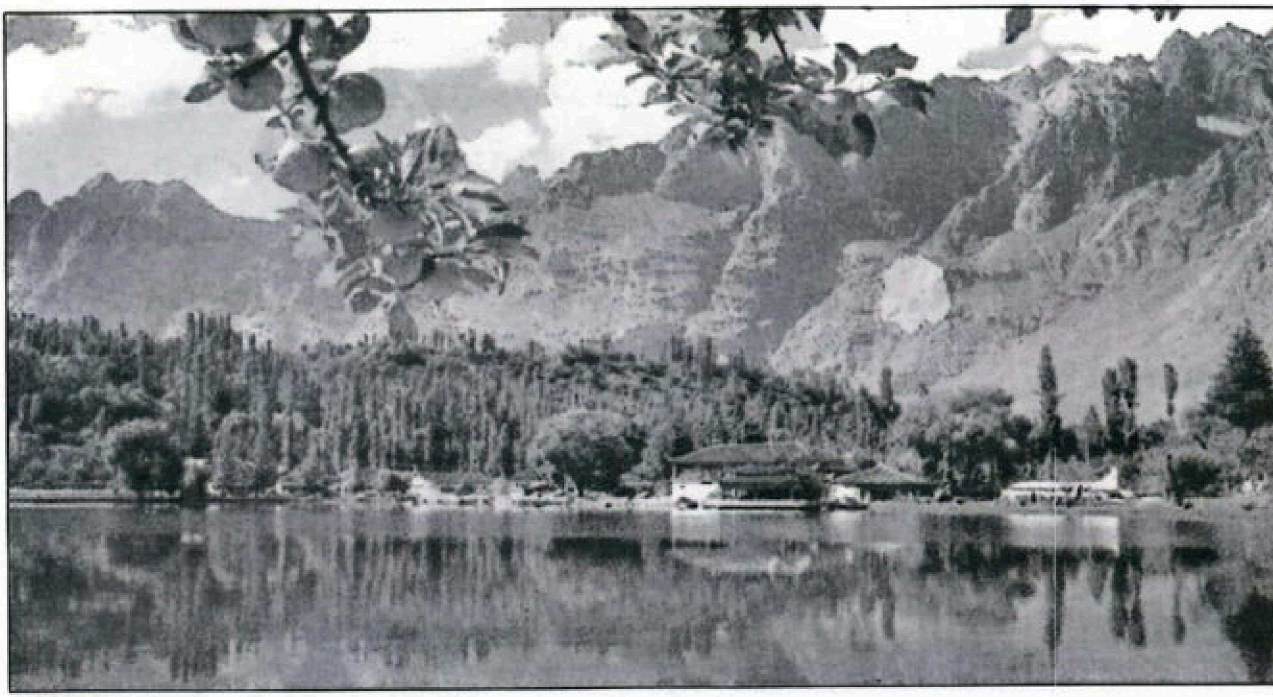

سکردو کا ایک دلکش منظر

راولپنڈی

راولپنڈی پاکستان کے صوبہ پنجاب میں واقع ہے، جس کا ایک بڑا علاقہ فوجی چھاؤنی کے طور پر اپنی خدمات فراہم کر رہا ہے۔ راولپنڈی تجارتی سامان کی نقل و حمل کا ایک اہم مرکز ہے، جہاں کی سڑکیں، ریلوے لائنیں، اور ہوائی اڈے اسے ملک کے دیگر حصوں سے جوڑتے ہیں، جس کی وجہ سے کاروباری اشیاء کی درآمدت اور برآمدات میں آسانی ہوتی ہے۔ راولپنڈی میں کئی اہم تجارتی اور ہول سیل مارکیٹ ہیں جو کہ تاجروں، تھوک فروشوں، صنعت کاروں، اور تعمیراتی پیشہ ور افراد کو بڑی تعداد میں سامان فروخت کرتی ہیں۔

راولپنڈی کا ایک مصروف بازار

ہم نے کیا سیکھا

- پاکستان اہم تجارتی شاہراہوں پر واقع ہے، جو جنوبی ایشیاء، وسطی ایشیاء اور مشرقی وسطی کو آپس میں ملاتی ہیں۔ یہ تجارت اور اس کیلئے حکمت عملی کے لحاظ سے ایک اہم جگہ ہے۔
- بحیرہ عرب سمندری تجارت کا ذریعہ ہے۔
- پاکستان زمین بند (لینڈلاکڈ) ممالک کیلئے تجارتی راستہ فراہم کرتا ہے۔
- سی پیک چین کا منصوبہ ہے جو پاکستان کی اقتصادی ترقی کے لیے فائدہ مند ہے۔
- لاہور کراچی کے بعد پاکستان کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ جو پاکستان کا صنعتی مرکز ہے۔
- فیصل آباد عالمی معیار کی ٹیکسٹائل کی اشیاء کی پیداوار کے لیے جانا جاتا ہے۔
- پاکستان اور بھارت کے تعلقات انتہائی پیچیدہ ہیں۔
- ۲۹ اگست ۲۰۰۹ کو پاکستان کی وفاقی کابینہ نے گلگت بلتستان کو داخلی اور سیاسی خود مختاری دی۔

مشق

سوال نمبر ا: مندرجہ ذیل سوالات کے چار کثیر الانتخابی جوابات دیئے گئے ہیں، ان میں سے صحیح جواب کا انتخاب کریں۔

ا۔ پاکستان کا کل رقبہ کتنا ہے؟

الف۔ ۷۹۶،۰۹۶ مربع کلومیٹر　　ب۔ ۷۱۶،۷۹۶ مربع کلومیٹر

ج۔ ۶۹۶،۲۹۶ مربع کلومیٹر　　د۔ ۹۹۶،۵۹۶ مربع کلومیٹر

۲۔ اسلام آباد کہاں واقع ہے؟

الف۔ قراقرم　　ب۔ پنجاب　　ج۔ خطہ پوٹھوہار　　د۔ قراقرم کے دامن میں

۳۔ مسجد مہابت خان کہاں واقع ہے؟

الف۔ کراچی　　ب۔ فیصل آباد　　ج۔ پشاور　　د۔ راولپنڈی

۴۔ پاکستان کا کون سا شہر "پاکستان کا مانچسٹر" کہلاتا ہے؟

الف۔ سوات　　ب۔ لاہور　　ج۔ حیدر آباد　　د۔ فیصل آباد

۵۔ ڈیورنڈ لائن کہاں واقع ہے؟

الف۔ ایران اور پاکستان کے درمیان　　ب۔ افغانستان اور انڈیا کے درمیان

ج۔ چین اور پاکستان کے درمیان　　　　د۔ افغانستان اور پاکستان کے درمیان

۶۔ چین اور پاکستان کے درمیان حالیہ اقتصادی منصوبے کو کیا کہتے ہیں؟

الف۔ کوارڈ　　ب۔ برکس　　ج۔ سارک　　د۔ سی پی ای سی

۷۔ ملتان کی وجہ شہرت کیا ہے؟

الف۔ اونچی عمارات　　ب۔ باغات　　ج۔ یادگاریں　　د۔ صوفیائے کرام

۸۔ میٹروپولس کا مطلب کیا ہے؟

الف۔ جنگلات　　ب۔ ہوائی اڈہ　　ج۔ مرکز　　د۔ شہر

۹۔ واخان راہداری پاکستان کو کس سے ملاتی ہے؟

الف۔ روس　　ب۔ چین　　ج۔ وسطی ایشیائی ریاستیں۔　　د۔ بھارت

۱۰۔ پاکستان کی سرحد بھارت سے ملتی ہے۔

الف۔ شمال مغرب　　ب۔ مغرب　　ج۔ مشرق　　د۔ جنوب مغرب

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ پاکستان کا جغرافیائی محل وقوع بیان کریں۔

۲۔ اسلام آباد کی وہ کون سی خصوصیات ہیں جو اسے پاکستان کے دیگر شہروں سے ممتاز کرتی ہیں؟

۳۔ زمین بند ممالک سے کیا مراد ہے؟ چند مثالیں پیش کریں۔

۴۔ بحریہ عرب کے محل وقوع کی وضاحت کریں۔

۵۔ بحریہ عرب میں پائے جانے والے قدرتی وسائل کون سے ہیں؟

۶۔ جناح ٹرمینل کراچی کی بین الاقوامی ہوائی اڈے کے طور پر اہمیت بیان کریں۔

۷۔ فیصل آباد کس چیز کیلئے مشہور ہے؟

سوال نمبر ۳: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

۱۔ افغانستان، وسطی ایشیاء، مشرق وسطی، اور مشرقی ایشیاء کے حوالے سے پاکستان کے محل وقوع کی تزویراتی اہمیت بیان کریں؟

۲۔ معاشی اعتبار سے پاکستان کے درج ذیل شہروں کی اہمیت کو بیان کریں؟

- لاہور
- کراچی
- راولپنڈی

۳۔ پاکستان کیلئے گلگت بلتستان کی اہمیت کی وجوہات بیان کریں؟

۴۔ جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے پاکستان اور چین اپنے تعلقات کو کیسے مضبوط کرتے ہیں؟

۵۔ وہ کون سے عوامل ہیں جس کی وجہ سے لاہور پاکستان کا ایک اہم شہر ہے؟

موازنہ

پاکستان کے استراتیجی محل وقوع کے فوائد زیادہ ہیں یا نقصانات؟ بحث کریں۔

اضافی سرگرمی

پروجیکٹ کلاس کو چھوٹے گروپوں میں تقسیم کریں۔ ہر گروپ کو پاکستان کا ایک شہر تفویض کیا جائے گا۔ ہر گروپ شہر کی تحقیق کرے گا اور اس کی تاریخ، جغرافیہ، معیشت، ثقافت اور سیاحت کے بارے میں معلومات اکٹھا کرے گا۔ اس کے بعد وہ ایک پریزنٹیشن یا انفوگرافک بنائیں گے جس میں ان کی جمع کردہ معلومات کا خلاصہ ہوگا۔

وقت کے ساتھ مطابقت

پاکستان کے شہروں میں وقت کے ساتھ ساتھ کون سی اہم تبدیلیاں آئی ہیں؟ آپ اپنی پسند کے شہر کے بارے میں بات کر سکتے ہیں۔

لغت

میٹروپولیس: شہری مرکز، شہر

آبادی والا: گنجان آباد، زیادہ بھیڑ

نقل و حمل کا مرکز: ایک ایسی جگہ جہاں مسافروں اور سامان کا تبادلہ گاڑیوں اور / یا نقل و حمل کے طریقوں کے درمیان ہوتا ہے۔

خود مختاری: اپنی حکومت

اس باب سے مشکل الفاظ کی فہرست نکالیں اور ان کے معنی لکھیں۔	

حصہ دوم

جغرافیہ پاکستان

سبق

04

پاکستان کا قدرتی جغرافیہ اور نباتات

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- پاکستان کے اہم پہاڑی سلسلوں، سطح مرتفع، دریاؤں اور میدانی علاقوں کی طبعی نقشے پر نشاندہی کر سکیں، اور ملک کے طبعی اور انسانی پہلوؤں کے اعتبار سے ان کی جغرافیائی اہمیت کو واضح کریں۔
- مناسب جغرافیائی الفاظ اور اصطلاحات کا استعمال کرتے ہوئے، پاکستان کی قدرتی جغرافیہ کا تجزیہ کریں، جس میں پہاڑوں، سطح مرتفع، دریاؤں اور میدانوں جیسی خصوصیات کی مقامی تقسیم شامل ہو۔
- مماثلت اور فرق کا تجزیہ کرنے کے لیے جغرافیائی نمائندگیوں اور جغرافیائی ٹکنالوجیوں کا استعمال کرتے ہوئے موسم کے نمونوں، معیشت، قدرتی پودوں، نکاسی آب کے نظام، طرزِ زندگی، اور پاکستان کی مختلف زمینی ساختوں میں رہنے والے لوگوں کی ثقافتوں کی تحقیق کریں۔
- تفریحی، تجارتی اور معاشی ترقی کے مواقع پر غور کرتے ہوئے، مستقبل کی ترقی اور پائیداری کے لیے پاکستان کی قدرتی ٹپوگرافی (تفصیلی جغرافیائی مطالعہ) کی صلاحیت کا جائزہ لینے کے لیے متعلقہ شواہد کے ساتھ دلائل پیش کریں۔

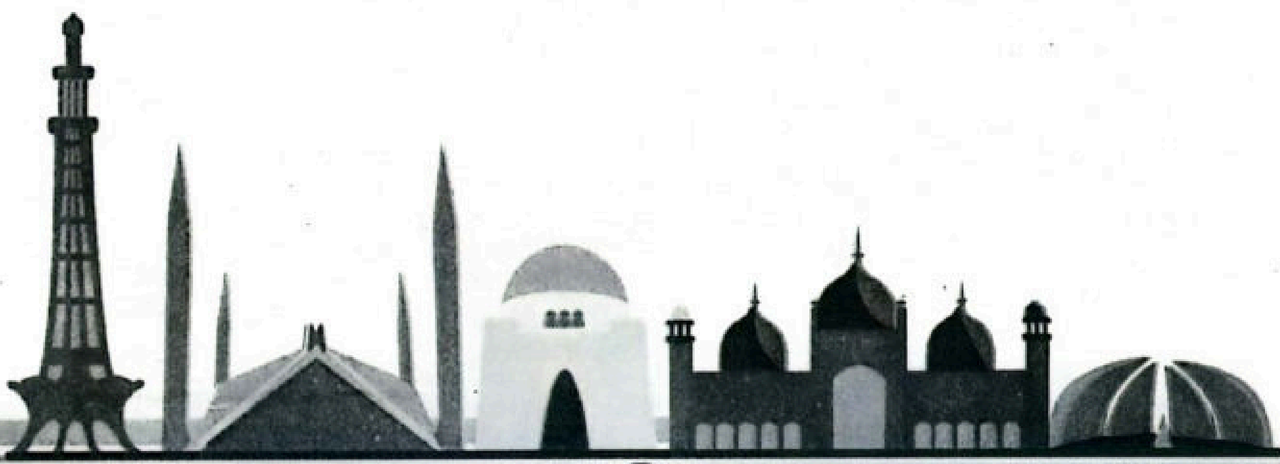

پاکستان کے علاقے

جغرافیہ، زمین کی سطح کا مطالعہ اور زمین کی قدرتی اور فرضی (غیر حقیقی) خصوصیات کی نقشہ نگاری ہے۔ جغرافیہ کا مطالعہ زمین کی سطحی خصوصیات اور بدلتے وقت کو سمجھنے کے لئے بنیادی اکائی ہے۔ اس باب میں ہم پاکستان کی قدرتی جغرافیائی خصوصیات کا تجزیہ کریں گے۔ پاکستان کے قدرتی جغرافیہ کو چھ (٦) حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱. شمالی پہاڑ اور شمال مغربی پہاڑی سلسلہ	۲. مغربی پہاڑی سلسلہ
۳. سطح مرتفع بلوچستان	۴. سطح مرتفع پوٹھوہار اور سالٹ رینج
۵. سندھ کا میدانی علاقہ	۶. صحرائی علاقے

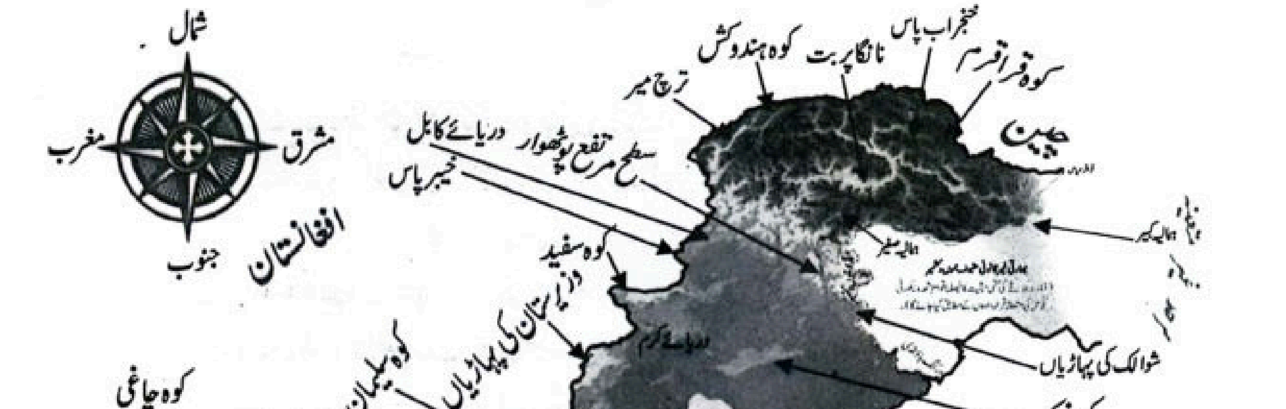

1۔ شمالی اور شمال مغربی پہاڑی سلسلہ:

اس خطے میں مندرجہ ذیل تین پہاڑی سلسلے شامل ہیں۔

i. کوہِ ہمالیہ (اونچائی تقریباً ۴۰۰۰ میٹر):

ہمالیہ مشرق سے مغرب تک ۲۵۰۰ کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں شوالک، ہمالیہ صغیر اور ہمالیہ کبیر کا پہاڑی سلسلہ واقع ہے۔ شوالک پہاڑیوں کی اونچائی ۶۰۰-۱۲۰۰ میٹر کے درمیان ہے۔ جبکہ ہمالیہ صغیر کی چوٹیوں کی بلندی ۱۸۰۰-۴۵۰۰ میٹر کے درمیان ہیں۔ ہمالیہ میں مری، گلیات، گھوڑا گلی، نتھیا گلی جیسے خوبصورت سیاحتی مقامات ہیں۔ ہمالیہ کبیر پیر پنجال اور قراقرم کے درمیان ہے۔ ہمالیہ کبیر کے زیادہ تر حصے کشمیر میں واقع ہیں جہاں کی سب سے بلند ترین چوٹی نانگا پربت ہے، جو تقریباً ۸۱۲۶ میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ قدرتی جغرافیہ کی خصوصیت میں برف کی چوٹی والے پہاڑ، وسیع گلیشیر کے ساتھ بڑی تعداد میں قدرتی پودے شامل ہیں، جن میں سدا بہار مخروطی جنگلات، پت جھڑ کے جنگلات اور الپائن گھاس کے میدان شامل ہیں۔ درختوں کی لکیر کے اوپر نباتات، پودوں، گھاس، جھاڑیوں اور جنگلی پھولوں کی شکل میں ہوتے ہیں۔

بہت کم آبادی والا ہمالیہ

ii. کوہِ ہندوکش (قدرتی اونچائی تقریباً ۵۰۰۰ میٹر):

کوہِ ہندوکش کا سلسلہ وسطی اور مشرقی افغانستان سے شمال مغربی پاکستان اور جنوب مشرقی تاجکستان تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ ہندوکش ہمالیائی خطے (ایچ کے ایچ) کا مغربی حصہ ہے، اور اسے بڑے ہمالیہ پہاڑی نظام کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ ان پہاڑوں کا زمینی منظر ناہموار ہے۔ جس کی وجہ ڈھلوانوں والی تنگ وادیاں ہیں مثلاً ترچ میر، جس کی بلندی ۷۶۹۰ میٹر ہے۔ سرد آب و ہوا کی وجہ سے موسم ٹھنڈا ہوتا ہے اور قدرتی نباتات الپائن کے جنگلات کی شکل میں پائی جاتی ہیں۔

کوہ ہندوکش

برف کی لکیر جو ۴۰۰۰ میٹر سے شروع ہوتی ہے، وہاں پودے نہیں اُگتے۔ اس بلندی پر پہاڑ سال بھر برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔ ہندوکش کے گلیشیر جن میں بتورا اور چیاتر شامل ہیں، خطے کے لیے پانی کا ایک اہم ذریعہ ہیں، اور یہ متعدد اہم اقتصادی سرگرمیوں جیسے کہ زراعت اور پن بجلی کی پیداوار میں بھی معاون ہیں۔ کوہ ہندوکش اسٹراتیجی لحاظ سے کئی اہم گزرگاہوں پر مشتمل ہے، جن میں درّہ شندور، درّہ شانگلا، اور درّہ لورائی شامل ہیں۔ یہ درّے اہم آبادی کے مراکز اور وادیوں جیسے گلگت، چترال، سوات اور پشاور کو آپس میں جوڑتے ہیں۔

قراقرم:(اوسط اونچائی 6000 میٹر)

قراقرم کے پہاڑی سلسلے پتھریلے پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جو مشرق سے مغرب تک عموماً برف سے ڈھکا ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ وادئ ہنزہ سے لیکر دریائے شیوک تک ۴۰۰ کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے اس سلسلے کا مغربی حصہ پاکستان میں ہے۔ قراقرم پہاڑی سلسلے کی خصوصیت تنگ اور گہری وادیاں ہیں،۔ جیسے ہنزہ، شیوک، اور بالتورو۔ اونچی گھاٹیاں، جیسے نانگا پربت اور انڈس گورجز، اور وسیع گلیشیئر، جیسے بالتورو، سیاچن، اور بیافو گلیشیئر۔ دنیا کی دوسری بلند ترین پہاڑی چوٹی کے۔ٹو (K 2) بھی قراقرم میں واقع ہے۔ کم اونچائی پر بادل عام طور پر بارش کی صورت میں برستے ہیں۔ زیادہ اونچائی پر بادل عموماً برف کی شکل میں برستے ہیں۔ نچلی بلندیوں پر قدرتی نباتات عام طور پر خشک اور میدان جیسے ہوتے ہیں، جن میں گھاس، جھاڑیاں، اور درخت جیسے سفیدہ، صنوبر او بید ہوتے ہیں۔ اونچائی پر زیادہ تر نباتات پہاڑی ہوتے ہیں، جن میں گھاس کے میدان، کائی اور خودرو پودے شامل ہیں۔

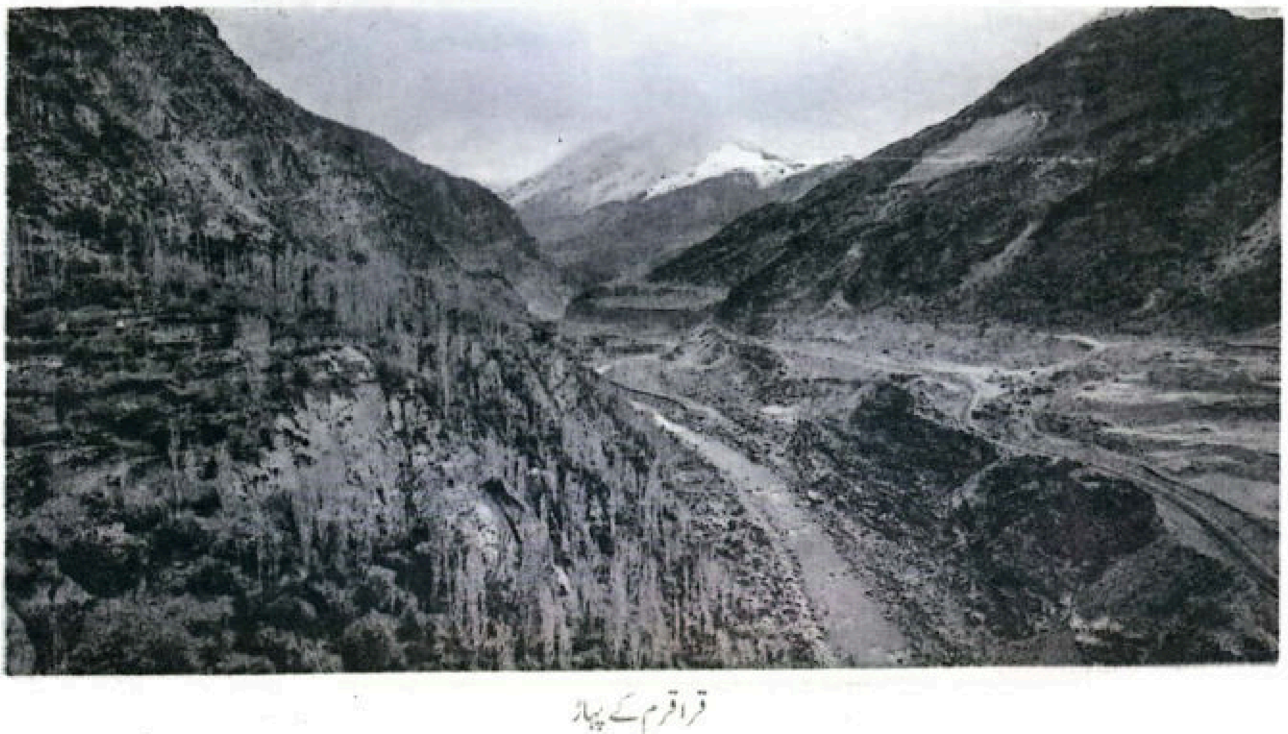

قراقرم کے پہاڑ

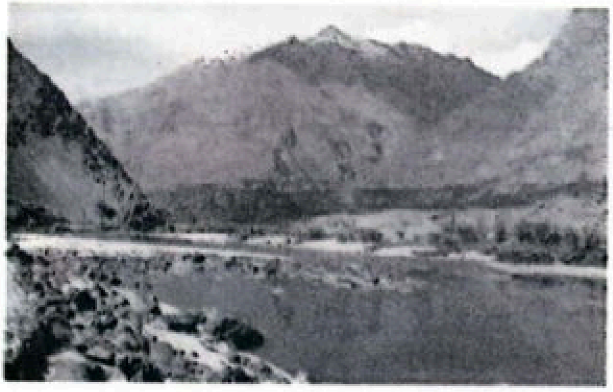

دریائے شیوک

قراقرم پہاڑی سلسلے میں مشکل آب وہوا اور ارضی منظر کی وجہ سے آبادی کی کثافت کم ہے۔ زیادہ تر آبادی شمالی برصغیر پاک وہند کے جنوں کشمیر کے علاقے، گلگت اور اسکردو یعنی گلگت بلتستان کے تین قصبوں میں مرکوز ہے۔ زیادہ تر لوگ جوان اونچائی والے علاقوں میں رہتے ہیں وہ روزی روٹی کے لیے کاشتکاری کرتے ہیں اور چرواہے ہیں۔ وہ فصلیں اُگاتے ہیں اور اپنی ضروریات کے لیے مویشی پالتے ہیں یا دوسری برادریوں کے ساتھ سامان کی تجارت کرتے ہیں۔

شمالی پہاڑی سلسلے کی اہمیت

i. شمالی پہاڑ، علاقے کے لیے پانی کا ایک بڑا ذریعہ ہیں، جو پینے کا صاف پانی، آبپاشی کا پانی، اور پن بجلی مہیا کرتے ہیں۔ جیسے کہ دریائے سندھ، جو کہ ان ہی شمالی پہاڑوں سے نکلتا ہے پاکستان کے لاکھوں لوگوں کو پانی فراہم کرتا ہے۔

ii. یہ شمالی پہاڑی خطے دنیا کی آب وہوا کو منظم کرنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، شمالی پہاڑوں کے گلیشیر زمین کو ٹھنڈا رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

iii. شمالی پہاڑ مختلف قسم کے منفرد اور خطرناک جنگلی حیات کی انواع کا گھر ہیں، جیسے کہ برفانی چیتے اور تبتی ہرن۔

iv. یہ شمالی پہاڑی چوٹیاں پاکستان کو سائبیریا اور وسطی ایشیاء کی سرد ہواؤں سے تحفظ فراہم کرتی ہیں۔

v. شمالی پہاڑ مقامی لوگوں کے لیے مختلف قسم کے اقتصادی مواقع پیش کرتے ہیں، جیسے کہ سیاحت، زراعت، اور جنگلات۔ مثال کے طور پر، پاکستان کے شمالی پہاڑ کوہ پیماؤں اور ٹریکرز کے لیے ایک مقبول سیاحتی مقام ہیں۔

vi. شمالی پہاڑ کئی اہم صنعتوں، جیسے کیمیائی صنعت، دواسازی کی صنعت، کاغذ بنانے کا خام مال اور فرنیچر بنانے کی صنعتوں کا خام مال فراہم کرتے ہیں۔

چند اہم حقائق

شمالی علاقہ جات میں زلزلے

شمالی پاکستان، بشمول کشمیر، یوریشین اور انڈین ٹیکٹونک پلیٹوں کے ٹکراؤ کے مقام پر واقع ہے۔ جس کی وجہ سے یہ مسلسل زلزلوں کا شکار ہے۔ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو اس خطے میں 7.6 شدت کا زلزلہ آیا، جس نے بڑے پیمانے پر تباہی مچائی، خاص طور پر بالاکوٹ، کشمیر میں، جو تقریباً مکمل طور پر تباہ ہو گیا تھا۔ زلزلے کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر جانی ومالی نقصان ہوا، بستیوں اور بنیادی ڈھانچے کو شدید نقصان پہنچا، اور میدانی علاقوں میں بڑے پیمانے پر نقل مکانی واقع ہوئی۔ ثانوی اثرات میں پانی کی قلت اور بیماریوں کا پھیلاؤ شامل تھا۔ پاکستانی حکومت نے ہنگامی امداد، انخلاء کے اقدامات، اور بحالی کے مراکز فراہم کیے۔

2۔ مغربی پہاڑ

مغربی پہاڑ ایک دوسرے کے متوازی چلنے والے کم اونچائی والے پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے۔ مغربی پہاڑوں کی تفصیل جدول میں دی گئی ہے:

پہاڑی سلسلے کا نام	مقام	سطح سمندر سے اونچائی	سطح سمندر سے اونچائی	اہمیت
کوہ سفید	دریائے کابل کا جنوب	سطح سمندر سے اونچائی 4712 سے 4755 میٹر کے درمیان	– برف سے ڈھکی چوٹیاں – چونے کے پتھر کی پہاڑیاں – کوہ سیکارم کی سب سے زیادہ بلندی۔ – دیودار کی نباتات – کوہاٹ اور پشاور بطور شہری مراکز	– افغانستان اور کے پی کے کے درمیان درہ کرم ایک قدرتی سرحد بناتا ہے۔
وزیرستان کی پہاڑیاں	دریائے کرم اور دریائے گومل کے درمیان واقع	3513 میٹر	– وافر مقدار میں معدنی ذخائر جیسے چکنی مٹی۔ – کم بارش کی وجہ سے نباتات کی کمی – کرم ڈیم آبپاشی کے لیے پانی مہیا کرتا ہے۔	– ٹوچی پاس بنوں اور غزنی کو جوڑتا ہے۔
کوہ سلیمان	جنوبی پنجاب میں دریائے سندھ کا مغرب	3383 میٹر	– چونے کے پتھر – پرت دار سلیٹی پتھر (شیل) اور ریت کے پتھر کے ذخائر – سب سے اونچی چوٹی تخت سلیمان ہے۔	– پنجاب میں بلوچستان سطح مرتفع اور دریائے سندھ کے درمیان سرحد بناتا ہے۔ – بولان پاس کچی بی کے میدان کو کوئٹہ سے ملاتا ہے۔
کیرتھر کی پہاڑیاں	سندھ میں دریائے سندھ کا مغرب	2174 میٹر	– کیرتھر پہاڑیوں کا پانی – جھاڑیوں کے انواع واقسام – دریائے حب اور لیاری، کیرتھر سے بہتے ہیں۔	– سندھ کے میدانی اور بلوچستان کی سطح مرتفع کے درمیان سرحد

اساتذہ کے لئے نوٹ: طالب علموں کو شمالی پہاڑوں سے متعلق ایک حقائق کی رپورٹ تیار کرنے کے لئے کہیں۔ طلباء یہ معلومات آن لائن، کتابوں سے، یا ماہرین کا انٹرویو کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔

مغربی پہاڑوں میں اقتصادی سر گرمیاں اور طرزِ زندگی

مغربی پہاڑی سلسلوں کی زمین ناہموار ہے اور بڑی حد تک قدرتی پودوں سے خالی ہے۔زیادہ تر آبادی چھوٹے قصبوں اور دیہی علاقوں میں گزر بسر اور خانہ بدوش طرزِ زندگی گزارتی ہے۔ آبادی کی کثافت ۱۰۰ افراد فی کلومیٹر مربع سے کم ہے۔ناہموار علاقے کی وجہ سے مغربی پہاڑوں کی اکثریت میں نہری آبپاشی قابل عمل نہیں ہے۔ یہاں بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کا فقدان ہے، بشمول مسافر بردار ٹرینیں، تارکول کی بنی سڑکیں اور ہوائی روابط شامل ہیں۔مثال کے طور پر، پشاور اور کوہاٹ جیسے بڑے شہری مراکز کی سڑکوں اور ریلوے کے ذریعے قابل رسائی ہیں اور ملک سے منسلک ہیں۔اگرچہ یہاں معدنی وسائل وافر مقدار میں موجود ہیں لیکن کٹھن زمینی ساخت کی وجہ سے انہیں نکالا نہیں جاسکا۔

سوچ کو وسعت دیں۔

اخبار کا تراشہ پڑھیں اور نیچے دیے گئے سوالات کے جواب دیں۔

پہاڑوں میں فوڈ سیکیورٹی، 9 دسمبر 2009 کو ڈان اخبار میں شائع کردہ نشر پارہ۔

پہاڑوں میں خوراک کا مسئلہ سنگین تر ہوتا جارہا ہے۔ سخت آب وہوا اور مشکل زمینی راستے سیاسی وسماجی پسماندگی کے ساتھ مل کر پہاڑی لوگوں کو خوراک کی کمی کا شکار بنا دیتی ہیں۔پہاڑی علاقوں میں مقامی کھانوں اور روایتی زرعی طریقوں کے بارے میں مقامی علم ختم ہورہا ہے اور زرعی تنوع کے ساتھ ساتھ پیداواری صلاحیت بھی کم ہورہی ہے، جس سے پہاڑی لوگوں کی کمزوری میں مزید اضافہ ہورہا ہے۔فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن (ایف اے او) کا کہنا ہے کہ دنیا بھر میں کھانے پینے کی اشیاء کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں اور دور دراز کے پہاڑی علاقوں میں نقل و حمل کے اخراجات میں اضافے کا مطلب ہے کہ پہاڑی لوگ اپنی خوراک کے لیے زیادہ قیمت ادا کریں۔

پہاڑوں میں فوڈ سیکیورٹی، 9 دسمبر 2009 کو ڈان اخبار میں شائع کردہ نشر پارہ۔

1۔ پہاڑوں میں سخت آب وہوا اور کٹھن علاقے وہاں کے رہنے والے لوگوں کی زندگیوں کو کیسے متاثر کرتے ہیں؟

2۔ مقامی کھانوں اور روایتی زرعی طریقوں کے بارے میں مقامی معلومات کی کمی پہاڑی لوگوں کی زندگیوں کو کیسے متاثر کررہی ہے؟

3۔ پہاڑی برادریوں کو بھوک کے مسئلے سے نمٹنے میں مدد کے لیے کچھ حل تجویز کریں؟

3۔ سطح مرتفع بلوچستان

سطح مرتفع بلوچستان، پاکستان کے جنوب مغربی نصف حصے کی تشکیل کرتا ہے۔اس کی سرحد شمال میں ہندوکش پہاڑوں، جنوب میں بحیرۂ عرب اور مغرب میں ایرانی سرحد سے ملتی ہے۔ سطح مرتفع کی خاصیت اس کی اونچائی کی حدود (۶۰۰--۳۰۰ میٹر) ہے ،جس کا کل رقبہ 347,190 مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ بلوچستان میں خشک آب وہوا ہے، جس میں اوسطاً 250 ملی میٹر (10 انچ) سے کم سالانہ بارش ہوتی ہے۔

بلوچستان کے سطح مرتفع کی الگ الگ ٹپوگرافی کی نشاندہی اس طرح کی گئی ہے:

i. شمالی بلوچستان کے طاس (بیسن)

ٹوباکاکڑ اور کوہِ سلیمان کے سلسلوں کے درمیان، متعدد نشیبی علاقے پائے جاتے ہیں۔ جن کی نشاندہی ژوب اور لورالائی طاس کے طور پر کی جاتی ہے۔ وادی کوئٹہ لورالائی کے طاس کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔

ii. مغربی بلوچستان کے طاس (بیسن)

مغربی طاس کئی پہاڑی سلسلوں جیسے چاغی کی پہاڑیوں، سیاہن اور وسطی مکران کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ بلوچستان میں اندرون زمین نکاسی آب ہے۔ طاسوں میں جمع شدہ بارش کا پانی دریاؤں اور ندیوں میں گرتا ہے جو یا تو زمین میں جذب ہو جاتا ہے۔ یا عارضی جھیلیں بناتا ہے جنہیں ہامون کہتے ہیں، اور ان میں نمک کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ سب سے بڑا ہامون خاران کے صحرا میں پایا جاتا ہے۔

iii. پہاڑی سلسلے

بلوچستان کے سطح مرتفع میں پائے جانے والے پہاڑی سلسلے بنجر ہیں اور کاشت کاری کے لئے ناموافق ہیں۔ تاہم، ان سلسلوں میں کوئلے، سونے، تانبے اور گندھک کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ ان حدود میں شامل ہیں:

- وسطی براہوئی سلسلہ
- ٹوبہ کاکڑ سلسلہ
- حالا سلسلہ
- مکران کا ساحلی سلسلہ
- سیہان سلسلہ
- راس کوہ سلسلہ

iv. ساحلی علاقے

بلوچستان کے سطح مرتفع کے ساحلی علاقوں کو مشرقی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں لسبیلہ کا میدان اور مکران کے ساحل پر مشتمل مغربی حدود شامل ہیں اور اس کا ساحلی میدان سمندر میں زمین کے انضمام سے بنتا ہے۔ کچھ اہم ساحلی دریا ہیں جیسے حب، ہنگول، پورالی اور دشت جو بحیرہ عرب میں گرتے ہیں۔

قدرتی اور اقتصادی وسائل

بلوچستان کی سطح مرتفع قدرتی وسائل سے مالامال ہے جو درج ذیل ہیں:

Ÿ آبی وسائل

بلوچستان میں آبی وسائل محدود اور غیر مساوی طور پر تقسیم ہیں۔ پانی کا کوئی بڑا ذریعہ نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو سال بھر مسلسل پانی کی قلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پانی کے اہم ذرائع سطحی پانی، زیرزمین پانی کے آبی ذخائر اور چشموں کی شکل میں ہیں۔ کاریزوں کا نظام آبپاشی میں مدد کرتا ہے۔ تاہم، زیادہ پانی نکالنے کی وجہ سے زیرزمین پانی کم ہو رہا ہے۔

طلباء کو مطلع کریں کہ طاس (بیسن) زمین کا ایک بڑا، نشیبی علاقہ (ڈونگا نما علاقہ) ہوتا ہے جو پیالے کی شکل میں اونچی زمین سے گھرا ہوتا ہے۔ بلوچستان کے طاس وقت کے ساتھ آس پاس کے پہاڑوں اور پہاڑیوں کے کٹاؤ سے تشکیل پاتے ہیں۔ ان کا سمندر تک جانے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔

۷ معدنیات

بلوچستان معدنی دولت سے مالامال ہے جو ممکنہ طور پر اہم ہے لیکن پھر بھی یہ بلوچستان کی معیشت میں ایک کم ترقی یافتہ شعبہ ہے۔ صوبائی معدنیات شماری کی رپورٹ 2017ء کے مطابق، صوبے میں موجود پچاس ریکارڈ شدہ معدنی وسائل میں سے انتیس کو نکالنے سے سالانہ آمدنی تقریباً ۳۔4 ارب روپے ہوتی ہے۔ سب سے اہم معدنیات گیس، کوئلہ، تانبہ، سرمہ اور سونا ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

بلوچستان: ایک تجارتی راہداری

گوادر بندرگاہ بین العلاقائی نقل وحمل اور تجارت کا مرکز بن سکتی ہے کیونکہ یہ زمین بند افغانستان اور وسطی ایشیاء کے لیے بحیرۂ عرب تک رسائی فراہم کرتی ہے۔ گوادر کو وسطی ایشیائی خطوں کے ساتھ مستقبل کی تجارتی راہداری کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ گوادر بندرگاہ سے سامان زمینی راستوں کے ذریعے افغانستان، تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان اور وسطی ایشیاء تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ اس کو ممکن بنانے کے لیے گوادر کو افغانستان اور ایران سے ملانے کے لیے سڑکوں اور ریلوے کا جال بچھایا جارہا ہے۔ افغانستان اور ایران کی سرحدوں پر راہداریاں کھولنے کے منصوبے پر بھی عمل درآمد جاری ہے۔ اسی طرح کی پیشرفت کے ساتھ، بلوچستان افغانستان اور ایران کے پڑوسی ممالک کے لیے گزرگاہ اور وسطی ایشیاء میں تجارتی راہداری کے طور پر کام کرسکتا ہے۔

۷ زراعت

الف۔ پھل اور سبزیوں کی پیداوار

بلوچستان میں فصل کے دو موسم ہوتے ہیں: خریف (موسم گرما) اور ربیع (موسم سرما) کو کہا جاتا ہے۔ خریف کی فصلوں میں چاول، جوار، مکئی، پیاز، آلو، خربوزہ، مرچیں، تمباکو اور گنا شامل ہیں۔ خریف کی سبزیوں میں بھنڈی، ٹنڈا، بینگن، کریلا، کدو، خریف کے ٹماٹر اور کھیرا شامل ہیں۔ ربیع کی فصلوں میں گندم، جو، تلی اور سرسوں کے بیج، زیرہ، چنا اور سورج مکھی شامل ہیں۔ ربیع کی سبزیوں میں گوبھی، گاجر، بند گوبھی، مٹر، مولی، شلجم، پالک، چقندر کی جڑ اور ربیع ٹماٹر شامل ہیں۔ اہم پھلوں میں بادام، سیب، خوبانی، انگور، آڑو، بیر، انار، چیری، کھجور، کیلے، آم، چیکو، پپیتا اور ناریل شامل ہیں۔

ب۔ ماہی گیری

بلوچستان کا ماہی گیری کا شعبہ نمایاں طور پر ترقی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن اسے مزید معاون بنیادی ڈھانچے اور خدمات کی ضرورت ہے۔ اہم مچھلیاں ٹونا، سارڈین، سرمئی وغیرہ ہیں۔ اس کی ساحلی پٹی پاکستان کی کل ساحلی پٹی کا ۷۰٪ ہے، لیکن یہ ملک کی لینڈ کیچ (مچھلی کو ساحل تک لانے کا عمل) کا صرف ۳۰٪ ہے۔ یہ صورتحال گوادر، اورماڑا اور پسنی کی بندرگاہوں پر معاون بنیادی ڈھانچے اور خدمات کی کمی کے ساتھ ساتھ، جدید پروسیسنگ کی سہولیات کی کمی کی وجہ سے ہے۔ ساحلی شاہراہ اور گوادر بندرگاہ کی ترقی کو مربوط کرنے سے ماہی گیری کے شعبے اور مقامی معیشت کی ترقی کو فروغ ملنے کی امید ہے۔

ج-مویشی

بلوچستان مویشیوں کے وسائل سے مالامال ہے، تقریباً 70 فیصد آبادی بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر مویشی پالنے کی سرگرمیوں سے وابستہ ہے۔ مویشی، اونٹ اور مرغی جیسے جانور روایتی طور پر دودھ اور گوشت کی گھریلو ضروریات پوری کرنے کے لیے رکھے جاتے ہیں۔ بلوچستان کی مویشیوں سے بنی مصنوعات میں چمڑے، قالین اور دواسازی کی صنعتیں اہمیت کی حامل ہیں۔ مویشیوں کی ترقی پر توجہ، صوبے میں غربت کے خاتمے کی حکمت عملی کے لیے اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ بنیادی ڈھانچے، خدمات اور تربیت میں سرمایہ کاری کر کے، حکومت مویشی پالنے والوں کو ان کی پیداواری صلاحیت اور آمدنی بڑھانے میں مدد کر سکتی ہے۔

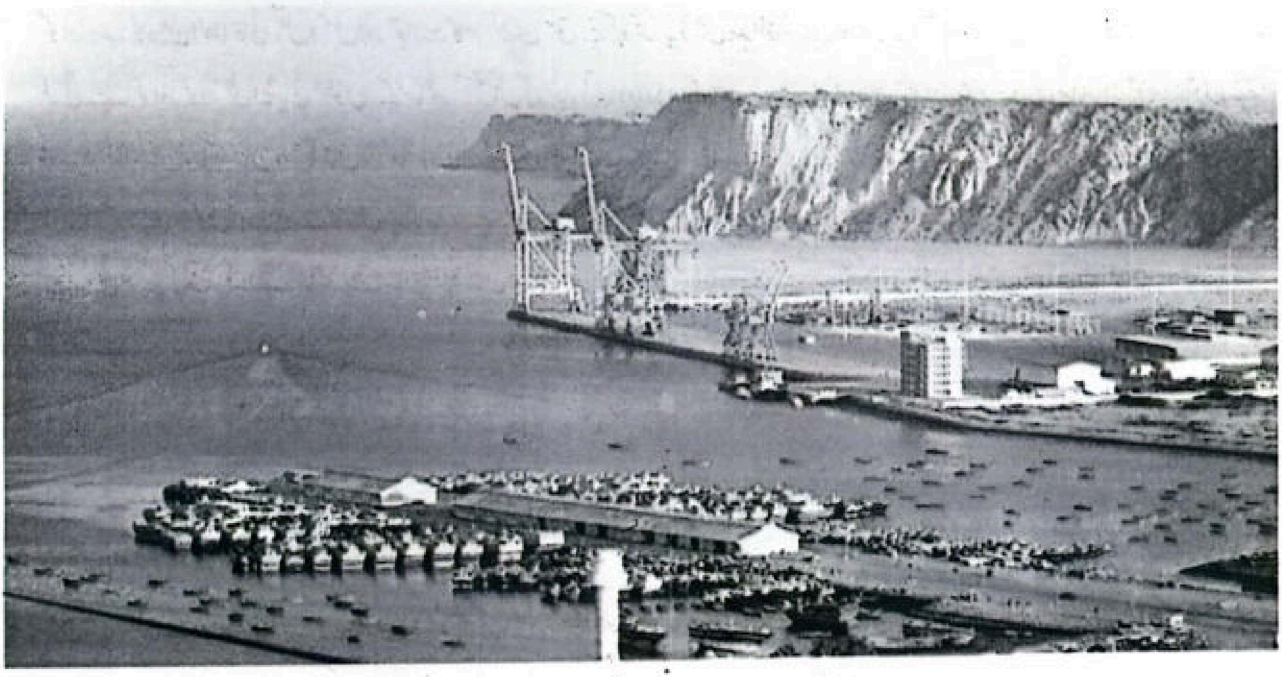

گوادر پورٹ، سی پیک منصوبے کا ایک حصہ

4-پوٹھوہار سطح مرتفع اور کوہ نمک (سالٹ رینج)

پوٹھوہار سطح مرتفع اور کوہ نمک اسلام آباد کے جنوب میں اور دریائے سندھ اور دریائے جہلم کے درمیان میں واقع ہے۔ مسلسل کٹاؤ کی وجہ سے اس کا ارضی منظر بدل رہا ہے۔ پوٹھوہار سطح مرتفع اور نمک کے پہاڑی سلسلوں میں جپسم، چونا پتھر، ماربل، ڈولومائٹ کوئلہ اور تیل جیسے معدنیات کے بھرپور ذخائر موجود ہیں۔ اس علاقے میں متعدد تیل اور گیس کے میدان قائم کیے گئے ہیں جیسے کہ اٹک آئل ریفائنری۔ کاشتکاری کا انحصار قدرتی بارش پر ہوتا ہے اسی وجہ سے اس علاقے کو بارانی (rainfed) کہا جاتا ہے قدرتی نباتات خشک معتدل جنگل پر مشتمل ہے، جس میں پت جھڑ اور سدا بہار درخت اور جھاڑیاں شامل ہیں۔

پوٹھوہار کا قدرتی جغرافیہ اور نکاسی کی خصوصیات

پوٹھوہار سطح مرتفع اپنی، کٹی ہوئی اور ناقص زمین کی وجہ سے ایک خراب زمین کا جغرافیہ (ٹوپوگرافی) پیش کرتا ہے۔ دریائے سوآن آبی میدانوں کی تشکیل کرتا ہے، جو زرعی طور پر پیداواری ہیں۔

i. ناہموار اور پسماندہ پہاڑیاں

ایسی پہاڑیاں بہتے پانی اور تیز چلنے والی ہواؤں کے ذریعے نرم چٹان کے کٹاؤ سے بنتی ہیں۔ کالا چٹا اور خیری پوٹھوہار سطح مرتفع کی اہم پسماندہ اور ناہموار پہاڑیاں ہیں۔

ii. ناقص زمین

پہاڑی تعمیر کے عمل کے دوران، زمین کمزور ہوتی ہے اور دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔

iii. گرت اور گراوٹ

یہ اس وقت بنتی ہیں جب نرم چٹانیں پانی سے کٹ جاتی ہیں اور ہوا ڈھیلی مٹی کو اڑا دیتی ہے، جس کی بنا پر دباؤ اور گرت پیدا ہوتا ہے۔

iv. گھاٹیاں

گھاٹیاں صاف پانی کے کٹاؤ سے پیدا ہونے والی نہریں ہیں۔ یہ خاص طور پر برسات کے موسم میں بہتے ہوئے پانی کو ساتھ لے جاتے ہیں۔

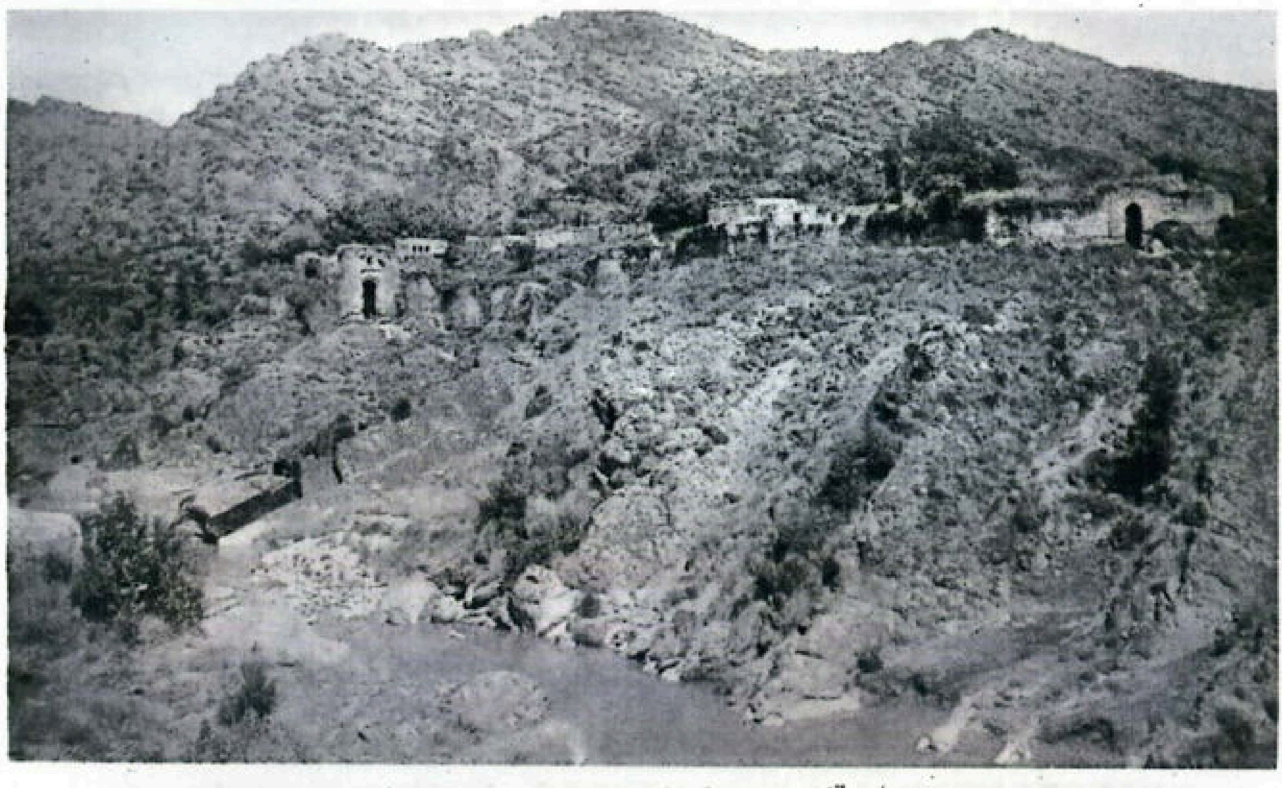

پوٹھوار سطح مرتفع کی بیڈ لینڈ ٹپوگرافی (دریائے سوان کے کنارے پر والا قلعہ)

کوہِ نمک (سالٹ رینج)

سالٹ رینج اسلام آباد سے ۱۶۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ کوہِ نمک متوازی پہاڑیاں ہیں جن کی اوسط اونچائی 750 سے 900 میٹر کے درمیان ہے اور یہ کھیوڑہ کے مقام پر واقع ہے۔ یہ علاقہ معدنی ذخائر جیسے جپسم، چٹانی نمک اور چونا پتھر سے مالامال ہے۔ نمک کی پہاڑیاں ٹوٹی ہوئی اور خستہ حال زمین پر مشتمل ہوتی ہیں، جو دریاؤں کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہیں۔ یہاں مشہور کلر کہار جھیل اور ساکیسر چوٹی جو ۱۵۲۲ میٹر بلندی کے ساتھ کوہِ نمک کی سب سے اونچی چوٹی ہے۔ کوہِ نمک کے اہم اضلاع جہلم، میانوالی اور چکوال ہیں۔

5۔ سندھ کا میدان

دریائے سندھ کا میدان دریائے سندھ اور اس کی مشرقی اور مغربی معاون دریاؤں سے تشکیل پاتا ہے جیسا کہ جدول میں دکھایا گیا ہے۔

مشرقی معاون دریا	مغربی معاون دریا
1۔ دریائے جہلم	1۔ دریائے شیوک
2۔ دریائے چناب	2۔ دریائے گلگت
3۔ دریائے راوی	3۔ دریائے کابل
4۔ دریائے ستلج	4۔ دریائے کرم
5۔ دریائے بیاس (ستلج کی معاون ندی)	5۔ دریائے گومل

دریائے سندھ کے میدان کی قدرتی جغرافیائی خصوصیات

سندھ کا میدان دریائے سندھ کی آبکاری سے تشکیل پاتا ہے۔ اسے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی:

(i) دریائے سندھ کا بالائی میدان (ii) دریائے سندھ کا زیریں میدان (iii) دریائے سندھ کا ڈیلٹائی میدان

جغرافیائی خصوصیات اور ان کی اہمیت درج ذیل میں زیرِ بحث ہے:

فعال سیلابی میدان:

یہ زمین کی ایک تنگ پٹی ہے جس میں دریائے راوی کے جنوبی نصف حصے کے علاوہ تقریباً تمام دریا کے دونوں طرف بھرپور آبی ذخائر ہیں۔ فعال سیلابی علاقے میں تقریباً ہر سال باقاعدگی سے سیلاب آتا ہے۔ دریائے راوی کا فعال سیلابی میدانی علاقہ ۴۰ کلومیٹر چوڑا ہے جو اسے زرعی سرگرمیوں جیسے فصلوں کی کاشت، مچھلی کی پیداوار وغیرہ کے لیے اہم بناتا ہے۔ کٹاؤ سے بننے والے فعال سیلابی میدان میں دیگر خصوصیات جیسے گھماؤدار اور آسیب جھیلیں ہیں۔

پرانا سیلابی میدان:

پرانا سیلابی میدان ایک اونچا، ہموار علاقہ ہے جو کبھی دریا سے بھر جاتا تھا۔ یہ وہ علاقہ ہے جو فعال سیلابی میدان اور جستی چھتیں (زرخیز اونچے میدان) کے درمیان واقع ہو۔ پرانے سیلابی میدان زرعی سرگرمیوں کے لیے انتہائی مفید اور قیمتی ہیں، یہ خوراک، سیلاب پر قابو پانے، رہائش اور تفریح فراہم کرتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

دوآب: دوآب سے مراد دو دریاؤں کے درمیان واقع زمین کا ایک حصہ ہے۔

جستی چھتیں: (Alluvial Terraces)

یہ چپٹے اور اونچے میدان ہوتے ہیں جو دریاؤں یا دوآب کے درمیان مختلف بلندی پر پائے جاتے ہیں۔ جستی چھتوں میں باری دوآب، نیلی بار، رچنا دوآب میں صندل اور چاج دوآب میں کرانا بار ہیں۔ تعمیر، بستیوں اور دیگر صنعتی اور کاروباری سرگرمیوں کے لیے ہموار زمین کی دستیابی کی وجہ سے دوآب آبادی کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

پیڈ مونٹ کے میدانی علاقے:

یہ میدانی علاقے دریا کے پہاڑوں سے نکلتے ہی بنتے ہیں۔ یہ میدانی علاقے زرعی طور پر پیداواری ہیں۔ پیڈ مونٹ کے میدانی علاقے ہمالیائی پہاڑی سلسلوں کیر تھر، سلیمان اور شوالک کے دامن میں واقع ہیں۔

سمندری ڈیلٹا:

اسے سندھ کا ڈیلٹا بھی کہا جاتا ہے اور یہ ٹھٹھہ کے جنوب میں واقع ہے۔ یہ ایک تکون نما شکل میں ہے اور اس میں دریائے سندھ سے نکلی ہوئی ندیاں ہیں۔

کوئنسٹا (ڈھلان):

کوئنسٹا یا ڈھلان زیریں سندھ کے میدانی علاقے کی اہم خصوصیات ہے۔ یہ چونے کے پتھر کی چٹانیں ہوتی ہیں، جو ایک طرف سے تھوڑی اونچی ہوتی ہیں مگر دوسری طرف سے ڈھلوان ہوتی ہے۔ جیسے روہڑی کوئنسٹا اور گنجو ٹکر، حیدر آباد۔ یہ کوئنسٹا بیراجوں کی تعمیر کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کرتے ہیں، جو آبپاشی اور ماہی گیری کے مقاصد کے لیے پانی کو ذخیرہ کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

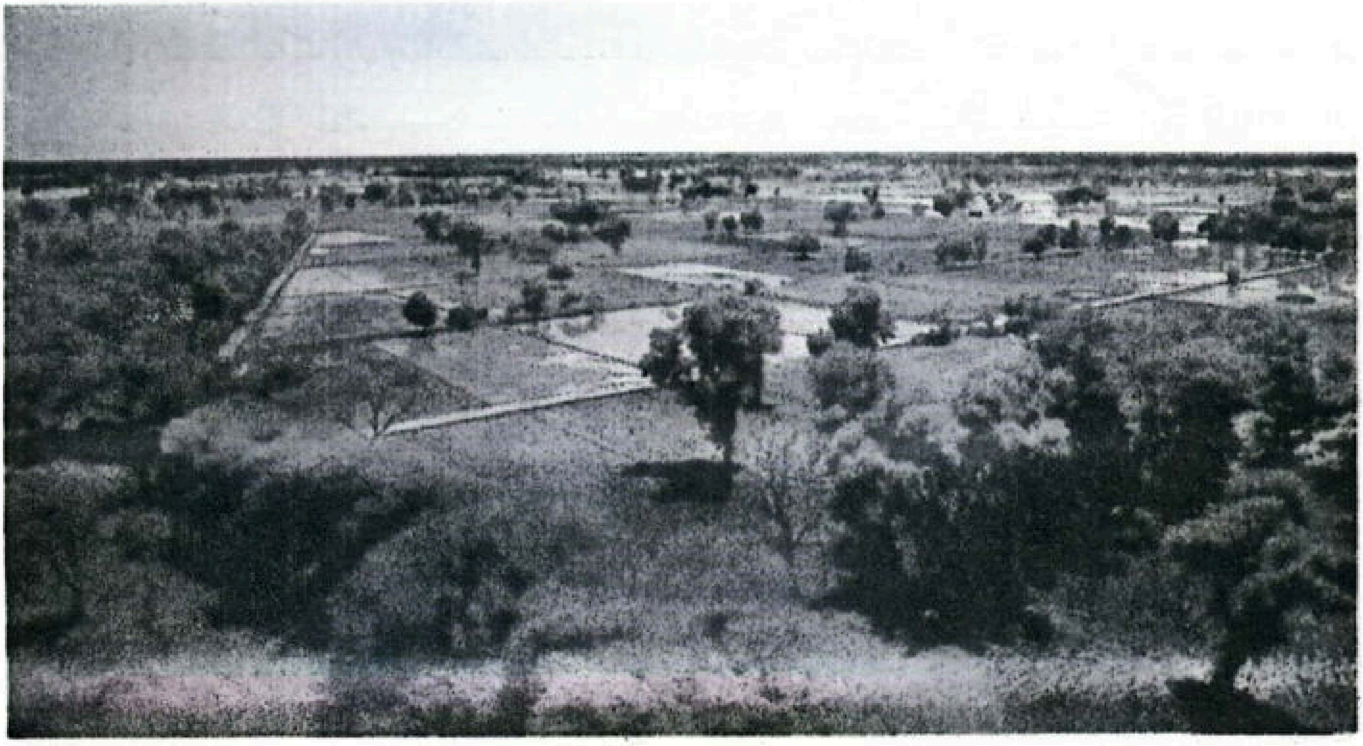

پنجاب کے سیراب میدانی علاقے

سندھ کے میدانی علاقوں میں اقتصادی سرگرمیاں

سندھ کا میدانی علاقہ کئی وجوہات کی بناء پر پاکستان کا اچھا پیداواری خطہ ہے۔ زرخیز مٹی اور ترقی یافتہ آبپاشی کے نظام کے ذریعے پانی کی وافر فراہمی اسے زرعی سرگرمیوں کے لیے مثالی بناتی ہے۔ ہموار زمین اور نکاسیِ آب کی دستیابی اسے آبادکاری کی ترقی کے لیے بھی مثالی بناتی ہے۔ وسیع معدنی ذخائر کی موجودگی، ہوائی، ریلوے اور سڑکوں کے نقل و حمل کے نیٹ ورک کی وجہ سے صنعت کاری کو وسعت ملتی ہے۔ اہم شہری مراکز لاہور، سیالکوٹ، فیصل آباد اور گوجرانوالہ ہیں۔

6۔ صحرائی علاقے

پاکستان میں وسیع اور گرم صحرا ہیں۔ یہ تین مقامات پر واقع ہیں۔

(الف) صحرائے تھل، دریائے سندھ اور دریائے جہلم کے درمیان واقع ہے۔ اسے سندھ ساگر دوآب بھی کہا جاتا ہے۔

(ب) پاکستان کے جنوب مشرق میں صحرائے تھر، صوبہ سندھ میں واقع ہے۔ اس کے مزید تین اہم صحرائی علاقے ہیں:

- چولستان
- نارا
- تھرپارکر

(ج) صحرائے خاران ایک ریتلا اور پہاڑی صحرا ہے جو پاکستان کے جنوب مغربی صوبہ بلوچستان میں واقع ہے۔

تیز ہواؤں کی وجہ سے ریگستانوں کا منظر بدلتا رہتا ہے۔ ریگستانی علاقوں کی سب سے اہم خصوصیات ریت کے ٹیلے، غیر منقسم زمین، ریتلے میدان یا زمینی پٹی، صاف چٹانیں، پانی کی کمی کی وجہ سے خشک مٹی، شدید گرمی اور موسمی عمل کی وجہ سے چٹانوں میں دراڑیں شامل ہیں۔ گرم آب و ہوا، بارشوں کی کمی اور تیز ہوائیں صحرائی علاقوں کو رہنے کے لیے ایک مشکل جگہ بنا دیتی ہیں، کیونکہ یہ زندگی کو برقرار رکھنے والی تمام بنیادی سرگرمیوں جیسے کاشتکاری وغیرہ میں رکاوٹ ہوتی ہیں۔ صحرائی علاقوں میں قدرتی نباتات جھاڑیوں، کیکٹس، جڑی بوٹیوں اور چند گھاسوں کا مرکب ہے۔ تھر کے ایک بڑے حصے میں پانی کی دستیابی سکھر بیراج کی ذیلی نہروں کے ذریعے ممکن ہوئی، جنہوں نے یہ علاقہ کھیتی باڑی کے قابل زمین میں تبدیل کر دیا ہے۔

صحرائے تھر

پاکستان کے صحرائی علاقوں کی اقتصادی صلاحیت

صحرائی علاقے معدنی ذخائر اور خام ایندھن جیسے کوئلہ، تیل اور گیس سے مالامال ہیں۔ یہ معدنی ذخائر پاکستان کی معیشت کی ترقی میں اہم کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر چولستان کا صحرا لگنائٹ (ایک قسم کا کوئلہ)، جپسم اور سیلکاریت سے مالامال ہے۔ مزید یہ کہ صحرائے تھر میں کوئلے کے ذخائر کو بجلی پیدا کرنے کے لیے استعمال، اور خام لوہے کے ذخائر کو اسٹیل بنانے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

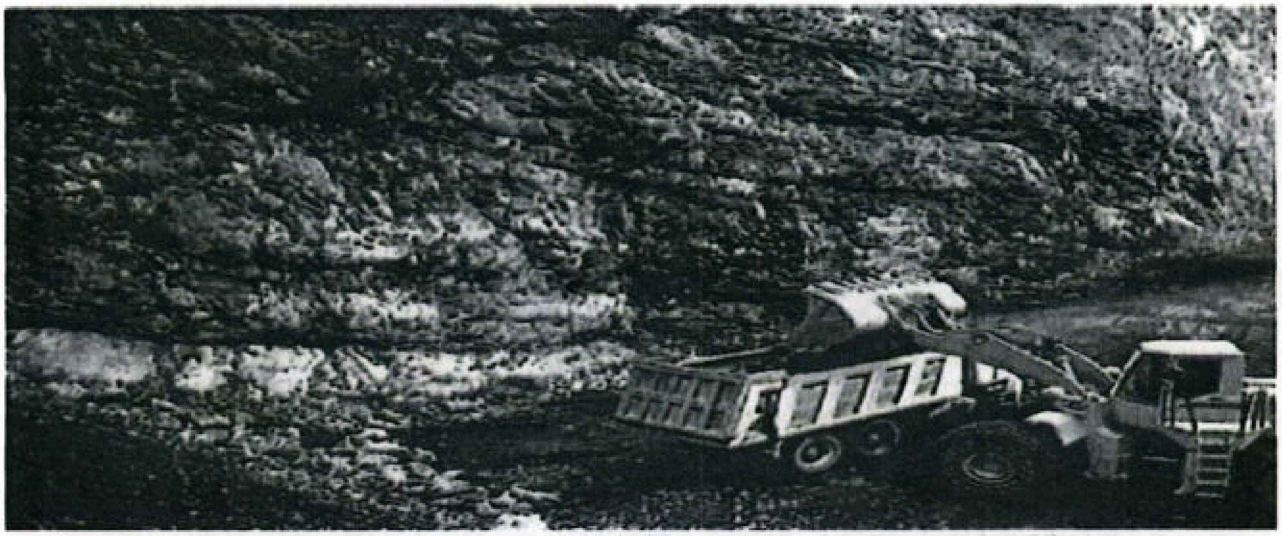

صحرائے تھر میں کوئلہ

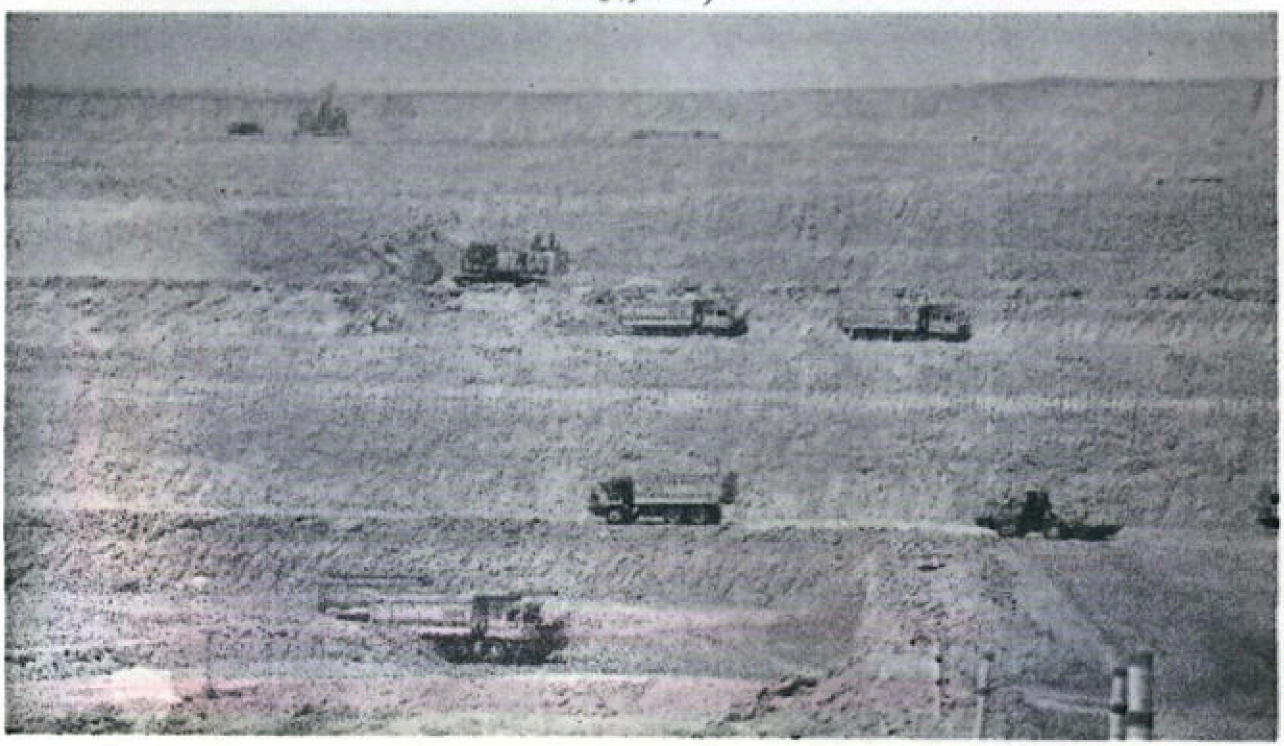

صحرائے تھر میں کان کنی کے مقام پر کام کرنے والے ڈمپر

ہم نے کیا سیکھا

- پاکستان کی قدرتی ٹپوگرافی (قدرتی جغرافیہ) پہاڑوں، صحراؤں، میدانوں اور ساحلوں کے ساتھ متنوع ہے۔
- شمالی پہاڑی علاقے میں دنیا کے کچھ بلند ترین پہاڑ پائے جاتے ہیں، جن میں قراقرم، ہمالیہ اور کوہ ہندوکش کے پہاڑی سلسلے شامل ہیں۔
- درائے سندھ کا میدان ایک وسیع زرعی خطہ ہے۔
- دریائے سندھ صدیوں سے آبپاشی اور پینے کے لیے پانی کا ذریعہ رہا ہے اور یہ نقل و حمل کے لیے بھی اہم راستہ ہے۔
- پاکستان میں قابلِ تجدید توانائی (renewable energy) اور سیاحت کی ترقی کی بیش بہا صلاحیت موجود ہے۔
- صحرائی علاقے خام ایندھن جیسے معدنی ذخائر سے مالا مال ہیں۔

مشق

سوال نمبر ۱: مندرجہ ذیل سوالات کے چار کثیر الانتخابی جوابات دیئے گئے ہیں، ان میں سے صحیح جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ مندرجہ ذیل میں سے پاکستان کی بلند ترین پہاڑی چوٹی کون سی ہے؟

الف۔ K2　　ب۔ نانگا پربت　　ج۔ ترچھ میر　　د۔ کلر کہار

۲۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سا پہاڑی سلسلہ شمال مغربی پاکستان میں واقع ہے؟

الف۔ ہمالیہ　　ب۔ ہندو　　ج۔ قراقرم　　د۔ کیر تھر

۳۔ قراقرم پہاڑوں کی اوسط بلندی کتنی ہے؟

الف۔ ۴۰۰۰ میٹر　　ب۔ ۵۰۰۰ میٹر　　ج۔ ۶۰۰۰ میٹر　　د۔ ۷۰۰۰ میٹر

۴۔ پاکستان کا کتنا فیصد رقبہ پہاڑوں سے ڈھکا ہوا ہے؟

الف۔ ۲۵٪　　ب۔ ۳۳٪　　ج۔ ۵۰٪　　د۔ ۶۶٪

۵۔ مندرجہ ذیل میں سے وہ کون سی عارضی جھیل ہے جو بارش کے موسم میں بلوچستان کے سطح مرتفع میں بنتی ہے؟

الف۔ ژوب طاس　　ب۔ لورالائی طاس　　ج۔ ہامون　　د۔ وادی کوئٹہ

۶۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سی پوٹھوہار سطح مرتفع کی خصوصیت نہیں ہے؟

الف۔ خراب زمین کا جغرافیہ　　ب۔ ناہموار اور پسماندہ پہاڑیاں　　ج۔ خراب زمین　　د۔ گھنے جنگلات

۷۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سا معدنی ذخیرہ ہے جو سالٹ رینج میں پایا جاتا ہے؟

الف۔ جپسم　　ب۔ چٹانی نمک　　ج۔ چونا پتھر　　د۔ کوئلہ

۸۔ درج ذیل میں سے کون سا میدان سندھ کی خصوصیت نہیں ہے؟

الف۔ فعال سیلابی میدان ب۔ پرانے سیلابی میدان ج۔ جستی چھتیں د۔ گھنے جنگلات

۹۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سی کوئستا کی ایک قسم ہے، جو سندھ کے نچلے میدان میں پائی جاتی ہے؟

الف۔ روہڑی کوئستا ب۔ گنجو ٹکر ج۔ دونوں د۔ کوئی نہیں

۱۰۔ صحرائے چولستان میں درج ذیل میں سے کون سا معدنی ذخیرہ پایا جاتا ہے؟

الف۔ لگنائٹ ب۔ جپسم ج۔ سلکیلیٹ د۔ ماربل

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ پوٹھوہار سطح مرتفع کی جغرافیائی خصوصیات کی وضاحت کریں؟

۲۔ شمالی اور مغربی پہاڑوں میں واقع اہم گزرگاہوں کی شناخت کریں۔

۳۔ کوہِ نمک کے مقام اور جغرافیہ کی وضاحت کریں۔

۴۔ سندھ کا میدانی علاقہ پاکستان کا پیداواری خطہ کیوں ہے؟

۵۔ دریائے سندھ کے مشرقی اور مغربی معاون دریا کون سے ہیں؟

۶۔ اندرون ملک نکاسیٔ آب سے کیا مراد ہے؟ مثالیں دیں۔

۷۔ درج ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

الف۔ بلوچستان میں ماہی گیری ب۔ بلوچستان میں گلہ بانی

سوال نمبر ۳: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

۱۔ ان ریگستانوں میں دستیاب مختلف قدرتی وسائل اور مقامی لوگوں کی زندگیوں کو بہتر بنانے اور ان کا مستقل فائدہ اٹھانے کے طریقوں پر تبادلہ خیال کریں۔

۲۔ شمالی پہاڑوں کی قدرتی پودوں کی وضاحت کریں؟

۳۔ وضاحت کریں کہ بلوچستان کی سطح مرتفع کی خصوصیات پوٹھوہار سطح مرتفع سے کیسے مختلف ہیں؟ مثالیں دیں۔

۴۔ شمالی پہاڑوں اور مغربی پہاڑوں کے درمیان فرق بیان کریں۔

۵۔ مثالوں کے ساتھ پاکستان کے صحراؤں کی وضاحت کریں۔ نیز پاکستان کے لیے صحرائی علاقوں کی اقتصادی صلاحیت کی بھی وضاحت کریں۔

باخبر آراء کی تشکیل

مستقبل میں بلوچستان سطحِ مرتفع کی ترقی کے کے امکانات پر جماعت میں تبصرے کے لیے استاد درج ذیل سوالات پوچھ سکتے ہیں۔

۱. بلوچستان کی سطحِ مرتفع میں ترقی کے لیے مناسب طریقوں کی نشاندہی کریں؟

۲. بلوچستان کے سطحِ مرتفع میں ترقی کو فروغ دینے کے لیے کچھ مخصوص منصوبے یا اقدامات کیا ہو سکتے ہیں؟

سرگرمی

"پاکستان کی قدرتی جغرافیہ: مستقبل کی ترقی اور پائیداری کے لیے عمل انگیز"

طلباء سے کہیں کہ وہ اپنی تجاویز تیار کریں اور اپنی ان تجاویز کو ججوں کے پینل، جیسے اساتذہ، ماحولیاتی ماہرین، یا کاروباری رہنماؤں کے سامنے پیش کریں۔ جج منصوبے کے ممکنہ فوائد، نفاذ اور کارآمد ہونے کی بنیاد پر اس کا جائزہ لیں۔

لغت

صحرا:	خشکی کا ایک بنجر علاقہ۔
میدان:	زمین کا ایک بڑا، چپٹا علاقہ۔
سطحِ مرتفع:	زمین کا بڑا، چپٹا رقبہ جو آس پاس کی زمین سے اونچا ہو۔
ساحل:	سمندر یا سمندر کا وہ کنارہ جہاں یہ زمین سے ملتا ہے۔
ڈیلٹا:	وہ علاقہ جہاں دریا سمندر پر ختم ہوتا ہے، اور دریائی پانی رگوں کی صورت میں سمندر میں شامل ہو جاتا ہے۔
درہ:	پہاڑوں میں سے ایک تنگ راستہ۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ کو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔

حصہ دوم

جغرافیہ پاکستان

سبق

05

پاکستان کی آب و ہوا اور ماحولیاتی خطرات

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- مختلف وسائل جیسے اخبارات، موسمی چارٹ، جغرافیائی نمائندگی، اور جغرافیائی ٹیکنالوجیز کا استعمال کرتے ہوئے درجہ حرارت، بارش، بشمول مون سون، طوفان (مغربی ڈپریشن) اور روایتی بارش کی تقسیم کے لحاظ سے پاکستان کے موسمی علاقوں کا موازنہ کر سکیں۔
- آب و ہوا کے لحاظ سے، پاکستان کے مختلف علاقوں کے بارے میں جمع کیے گئے اعداد و شمار کی وضاحت کر سکیں تاکہ ملک کے طبعی اور انسانی جغرافیہ بشمول زراعت، (انفراسٹرکچر) بنیادی ڈھانچے اور نقل و حمل کے نظام پر ان کے اثرات کا جائزہ لیا جا سکے۔
- پاکستان میں بنجر، نیم بنجر، مرطوب، ساحلی، اور پہاڑی آب و ہوا کی خصوصیات کا تجزیہ کریں، بشمول موسمی تبدیلیوں کے، اور ملک کے طبعی اور انسانی جغرافیہ پر ان کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- پہاڑی علاقوں میں سردی، برف اور برف کے اثرات کے ساتھ ساتھ زراعت، صنعت اور مواصلات پر طوفان، سیلاب اور خشک سالی کے اثرات کو مد نظر رکھتے ہوئے پاکستان کی معیشت پر درجہ حرارت، دباؤ اور ہوا کے نمونوں میں موسمی تبدیلیوں کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔

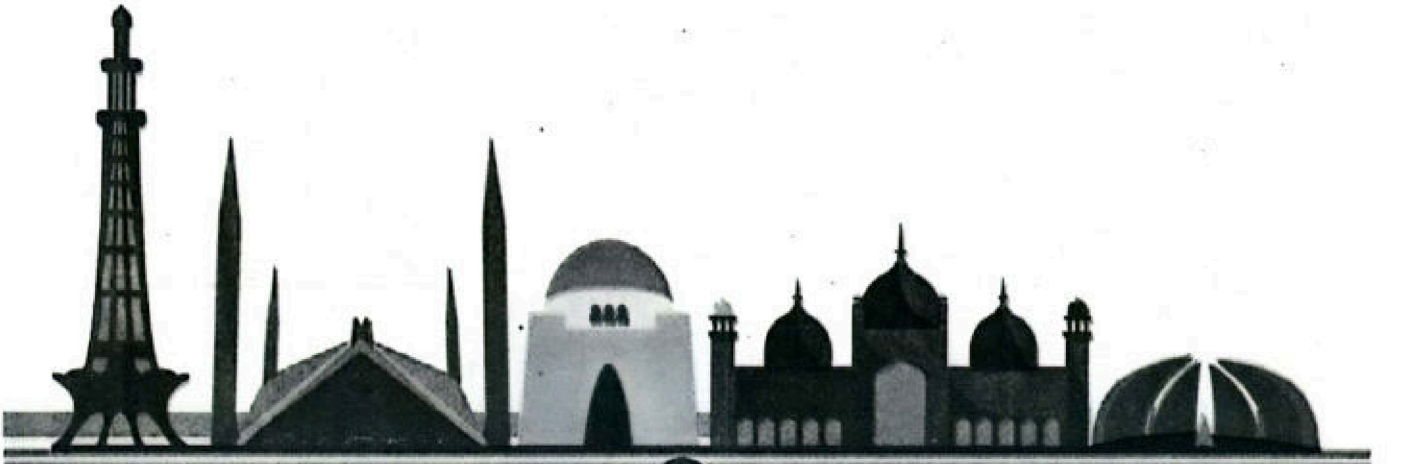

تعارف

پاکستان کی آب وہوا زیادہ تر گرم اور خشک یا نیم خشک ہے۔ لیکن شمال میں موسم سرد اور ابر آلود ہوتا ہے۔ کسی علاقے میں عام طور پر تیس سال یا اس سے زیادہ عرصے کی موسمی کیفیات کے مطالعہ کو موسمیات کہتے ہیں۔ موسمی کیفیات سے مراد کسی مخصوص وقت اور جگہ کا درجہ حرارت، نمی، بارش، ہوا کا دباؤ، اور بادل وغیرہ ہوتے ہیں۔ موسمی حالات تیزی سے تبدیل ہوتے ہیں۔ اس باب میں، آپ پاکستان کے موسم اور آب وہوا کا تفصیلی مطالعہ کریں گے۔

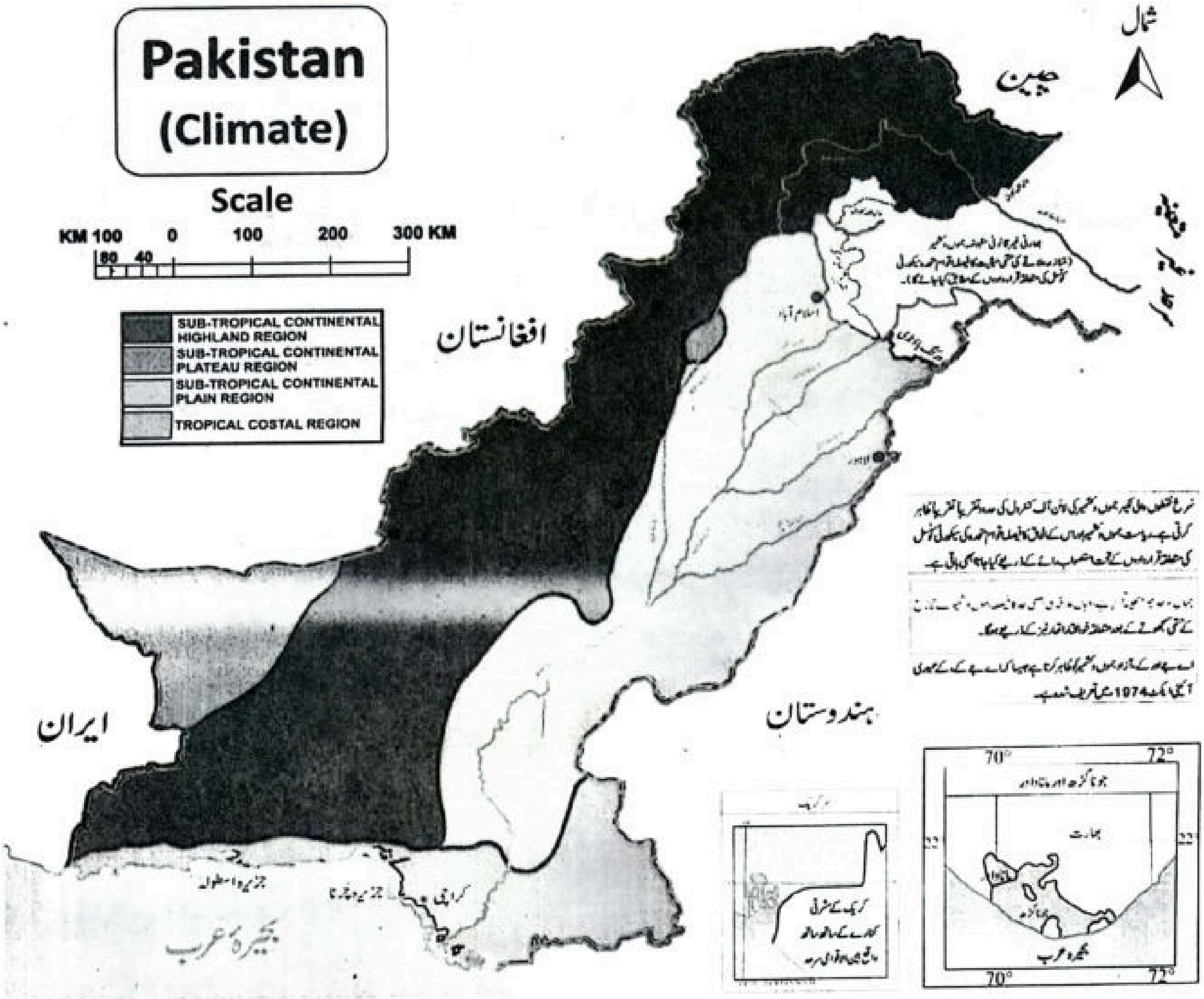

پاکستان کے آب وہوا کے لحاظ سے خطے

پاکستان کو آب وہوا کے لحاظ سے چار موسمی خطوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ تبدیل شدہ ٹپوگرافیکل خطوں کی وجہ سے پاکستان کی آب وہوا کو وسیع طور پر چار موسمی علاقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ تقسیم کچھ اس طرح ہے:

۱۔ بلند یا پہاڑی آب وہوا کا خطہ۔

۲۔ نشیبی آب وہوا کا خطہ۔

۳۔ صحرائی یا خشک آب وہوا کا خطہ۔

۴۔ ساحلی یا سمندری آب وہوا کا خطہ۔

شمال، شمال مغربی اور مغربی پہاڑ، بالائی آب وہوا کے خطے ہیں۔ جبکہ سندھ کے میدانی علاقوں کا شمار نشیبی آب وہوا کے خطے میں ہوتا ہے۔ مکران کا ساحلی علاقہ، کراچی کا ساحلی علاقہ اور انڈس ڈیلٹا (جہاں دریائے سندھ بحیرۂ عرب سے ملتا ہے) کا شمار سمندری آب وہوا کے خطے میں ہوتا ہے۔ جبکہ جنوب مشرقی صحرا، اور بلوچستان کے جنوبی مغربی حصے کا شمار صحرائی یا خشک آب وہوا کے خطے میں ہوتا ہے۔ تاہم، ایک ہی جیسے آب وہوا کے خطے میں بارش، نمی اور درجۂ حرارت میں تغیرات ہوسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، شمالی پہاڑی علاقوں میں مغربی پہاڑی علاقوں کے مقابلے میں زیادہ بارش ہوتی ہے، حالانکہ دونوں ایک ہی آب وہوا والے علاقے میں ہیں۔

پہاڑی آب وہوا کا خطہ

پہاڑی آب وہوا کے خطے میں شمال، شمال مغربی اور مغربی پہاڑی علاقے شامل ہیں۔ ان علاقوں میں لمبے عرصے تک سردیاں پڑتی ہیں اور برف باری ہوتی ہے۔ یہاں درجۂ حرارت نہایت کم ہوتا ہے۔ شمال اور شمال مغربی پہاڑوں میں ہلکی گرمی ہوتی ہے، جو مختصر عرصہ تک رہتی ہے اور بارشیں ہوتی ہیں۔ شمالی اور شمال مغربی پہاڑوں کی اونچائی کی بنا پر بارش بہت زیادہ ہوتی ہے، جبکہ مغربی پہاڑوں کی بلندی کم ہونے کی وجہ سے بارش کم ہوتی ہے جیسا کہ کوہاٹ اور وزیرستان کے پہاڑی علاقے میں ہوتا ہے۔ پاکستان میں سب سے زیادہ بارشیں مظفر آباد، سیدو شریف، اسکردو، استور، دیر، پارہ چنار اور کاکول میں ہوتی ہیں۔ جبکہ چترال اور گلگت کم بارش والے علاقے ہیں کیونکہ وہ بارانی علاقے ہیں۔ مختلف علاقوں کے درجۂ حرارت ان کی بلندی پر بھی منحصر ہوتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

بارانی علاقہ پہاڑ کے پیچھے ڈھکا وہ علاقہ ہوتا ہے جہاں بارش بہت کم ہوتی ہیں اور وہاں ہوا کا تناسب کم ہوتا ہے، اس علاقے کو عام طور پر "لیوارڈ سائیڈ" کہا جاتا ہے۔ آبی ذخائر سے بخارات میں تبدیل ہونے والی نمی، ساحل پر چلنے والی ہواؤں کے ذریعے خشک اور گرم علاقوں کی طرف جاتی ہے۔ جیسے گلگت اور چترال کے علاقے۔

نشیبی آب وہوا کا خطہ

نشیبی آب وہوا سے مراد ساحلی علاقوں کے علاوہ، پنجاب اور سندھ میں واقع پاکستان کے میدانی علاقے ہیں۔ ان علاقوں میں گرمیاں خشک اور بعض اوقات انتہائی شدید ہوتی ہیں۔ ہلکی سردی پڑتی ہے۔ مون سون عموماً جون سے ستمبر تک رہتا ہے۔ زیریں سندھ کے میدانی اور جنوبی حصوں میں بارش کم ہوتی ہے۔ سندھ

کے میدانی علاقوں کے شمال اور شمال مغربی حصے میں مون سون کی بارش کا اختتام ہوتا ہے۔ زیادہ تر بارشیں اور گرج چمک جولائی اور اگست کے دوران ہوتی ہیں۔ تاہم، سندھ کے میدانی علاقوں میں بارش کے دنوں کی تعداد کئی عوامل پر منحصر ہوتی ہے، جس میں بلندی، عرض بلد، اور پہاڑوں کی نزدیکی شامل ہے۔ مثال کے طور پر، پوٹھوار سطح مرتفع کے علاقے سندھ کے وہ میدانی علاقے ہیں جہاں زیادہ بارشیں ہوئی ہیں کیونکہ یہاں مون سون اور مغرب سے آنے والے ہوا کے دباؤ، دونوں کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔

صحرائی یا خشک آب و ہوا کا خطہ

خشک علاقے کا مطلب ہے وہ علاقے جہاں بارش اور نمی کم ہوتی ہے۔ صحرائی علاقے جیسے خاران، تھر، تھل اور چولستان، خشک اور گرم علاقے ہیں۔ اور یہاں سال میں بہت کم بارشیں ہوتی ہیں۔ دن کے وقت مئی سے ستمبر تک میدانی علاقوں میں گرم اور دھول بھری ہوائیں چلتی ہیں۔ ڈیورنل رینج کی وجہ سے صحرائی علاقوں میں دن کے وقت درجۂ حرارت زیادہ ہوتا ہے۔ مٹی اور دھول کے طوفان، صحرائی آب و ہوا کی ایک خصوصیت ہے جو عارضی طور پر درجۂ حرارت کو کم کرتے ہیں۔ یہاں سردیوں میں کم سے کم درجۂ حرارت ۸ ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

چوبیس گھنٹوں کی مدت میں رات کے وقت کم سے کم درجۂ حرارت اور دن کے وقت زیادہ سے زیادہ درجۂ حرارت کے درمیان فرق کو ڈیورنل رینج کہا جاتا ہے۔

ساحلی آب و ہوا کا خطہ

ساحلی آب و ہوا کا خطہ پاکستان - بھارت سرحد پر رن کچھ سے لے کر پاکستان - ایران سرحد پر مکران کے ساحل تک پھیلا ہوا ہے۔ ساحلی پٹی میں انڈس ڈیلٹا، ٹھٹھہ، کراچی اور مکران کی پوری ساحلی پٹی شامل ہے۔ اس خطے میں سال بھر سمندری ہوائیں چلتی ہیں۔ سمندر سے قریب ہونے کی وجہ سے یہاں زیادہ نمی ہوتی ہے، خاص طور پر اپریل سے ستمبر کے درمیان۔ مون سون کے موسم میں بہت کم بارش ہوتی ہے۔ تاہم، مغربی ہواؤں کی وجہ سے تھوڑی بہت بارشیں ہوتی ہیں۔

پاکستان کے موسم

پاکستان میں چار الگ الگ موسم ہوتے ہیں، موسم سرما، موسم گرما، خزاں اور بہار۔ پاکستان میں موسم بہار مارچ سے شروع ہوتا ہے اور مئی تک رہتا ہے جس کا اوسط درجۂ حرارت 15 ڈگری سینٹی گریڈ سے 25 ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ موسم گرما جون سے ستمبر تک جاری رہتا ہے۔ اس میں موسم گرم اور خشک ہوتا ہے، اور اوسط درجۂ حرارت 25 ڈگری سینٹی گریڈ سے ۴۰ ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ پاکستان میں گرمی کے موسم میں مون سون کی بارشیں ہوتی ہیں، اور یہ بارشیں کافی زیادہ ہو سکتی ہیں۔ خاص طور پر ملک کے جنوبی اور مشرقی حصوں میں۔ موسم خزاں اکتوبر سے نومبر تک رہتا ہے۔ جس کا اوسط درجۂ حرارت ۱۵ ڈگری سینٹی گریڈ سے ۲۵ ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ موسم خزاں میں بھی بارشیں ہوتی ہیں، لیکن یہ مون سون کی بارشوں کی طرح زیادہ نہیں

ہوتی۔ پاکستان میں موسم سرما دسمبر سے فروری تک جاری رہتا ہے۔ موسم سرما ٹھنڈا اور خشک ہوتا ہے، جس کا اوسط درجۂ حرارت ۵ ڈگری سینٹی گریڈ سے ۱۵ ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ سردیوں میں، خاص طور پر ملک کے شمالی حصوں میں، تھوڑی برف باری ہوتی ہے۔ یہ موسمی تبدیلیاں آب و ہوا کی تبدیلی کی وجہ سے ہوتی ہیں جن کی وضاحت آگے کی جائے گی۔

موسمیاتی عناصر

چار عناصر ہیں جو پاکستان میں موسمی تغیرات کو بڑے پیمانے پر متاثر کرتے ہیں۔ درجہ حرارت، دباؤ، ہوائیں اور بارش۔

درجۂ حرارت

درجۂ حرارت گرمی یا سردی کی پیمائش ہے جو کئی پیمانوں میں کی جاتی ہے، جیسے کہ سینٹی گریڈ اور فارن ہائیٹ۔ کسی علاقے میں درجۂ حرارت کی تقسیم ہمیں اس علاقے کے موسمی حالات، حیاتیاتی تنوع اور انسانی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہے۔ پاکستان میں درجۂ حرارت کے تغیرات کو متاثر کرنے والے عوامل میں سورج کا زاویہ، مون سُون کی بارش، بادل کا احاطہ، سمندر سے فاصلہ، براعظمی اثرات، سمندری ہوائیں، اونچائی اور عرض بلد میں فرق شامل ہیں۔

یاد رکھنے کی باتیں

درجۂ حرارت کی کلید

درجۂ حرارت سینٹی گریڈ میں	تفصیل
۴۰ ڈگری سینٹی گریڈ اور اس سے زائد	بہت گرم
۳۱-۳۹ ڈگری سینٹی گریڈ	گرم
۲۱-۲۹ ڈگری سینٹی گریڈ	قدرے گرم
۱۰-۲۰ ڈگری سینٹی گریڈ	معتدل
۳-۹ ڈگری سینٹی گریڈ	سرد
منفی ۵ سے منفی ۲ ڈگری سینٹی گریڈ	سرد
منفی ۵ ڈگری سینٹی گریڈ سے کم	بہت سرد

پاکستان کا شمالی خطہ سرد ترین ہے، جس کا اوسط درجۂ حرارت گرمیوں میں 17 ڈگری سینٹی گریڈ سے لے کر سردیوں میں منفی 2 ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ شمالی پہاڑوں کی بلند ترین چوٹیاں سال بھر برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ وسطی پاکستان میں، آب و ہوا زیادہ معتدل ہے، جس کا اوسط درجہ حرارت گرمیوں میں 25 ڈگری سینٹی گریڈ سے لے کر سردیوں میں 10 ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ اسلام آباد اور لاہور جیسے بڑے شہر اسی خطے میں واقع ہیں۔

پاکستان کا جنوبی خطہ گرم ترین ہے۔ جہاں کا اوسط درجۂ حرارت گرمیوں میں 28 ڈگری سینٹی گریڈ سے لے کر سردیوں میں 18 ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے ۔ اس خطے میں بندرگاہی شہر کراچی اور بلوچستان کا صحرائی علاقہ شامل ہے۔ پاکستان کے محکمہ موسمیات کے مطابق، مئی اور جون گرم ترین مہینے ہیں، جن کا اوسط درجۂ حرارت بالترتیب 30.5 ڈگری سینٹی گریڈ اور 34.0 ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ سرد ترین مہینے دسمبر اور جنوری ہیں، جن کا اوسط درجۂ حرارت بالترتیب 12.5 ڈگری سینٹی گریڈ اور 15.5 ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ یہ گراف درجۂ حرارت اور بارش کے لحاظ سے کراچی کی آب و ہوا دکھا رہا ہے۔

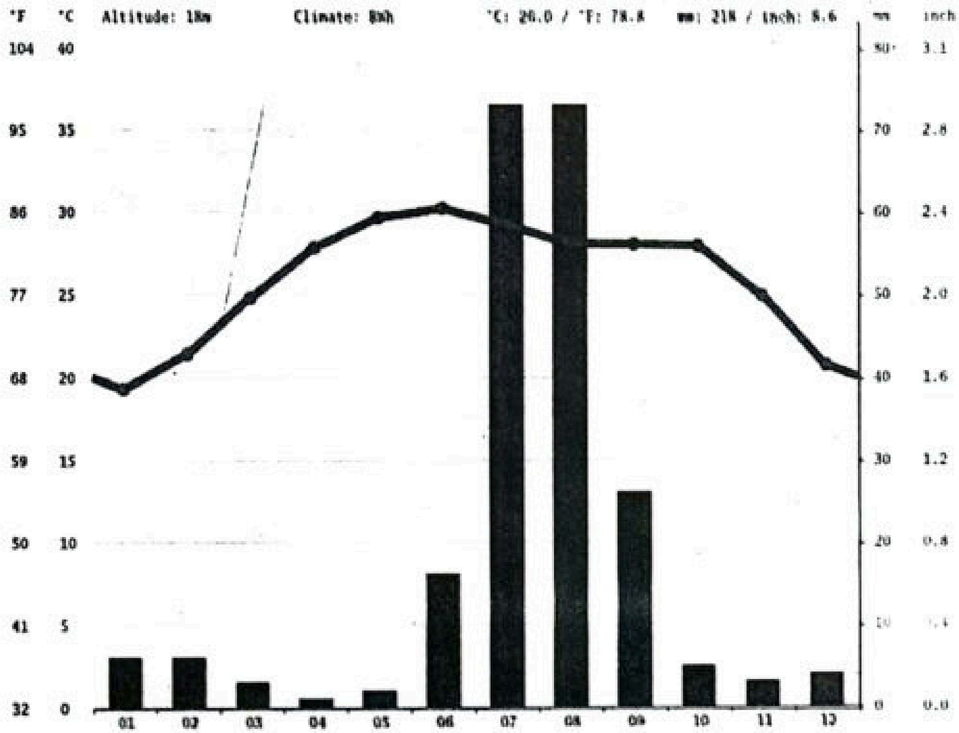

بارش کی بات کی جائے تو، سب سے کم بارش اپریل کے مہینے میں ہوتی ہیں، جس میں مکمل طور پر محض 0 ملی میٹر 0.0 انچ تک ریکارڈ کیا گیا ہے۔ یہ مخصوص عرصے کے اندر ایک غیر معمولی خشک مدت کی نشاندہی کرتا ہے۔ اوسطاً، سب سے زیادہ بارش جولائی میں ہوتی ہے، جس کی اوسط مقدار 52 ملی میٹر 2.0 انچ تک ہوتی ہے۔

پاکستان کے درجۂ حرارت میں تبدیلیوں کے عناصر

چار عناصر ہیں جو پاکستان میں موسمی تغیرات کو بڑی حد تک متاثر کرتے ہیں۔ درجۂ حرارت، دباؤ، ہوائیں اور بارش۔

طول البلد کا اثر: خط استوا کے قریب، سورج کی کرنیں زمین پر عمودی طور پر سیدھے زاویہ سے ٹکراتی ہیں، اس لیے وہ زمین کی سطح کو زیادہ گرمی پہنچاتی ہیں۔ قطبوں پر، سورج کی کرنیں زمین سے کافی زیادہ ترچھے زاویے سے ٹکراتی ہیں، اس لیے وہ زمین کی سطح کو کم گرم کرتی ہیں۔	بادل کا احاطہ: یہ زمین کی سطح تک پہنچنے والی سورج کی روشنی کا تعین کرنے میں ایک اہم عنصر ہے۔ یہ درجہ حرارت، بارش، اور مرئیت پر بھی اثر ڈالتا ہے۔
بلندی اور درجہ حرارت: یہاں ہم سطح سمندر سے بلندی کی بات کر رہے ہیں۔ سطح سمندر پر ہوا سب سے زیادہ کثیف اور اس میں نمی کا تناسب سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ زیادہ پانی کے بخارات، شمسی تابکاری اور ڈھول کے ذرات کو جذب کرتی ہے جبکہ اونچائی پر ہوا پتلی ہوتی ہے۔ اور کم مادوں کو جذب کرتی ہے۔ لہٰذا، ہر 1000 فٹ کی اونچائی پر اوسطاً درجہ حرارت میں ۲ ڈگری سینٹی گریڈ کی کمی واقع ہوتی ہے۔	براعظمی اثر: براعظمی اثر دن میں زمینی علاقوں کے گرم ہونے اور رات کو ان کے سرد ہونے کا عمل ہے۔ زمینی علاقے آبی علاقوں کی نسبت زیادہ تیزی سے گرم ہوتے ہیں اور رات کو بھی زیادہ تیزی سے ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ در حقیقت، جیسے جیسے سمندر سے فاصلہ بڑھتا ہے، براعظمی اثر بڑھتا جاتا ہے، اور سمندری ہوا کا اثر کم ہوتا ہے۔ پاکستان میں براعظمی اثر بنجر اور نیم خشک علاقوں میں زیادہ ظاہر ہوتا ہے، مثلاً وادی سندھ اور بلوچستان کی سطح مرتفع۔
سورج کا زاویہ: سورج کا زاویہ سورج کی کرنوں اور زمین کے درمیان کا زاویہ ہے۔ یہ زمین کی سطح تک پہنچنے والی سورج کی روشنی کی مقدار کو متاثر کرتا ہے، جس کے نتیجے میں درجہ حرارت، پودوں کی نشوونما اور انسانی سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں۔	

۲۔ بارش:

پاکستان میں بارشیں ہمالیہ سے پاکستان کے جنوب تک کم ہوتی ہے۔ پاکستان میں بارش کے چار ذرائع ہیں جو مختلف علاقوں کو بارش فراہم کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

مون سون ہوائیں

لفظ "مون سون" عربی لفظ "موزم" سے آیا ہے، جس کا مطلب ہے "موسم"۔ اس کی وجہ مون سون کی موسمی ہوائیں ہیں جو سال میں دو بار اپنا رخ تبدیل کرتی ہیں۔ پاکستان میں مون سون کی بارشیں دو ذرائع سے ہوتی ہیں: خلیج بنگال اور بحیرۂ عرب۔ پاکستان میں مون سون کا موسم عام طور پر جون سے ستمبر تک رہتا ہے۔

خلیج بنگال کی مون سون بارشیں

خلیج بنگال کا مون سون زمین اور سمندر کے مختلف درجہ حرارت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ گرمیوں کے مہینوں میں، زمین سمندر سے زیادہ تیزی سے گرم ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے زمین پر ہوا کے کم دباؤ والا علاقہ بنتا ہے۔ خلیج بنگال سے گرم، نم ہوا اس کم دباؤ والے علاقے کو بھرنے کے لیے داخل ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں شدید بارش ہوتی ہے۔ یہ ہوائیں خلیج بنگال سے چلتی ہیں اور بھارت کو عبور کر کے سیدھے ہمالیہ سے ٹکراتی ہیں اور جس کی وجہ سے شمالی پنجاب کے علاقوں میں بھی بارش دیتی ہیں۔

گراف کے مطابق، لاہور میں نومبر کے مہینے میں سب سے کم بارش ہوتی ہے، جو تقریباً 7 ملی میٹر ہے 0.3 انچ تک ہوتی ہے۔ جب کہ یہاں سب سے زیادہ بارش جولائی میں ہو جو اوسطاً 166 ملی میٹر 6.5 انچ ہوتی ہے

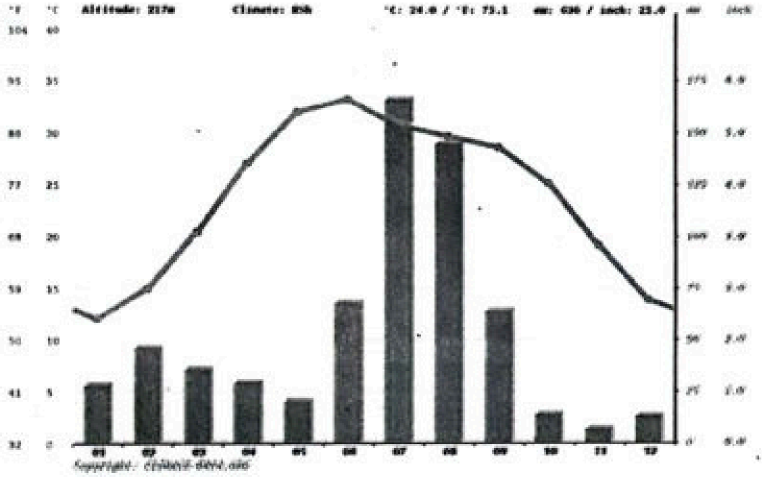

بحیرہ عرب کی مون سون کی بارشیں

بحیرہ عرب میں مون سون کی بارشیں اس وقت ہوتی ہیں جب پاکستان کے جنوب مشرق میں مون سون کی تیز ہوائیں چلتی ہیں اور ساحلی علاقوں میں بارش لاتی ہیں۔ بحیرہ عرب کی مون سون بارشیں زراعت کے لیے پانی فراہم کرتی ہیں اور زیر زمین پانی کی فراہمی کو بہتر بناتی ہیں۔ تاہم، مون سون کی بارشوں سے کبھی کبھی سیلاب، لینڈ سلائیڈنگ اور انفرااسٹرکچر کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

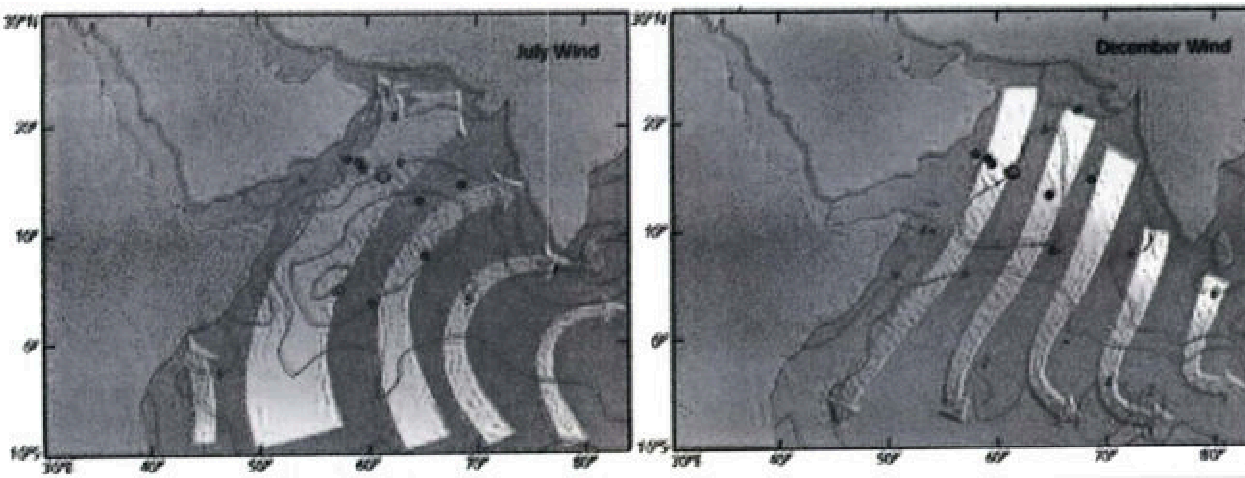

بحیرہ عرب کا مون سون (الف) جو جولائی میں ہوتا ہے موسم گرما کی نمائندگی کر رہا ہے۔ (ب) دسمبر میں موسم سرما کی نمائندگی دکھائی گئی ہے۔ (ہو نجو اور ویلر SODA ڈیٹا کی بنیاد پر)

۳۔ مغربی ہوا کا دباؤ (ویسٹرن ڈپریشن)

مغربی دباؤ یا مغربی خلل ایک کم دباؤ کا نظام ہے جو بحیرہ روم پر بنتا ہے۔ اور مشرق کی طرف بڑھتا ہے، جس سے مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا میں بارش اور برف باری ہوتی ہے، خاص طور پر پاکستان کے شمالی اور مغربی علاقوں بشمول چترال، دیر، پشاور، لورالائی، کوئٹہ، خاران اور مکران کی ساحلی سلسلے میں۔ مغربی دباؤ سردیوں کے مہینوں میں (نومبر سے اپریل) تک سب سے زیادہ عام ہوتا ہے۔ مغربی دباؤ پاکستان میں زراعت کے لیے اہم ہے، کیونکہ ان ہواؤں کی وجہ سے موسم سرما کی بارش اور برف باری ہوتی ہے، جو گرمیوں میں پگھل جاتی ہے اور آبپاشی کے لیے پانی فراہم کرتی ہیں۔ تاہم، مغربی دباؤ بھی سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ کا سبب بن سکتا ہے۔

۴۔ کنویکشنل کرنٹ (انتقالِ حرارت)

کنویکشنل کرنٹ زمین کی سطح کو گرم کرتا ہے جس کے نتیجے میں ہوا بھی گرم ہو جاتی ہے، اور پاکستان میں بارشوں کا سبب بنتی ہے۔ گرم ہوا چونکہ اپنے اردگرد کی ٹھنڈی ہوا سے کم کثیف ہوتی ہے اس لیے بھاپ بن کر اوپر اٹھتی ہے، اور اوپر جا کر یہ ٹھنڈی ہونے لگتی ہے اور منجمد ہو کر بادل بناتی ہے۔ اگر بادل پانی کی بوندوں سے بھر جائیں تو یہ بوندیں بارش بن کر زمین پر برستی ہیں، جن علاقوں میں روایتی بارش ہوتی ہے وہ شمالی پنجاب اور خیبر پختونخواہ کے علاقے ہیں۔ مثال کے طور پر موسم گرما کے آغاز میں راولپنڈی اور پشاور میں ہونے والی بارشیں۔

اساتذہ کے لیے نوٹ: پاکستان میں سب سے زیادہ اور سب سے کم بارش والے علاقوں کی اوسط سالانہ بارش کی تقسیم بیان کریں۔
ماخذ: http://www.gobalcitymap.com/Pakistan

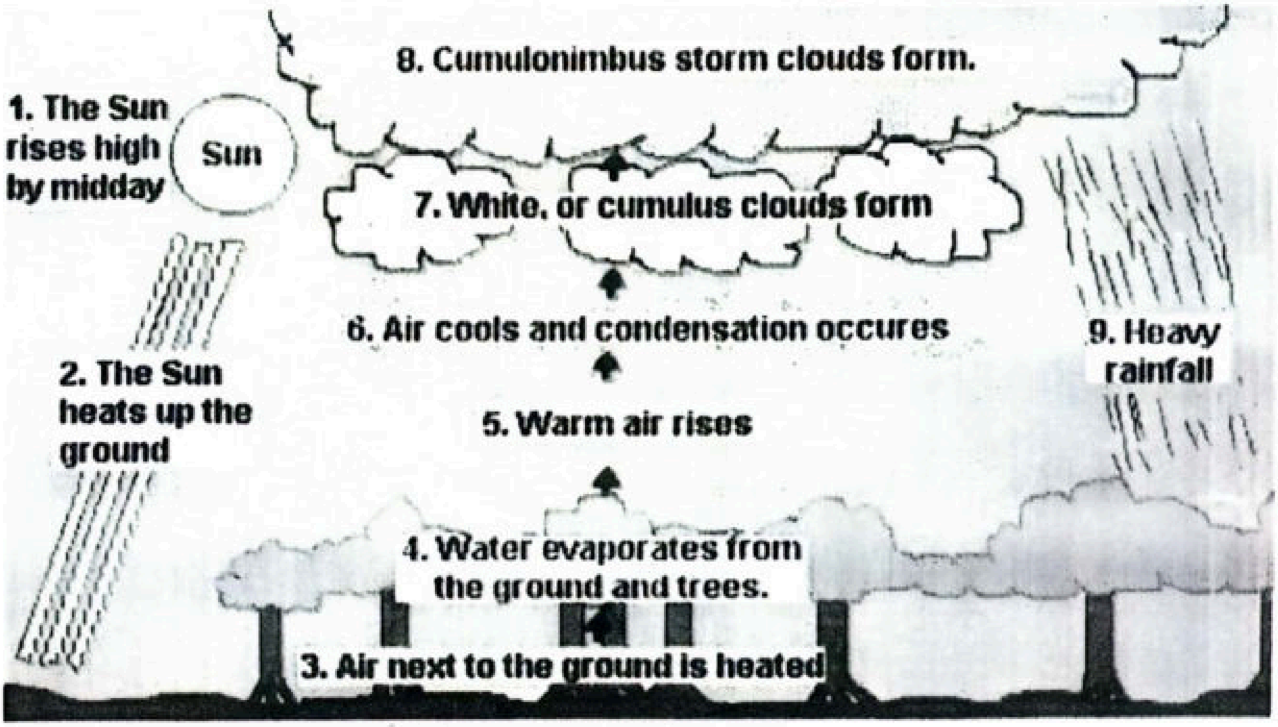

کنویکشنل کرنٹ

گرمیوں میں پاکستان کے جنوبی علاقوں میں درجۂ حرارت کے الٹ جانے کے رجحان کی وجہ سے کنویکشنل بارش نہیں ہوتی۔ درجۂ حرارت کی الٹی پرت ہوا کی ایک تہہ ہے جہاں درجۂ حرارت میں اونچائی کے ساتھ اضافہ ہوتا ہے۔ یہ اٹھتی ہوئی ہوا، گرم ہوا کو نیچے کی جانب دھکیلتی ہے، جس سے یہ کمپریس ہو کر گرم ہو جاتی ہے۔ درجۂ حرارت کی الٹی پرتیں نچلی فضا میں آلودگی سے مل سکتی ہیں، جس سے ہوا کا معیار خراب ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں علاقے میں مزید خشکی پیدا ہوتی ہے۔ یہ بادلوں اور بارش کو بننے سے بھی روک سکتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ کراچی اور اس سے ملحقہ علاقوں میں گرمی کے مہینوں میں زیادہ درجۂ حرارت ۴۰ ڈگری سینٹی گریڈ تک بڑھنے کے باوجود بارش نہیں ہوتی۔

۵۔ ریلیف بارشیں:

ریلیف بارش، جسے اوروگرافک بارش بھی کہا جاتا ہے، بارش کی ایک ایسی قسم ہے جو اس وقت بنتی ہے جب نم ہوا پہاڑی سلسلے کے اوپر کی جانب بڑھتی ہے۔ جیسے جیسے ہوا اوپر بڑھتی ہے، یہ پھیلتی ہے اور ٹھنڈی ہوتی چلی جاتی ہے، جس کی وجہ سے ہوا میں پانی کے بخارات جمنے لگتے ہیں اور بادل بن جاتے ہیں۔ اگر بادل پانی کی بوندوں سے بھر جائیں تو یہ بارش بن کر برسنے لگتے ہیں۔ پاکستان کے شمالی اور مغربی علاقوں میں ریلیف بارشیں عام ہیں جیسے، ہمالیہ اور قراقرم۔ یہ پہاڑ بحیرۂ عرب سے آنے والی نم ہوا کو روکتے ہیں، اور جس کی وجہ سے ہوا اوپر کی جانب اٹھتی ہے۔ جیسے جیسے ہوا اوپر اٹھتی ہے، یہ ٹھنڈی ہو کر جمنے لگتی ہے، اور بادل بنتے ہیں اور بارش ہوتی ہے۔ کچھ اہم مقامات، جن میں مری، ایبٹ آباد، وادی سوات، گلگت بلتستان، پشاور، کوہاٹ، بنوں اور کوئٹہ شامل ہیں، ریلیف بارشیں ہوتی ہیں۔

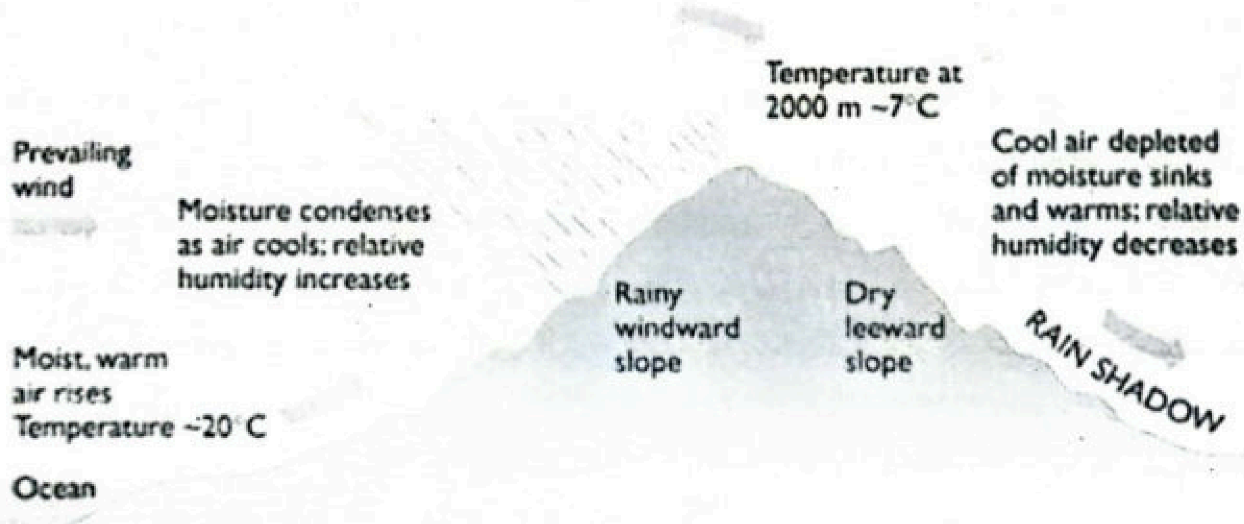

ریلیف بارش پاکستان میں زراعت اور آبپاشی کے لیے پانی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ یہ زیرزمین پانی کی فراہمی کو پورا کرنے اور آبادی کو پینے کا پانی فراہم کرنے کا بھی اہم ذریعہ ہے۔

٦۔ حاری یا ٹروپیکل طوفان:

حاری طوفان، جیسے سمندری طوفان بھی کہا جاتا ہے، یہ بڑے، گھومنے والے طوفان ہوتے ہیں جو گرم سمندری پانیوں پر بنتے ہیں۔ حاری طوفان میں، بہت زیادہ بارشیں، طوفانی لہریں اور تیز ہوائیں چلتی ہیں۔ حاری طوفان قدرتی خطرہ ہیں اور اس سے بہت زیادہ تباہی آسکتی ہے،، جس سے املاک اور بنیادی ڈھانچے کو بڑے پیمانے پر نقصان پہنچ سکتا ہے۔ پاکستان بحیرہ عرب کے شمالی ساحلوں پر واقع ہے، اور ایک ایسا خطہ ہے جو حاری طوفانوں کا شکار ہے۔ سندھ اور بلوچستان کے ساحلی علاقے میں حاری طوفانوں کا سب سے زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ وہ مقامات جہاں یہ طوفان آتے ہیں ان میں کراچی، ٹھٹھہ، بدین، پسنی، جیوانی اور گوادر شامل ہیں۔

01 اکتوبر 2021، کراچی میں آنے والا حاری طوفان

۷۔ مون سون ہواؤں کا دباؤ اور نقل و حرکت

مون سون ہواؤں کا دباؤ اور حرکت ایک پیچیدہ نظام ہے جو سورج کی پوزیشن، زمین اور سمندر کا درجہ حرارت اور زمین کی گردش سمیت متعدد عوامل سے متاثر ہوتا ہے۔ گرمیوں کے مہینوں میں بحیرۂ عرب زمینی سطح سے زیادہ گرم ہوتا ہے۔ یہ بحیرۂ عرب پر کم دباؤ کا نظام اور زمینی سطح پر تیز دباؤ کا نظام بنتا ہے۔ یہ ہوائیں بحیرۂ عرب سے زمینی سطح کی طرف چلتی ہیں، جو شمالی اور وسطی پاکستان میں گرم اور نم ہوا لاتی ہیں۔ جولائی اور اگست کے مہینوں میں گرم اور نم ہوا بلند ہوتی ہے اور ٹھنڈی ہو کر بادل بناتی ہیں اور بارش ہوتی ہے۔ جبکہ سردیوں کے مہینوں میں بحیرۂ عرب زمینی سطح سے زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ یہ بحیرۂ عرب پر ایک تیز دباؤ کا نظام اور زمینی سطح پر کم دباؤ کا نظام بناتا ہے۔ ہوائیں بحیرۂ عرب کی طرف چلتی ہیں اور خشک ہوا کو اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ نتیجتاً پاکستان میں سردیوں کے مہینوں میں بہت کم بارشیں ہوتی ہیں۔

کاشتکاری کے لیے بارش کی افادیت

پاکستان میں کاشتکاری بارش کی مقدار، وقت اور تقسیم کے لحاظ پر منحصر ہے۔ کسان اپنے علاقوں میں بارش کے لحاظ سے فصلوں کا انتخاب کرتے ہیں اور جہاں ضرورت پڑے بارش کو بڑھانے کے لیے آب پاشی کرتے ہیں۔ بلوچستان کے بنجر علاقوں میں سالانہ ۲۵۰ ملی میٹر سے کم بارش ہوتی ہے، جو فصلوں کی پیداوار کے لیے ناکافی ہے۔ ان علاقوں کے کسانوں کا انحصار آبپاشی پر ہوتا ہے۔ ہمالیہ کے مرطوب علاقوں میں ہر سال ۲،۰۰۰ ملی میٹر سے زیادہ بارش ہوتی ہے، جو اکثر فصلوں کے لیے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ان علاقوں میں کسان پانی کو جمع کرنے کے لیے نکاسی کے نظام کا استعمال کرتے ہیں۔

سطح مرتفع پوٹھوہار: سطح مرتفع پوٹھوہار جو بارش پر منحصر علاقہ ہے، جس کو 'بارانی لینڈ' بھی کہا جاتا ہے، یہاں سالانہ ۵۰۰ سے ۱،۰۰۰ ملی میٹر تک معتدل بارش ہوتی ہے۔ یہ فصل کی پیداوار کے لیے کافی زیادہ بارش ہے، لیکن کسانوں کو خشک سالی میں آبی وسائل کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ سندھ کے میدانی علاقوں میں سالانہ اوسطاً ۲۵۰ سے ۵۰۰ ملی میٹر تک بارش ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ بارش زراعت کے لیے کافی ہے، لیکن ان علاقوں میں کسان آب پاشی کے نظام کے ذریعے بارش کے پانی کو ذخیرہ کرتے ہیں۔ موسم سرما کی بارش، زراعت، پانی کے ذخیرے، زیرزمین پانی کی بھرائی، ماحولیاتی نظام اور دیگر شعبوں میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ ڈیموں اور جھیلوں جیسے آبی ذخائر کو بھرنے میں مدد کرتی ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں جنگلات، گھاس کے میدانوں، دلدلی زمینوں اور صنعتی استعمال سمیت مختلف ماحولیاتی نظاموں میں اہمیت کی حامل ہے۔

قدرتی خطرات / آفات

۱۔ طوفان برق و باراں

پاکستان میں گرج چمک کے ساتھ طوفانی بارشیں موسم گرما میں، اپریل سے جون اور ستمبر سے اکتوبر کے مہینوں میں عام ہیں۔ یہ ملک کے کسی بھی حصے میں ہو سکتی ہیں، لیکن یہ شمال اور شمال مغربی علاقوں، ہمالیہ کے دامن اور سفید کوہ پہاڑوں میں سب سے زیادہ ہوتی ہیں۔ یہ طوفان تیز ہواؤں، شدید بارش، بجلی گرنے، گرج چمک

اساتذہ کے لیے نوٹ: تصویر کو دیکھتے ہوئے، آپ طوفان کے بعد کے حالات کا کیا اندازہ لگا سکتے ہیں؟ ماخذ: ہوی نیوز انٹرنیشنل

اور اولے کا سبب بنتے ہیں۔ جو فصلوں، باغات، سیلاب، لینڈ سلائیڈنگ اور بجلی کی سپلائی لائنوں کو پہنچنے والے نقصان کی وجہ سے بجلی کی فراہمی کو تباہ کر سکتے ہیں۔

۲۔ دریائی سیلاب

دریائی سیلاب ایک قدرتی آفت ہے جو اس وقت آتی ہے جب دریا بھر جاتے ہیں اور آس پاس کی زمینیں ڈوب جاتی ہیں۔ اگرچہ سیلاب نئی خوراک کی کشادگی فراہم کرتے ہیں اور نم علاقوں اور انڈس ڈیلٹا میں ایلوویئم کی تہہ پھیلاتے ہیں اور زیر زمین پانی کی بھرائی کرتے ہیں لیکن سیلاب کے قدرتی اور انسانی وسائل پر بڑے تباہ کن اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ دریا میں سیلاب آنے کی قدرتی اور انسانی وجوہات ہیں۔

قدرتی وجوہات	انسانی وجوہات
ا۔ ریکارڈ توڑ بارش۔ جیسا کہ 2010 میں صرف پشاور میں 24 گھنٹوں میں 312 ملی میٹر بارش ہوئی۔	ا۔ جنگلات کی کٹائی۔ جس کی وجہ سے پانی کم جذب ہوتا ہے اور پانی کے بہاؤ میں اضافہ ہو جاتا ہے جو سیلاب کا باعث بنتا ہے۔
۲۔ موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے برف کا تیزی سے پگھلنا۔ زمین کے اوسط درجہ حرارت میں اضافہ۔ 1880 کے بعد سے 0.08 ڈگری سینٹی گریڈ فی دہائی	۲۔ سیلابی علاقوں میں بستیاں بنانا۔ دریا کے قریب بنائی گئی بستیاں غیر معیاری ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے سیلاب کے دوران ان بستیوں کے گرنے اور ڈوبنے کا خطرہ ہوتا ہے۔
۳۔ دریاؤں کے ساتھ قدرتی پشتے اتنے اونچے نہیں ہیں کہ سیلابی پانی کو روک سکیں۔	۳۔ اضافی پانی یا سیلاب کے پانی کو ذخیرہ کرنے کے لیے ڈیموں کی کمی۔
۴۔ سمندری طوفان یا دوسرے طوفان کی وجہ سے سطح سمندر میں طوفانی لہر ساحلی علاقوں میں سیلاب کا باعث بنتی ہے۔	۴۔ وفاقی سیلاب کمیشن تیز بارش کی صورتحال کے لیے عام طور پر تیار نہیں ہوتی۔ جس کی بنا پر سیلابی واقعات پر قابو پانے کا فقدان ہے۔

احتیاطی تدابیر:

۱۔ سیلاب سے پہلے ہدایات فراہم کرنا: کسان اپنے مویشی اونچے مقامات پر منتقل کر دیں۔ سیلابی علاقوں میں ریت کے تھیلوں کی رکاوٹیں کھڑی کی جائیں۔ فصلوں کی فوری کٹائی اور کسانوں کو سیلاب کے لیے بیمہ دینے سے کسانوں کو نقصانات سے نکالنے میں مدد مل سکتی ہے۔

۲۔ جنگلات کی کٹائی اور دوبارہ شجرکاری: جنگلات پانی کے بہاؤ کو منظم کرتے ہیں اور سیلاب کے خطرات کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۳۔ شہری کاری کو کم کرنا: شہروں میں سیمنٹ سے بنی زمینوں کی تعداد میں اضافے سے سیلاب کے خطرات بڑھ جاتے ہیں چونکہ یہ پانی کو زمین میں جذب ہونے سے روکتی ہیں۔

۴۔ سیلاب سے بچنے کے لیئے بنیادی ڈھانچے کو بہتر بنانا: ایسا انفراسٹرکچر تیار کیا جانا چاہیے جو سیلاب کے اثرات کو برداشت کر سکے، جس میں سڑکوں اور پُلوں کی ایسی تعمیر کی جانی چاہیے جو پانی کے تیز بہاؤ کو سنبھالنے کے قابل ہوں۔ اور اہم انفراسٹرکچر جیسے بجلی کے پلانٹس اور پانی کی صفائی کی سہولیات کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

۵۔ نکاسی آب کے نظام کو بہتر بنانا: نکاسی آب کے نظام کو بہتر بنانے میں طوفانی نالوں اور نہروں کی تعمیر اور دیکھ بھال، اور آبی گزرگاہوں سے کچرے کو صاف کرنا شامل ہے۔ اس طرح سیلاب کے خطرے کو کم کیا جاسکتا ہے۔

۶۔ سیلاب سے بچاؤ کے لیے تعمیرات: حفاظتی بند اور اونچی دیوار یں بنا کر لوگوں کو سیلاب سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔

۷۔ آبی وسائل کا تحفظ: چھوٹے ڈیموں کی تعمیر سے سیلاب اور اس کے ممکنہ اثرات پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

۸۔ سیلاب کے خطرات کے بارے میں آگاہی بڑھانا اور سیلاب سے بچاؤ کے بارے میں لوگوں کو تعلیم دینا: سیلاب سے پہلے کی احتیاطی تدابیر کی تشہیر ٹیلی ویژن اور سوشل میڈیا پر کی جاسکتی ہے اور لوگوں کو سیلاب سے بچاؤ کے بارے میں تعلیم دی جاسکتی ہے۔ سیلاب سے متاثرہ افراد کو طبی دیکھ بھال، نفسیاتی اور سماجی مدد فراہم کرنے کے لیے بحالی مراکز کا قیام ضروری ہے۔

2010 میں پاکستان کا سیلاب ماہرین نے اسے 'صدی کا سیلاب' قرار دیا۔ اس نے 2 کروڑ سے زیادہ لوگوں کو متاثر کیا اور 1 کروڑ سے زیادہ لوگوں کو بے گھر کر دیا۔ سیلاب سے 43 ارب ڈالر کا نقصان ہوا۔

اساتذہ کے لیے نوٹ: جماعت میں طلبا بحث کریں: پاکستان میں موسم گرما کی مون سون کی بارشوں کی مقامی تقسیم ملک کی زراعت اور معیشت کو کس طرح متاثر کرتی ہے۔

۳۔ خشک سالی

خشک سالی ایک قدرتی خطرہ ہے جس کی نشاندہی طویل مدت کی خشکی سے ہوتی ہے۔ بارش کی کمی پانی کی شدید قلت کا سبب بنتی ہے جو فصلوں اور مویشیوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ پاکستان قدرتی اور انسانی دونوں طرح کی خشک سالی کا شکار ہے۔ پاکستان میں خشک سالی کئی شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے۔

۱۔ مستقل خشک سالی: پاکستان کے صحرائی علاقے مستقل خشک سالی کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے فصل کی کاشت میں رکاوٹ آتی ہے۔

۲۔ موسمی خشک سالی: پوٹھوہار اور جنوبی پنجاب کے بارانی علاقوں میں مون سون کے ناقابل اعتبار ہونے کی وجہ سے اکثر خشک موسم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سے فصل کی کاشت میں شدید رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ غیر مرئی خشک سالی: اسے زرعی خشک سالی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ براہ راست جنگلات کی کٹائی اور مٹی کے مسلسل کٹاؤ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ فصلوں کی پیداوار کم ہو جاتی ہے، پانی کی قلت کی وجہ سے مویشی کمزور ہو جاتے ہیں اور کسانوں کو معاشی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

۴۔ غیر متوقع خشک سالی: اس کی وجہ موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے غیر متوقع طور پر کم بارش کا ہونا ہے۔ جس کے نتیجے میں پانی کی قلت، مویشیوں کی موت، فصل کی پیداوار رکنا ہونا، اور دیہی آبادی کو اندرونی نقل مکانی کرنا پڑتی ہے۔

خشک سالی کے اثرات

پاکستان میں خشک سالی کا انتظام

پاکستان میں حکومت اور انتظامیہ خشک سالی کے خطرات کو کم کرنے اور اس کے اثرات سے نمٹنے کی صلاحیت کو یقینی بنانے کے لیے مل کر کام کر رہے ہیں۔ پانی کے تحفظ کی اسکیمیں متعارف کروائی گئی ہیں، جیسے کینال لائننگ، پانی کے ٹینکوں کی تعمیر، چھوٹے مقامی ڈیم اور آبی ذخائر وغیرہ۔ قبل از وقت انتباہی نظام تیار کیا

جاتا ہے اور متاثرہ کسانوں کو مالی مدد فراہم کی جاتی ہے۔ کسان تیزی سے خشک سالی سے بچنے والی فصلیں، جیسے جوار اور باجرا اگا رہے ہیں اور ڈرپ آبپاشی کو اپنا کر پانی کو زیادہ موثر طریقے سے استعمال کر رہے ہیں۔ خشک سالی کے اقدامات میں برسات کے موسم کے دوران چھتوں اور دیگر سطحوں سے بارش کے پانی کو جمع کر کے اور خشک موسم کے دوران استعمال کے لیے ذخیرہ کر کے بارش کے پانی کی ذخیرہ اندوزی شامل ہے۔

خشک سالی سے نمٹنے کے لیے سندھ میں مقامی کو نکر ڈیم

کیا آپ جانتے ہیں؟

صحرائے تھر میں پانی لانے کے لیے موسمی نہر کی تجویز:

سندھ حکومت سکھر بیراج سے صحرائے تھر تک موسمی نہر بنانے کی تجویز پر غور کر رہی ہے۔ یہ نہر صحرا کے علاقے میں، بہت ضرورت کا پانی پہنچائے گی، جو اس وقت کافی خشک اور بنجر ہے۔ توقع ہے کہ یہ نہر تقریباً ۲۰۰ کلو میٹر لمبی ہوگی اور دریائے سندھ سے صحرائے تھر تک پانی لے جائے گی۔ اس پانی کو آبپاشی کے لیے، پینے کے لیے اور مویشیوں کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ اس منصوبے پر تقریباً ۵۰ ارب کی لاگت کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ حکومت سندھ نے امداد کے لیے وفاقی حکومت سے رابطہ کیا ہے۔ صحرائے تھر کے کسانوں اور رہائشیوں نے اس منصوبے کا خیر مقدم کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ نہر خطے میں خوشحالی لائے گی اور ان کی زندگیوں کو بہتر بنانے میں مدد کرے گی۔ تاہم، کچھ ماحولیاتی ماہرین نے اس منصوبے کے بارے میں خدشات کا اظہار کیا ہے۔ انہیں خدشہ ہے کہ یہ نہر صحرائے تھر کے نازک ماحولیاتی نظام کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ نہر ان لوگوں کو بے گھر کر سکتی ہے جو اس وقت صحرا میں رہتے ہیں۔

ذرائع: نیوز ڈیسک، ۱۴ اگست ۲۰۱۷

لوگوں کے طرز زندگی اور معاشی سرگرمیوں پر آب و ہوا کے اثرات:

لوگوں کے طرز زندگی اور معاشی سرگرمیوں پر آب و ہوا کے اثرات مختلف علاقوں میں مختلف ہوتے ہیں۔ اور یہاں اس پر مزید تفصیل سے بحث کی جائے گی۔

بالائی علاقہ

پہاڑی علاقوں میں درجہ حرارت کم ہوتا ہے اور نشیبی علاقوں کے مقابلے میں یہاں زیادہ بارش ہوتی ہے۔ یہ علاقے اکثر جنگلات اور چراگاہوں سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ یہاں کے لوگ خانہ بدوش ہوتے ہیں اور عام طور پر ٹرانس ہیومینس (مویشیوں کو موسمی تبدیلی کی وجہ سے اونچے پہاڑوں سے نیچے کی طرف لائے جانے کا عمل)، معاش کے لیے زراعت، اور مویشی چَراتے ہیں۔ شمالی سرحدوں میں لوگ آمدنی کے لیے سیاحت اور دیگر غیر زرعی سرگرمیوں پر بھی انحصار کرتے ہیں۔ بلوچستان کے زیادہ تر حصوں میں پانی کی کمی کی وجہ سے فصلوں کی کاشت ممکن نہیں ہو پاتی۔ جس کی بنا پر لوگ یہاں انسانی بستیاں نہیں بساتے۔ موسمیاتی تبدیلی کا بالائی یعنی پہاڑی علاقے پر نمایاں اثر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر، کسانوں کو پانی کی دستیابی میں کمی، خشک سالی، سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے فصلوں کی کاشت میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس کی وجہ سے غذائی عدم تحفظ اور غربت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ موسمیاتی تبدیلی لوگوں کے لیے روایتی چراگاہوں تک رسائی کو مزید مشکل بنا رہی ہے، جس کا اثر مویشیوں کے انتظام پر پڑ رہا ہے۔

نشیبی علاقہ

پہاڑی علاقوں کے مقابلے میں نشیبی علاقوں میں درجہ حرارت زیادہ اور بارشیں کم ہوتی ہے۔ پنجاب اور سندھ کے میدانی علاقے نشیبی علاقوں پر محیط ہیں۔ نشیبی علاقوں کے لوگ زراعت، صنعتکاری، نوکری اور مختلف معاشی سرگرمیوں پر انحصار کرتے ہیں۔ تاہم، گرم درجہ حرارت موسمی حادثات کا باعث بن رہا ہے، جیسے ہیٹ ویوز، خشک سالی، سیلاب اور طوفان۔ جو فصلوں کی پیداوار میں کمی، نقل و حمل اور مواصلات کو نقصان پہنچانے اور معاشی سرگرمیوں میں خلل ڈالنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، گرمی کی لہریں فصلوں کی ناکامی اور مویشیوں کی موت کا باعث بن سکتی ہیں۔ خشک سالی فصلوں کی پیداوار کو کم کر سکتی ہے اور لوگوں کے لیے پانی تک رسائی بھی مشکل ہو سکتی ہے۔ سیلاب اور طوفان بنیادی ڈھانچے کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نقل و حمل اور مواصلاتی نیٹ ورک کو متاثر کر سکتے ہیں۔

بلوچستان میں کاریز

بنجر علاقہ

پاکستان کا بنجر علاقہ بنیادی طور پر صحرائی علاقوں پر مشتمل ہے۔ یہاں موسم نہایت خشک ہوتا ہے۔ یہ علاقے انتہائی کم بارش اور بخارات کے اخراج کی زیادتی کی وجہ سے پانی کی قلت کا شکار ہیں۔ بنجر علاقے کے لوگ مختلف قسم کی معاشی سرگرمیوں پر انحصار کرتے ہیں، جیسے کان کنی، مویشی پالنا اور سیاحت۔ خشک علاقے کے باوجود، پاکستان کے صحرائی علاقوں میں بہت سے لوگ زراعت کرتے ہیں۔ کاریز ایک زیرِ زمین آبپاشی کا نظام ہے جو بلوچستان میں رائج ہے۔ کاریز کھیتوں، باغات اور کھجوروں کی آبپاشی

کرتا ہے۔ یہ مختلف قسم کی فصلیں اگاتے ہیں، جن میں گندم، چاول، باجرا اور جوار شامل ہیں۔ بنجر علاقوں میں لوگ بھیڑ، بکریاں اور اونٹ جیسے مویشی بھی پالتے ہیں۔ یہ جانور انہیں خوراک، دودھ اور نقل و حمل کا ذریعہ فراہم کرتے ہیں۔ یہ جانور اون اور دیگر مصنوعات تیار کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

صحرائی علاقوں کے بہت سے لوگ ہنر مند کاریگر ہیں۔ وہ مختلف قسم کی دستکاری کرتے ہیں، جیسے قالین، کپڑا اور مٹی کے برتن وغیرہ۔ یہ دستکاریاں جیسے اجرک، رلی، رضائی، کڑھائی والی چادر، چمڑے کی مصنوعات، مٹی کے برتن کو مقامی بازاروں میں فروخت کیا جاتا ہے اور بلوچستان کے دیگر حصوں سمیت مختلف ممالک جیسے ہندوستان، امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، آسٹریلیا، جرمنی اور متحدہ عرب امارات کو بھی برآمد کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے صحرائی علاقوں کے کچھ حصوں میں سیاحت کو فروغ مل رہا ہے۔ سیاح صحرا کی منفرد زمین اور ثقافت کی طرف راغب ہوتے ہیں، مثال کے طور پر چولستان کا صحرا، جو اپنے گرتے ہوئے ریت کے ٹیلوں، نمکین دلدل اور قدیم قلعوں کے لیے جانا جاتا ہے۔ سیاح اونٹ اور جیپ کے ذریعے صحرائی زمین کی خوبصورتی، ورثے، ثقافت اور تھر اور چولستان کی جنگلی حیات کو دیکھنے آتے ہیں۔

ساحلی علاقہ

پاکستان کا ساحلی علاقہ سندھ میں ڈیلٹا ساحلی پٹی اور بلوچستان میں مکران کے پہاڑی ساحل پر مشتمل ہے۔ اس کی خصوصیت سمندری آب و ہوا ہے۔ ٹھنڈی سمندری ہوائیں موسم گرما کے مہینوں کے تیز درجۂ حرارت کو کم کرتی ہیں۔ یہ لمبی ساحلی لکیر ساحلوں، دریا کے دہانوں اور دلدلی زمینوں کا گھر ہے جو سردیوں کے مہینوں میں سیاحوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ ساحلی علاقے کے لوگ ماہی گیری، سیاحت اور تجارت سمیت مختلف معاشی سرگرمیوں پر انحصار کرتے ہیں۔ کراچی - کورنگی اور بن قاسم بندرگاہیں پاکستان کی معیشت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ کراچی بندرگاہ پاکستان کی مصروف ترین بندرگاہ ہے، اور یہ کنٹینرز، بار جہاز، اور مائع کارگو سمیت مختلف قسم کے کارگو کو سنبھالتی ہے۔ تاہم، آب و ہوا کی تبدیلی بار بار اور شدید طوفانوں کا باعث بن رہی ہے جس کے نتیجے میں ساحلی کٹاؤ اور بنیادی ڈھانچے کو نقصان پہنچ رہا ہے جس کا اثر پاکستان کی معیشت پر بہت زیادہ ہے۔

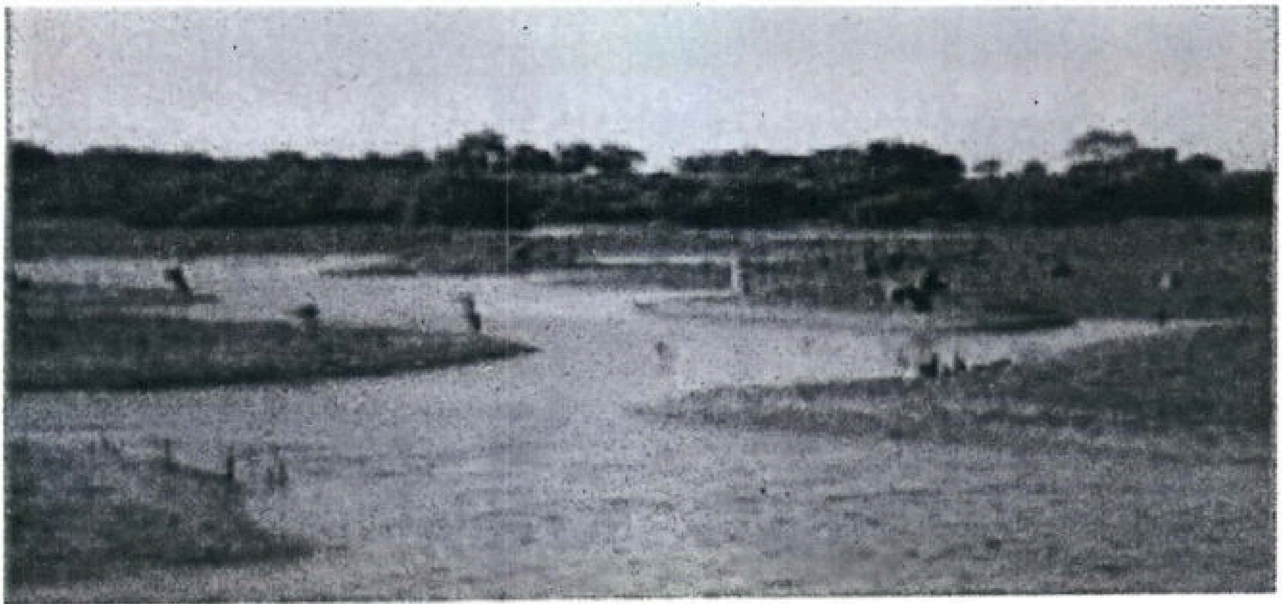

سندھ کا ساحلی علاقہ

ہم نے کیا سیکھا

- ٹرانس ہیومینس اونچائی اور کم اونچائی والی چراگاہوں کے درمیان مویشیوں کی موسمی نقل و حرکت ہے۔ یہ ایک روایتی عمل ہے، جو صدیوں سے چرواہا برادریوں کے ذریعہ استعمال ہوتا رہا ہے۔
- مون سون کی ہوائیں موسمی ہوائیں ہیں جو ہر چھ ماہ بعد الٹی سمت میں چلتی ہیں۔ یہ ہوائیں زمین اور پانی کے مختلف درجہ حرارت کی وجہ سے چلتی ہیں۔
- مون سون شدید موسمی واقعات کا سبب بھی بن سکتا ہے، جیسے سیلاب۔
- درجۂ حرارت کی الٹی پرت ماحول کی ایک پرت ہے جس میں درجۂ حرارت اونچائی کے ساتھ بڑھتا ہے۔
- پاکستان کے صحرائی علاقوں میں مویشی بہت سے لوگوں کی زندگیوں میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔
- بہت سی ساحلی برادریوں میں ماہی گیری ایک بڑی صنعت ہے۔

مشق

سوال نمبر ۱: مندرجہ ذیل سوالات کے چار ممکنہ جوابات دیئے گئے ہیں ان میں سے صحیح جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ برِ اعظمی اثر یہ ہے

الف۔ دن کے وقت زمینی علاقوں کا گرم ہونا اور رات کو ٹھنڈا ہونا۔
ب۔ دن کے وقت زمینی علاقوں کا ٹھنڈا ہونا اور رات کے وقت گرم ہونا۔
ج۔ دن میں سمندروں کی گرمی اور رات میں ان کی ٹھنڈک۔
د۔ دن میں سمندروں کی ٹھنڈک اور رات میں ان کی گرمی۔

۲۔ سیلاب کی وجہ یہ ہیں:

الف۔ زمین اور پانی کی مختلف حرارت کی صلاحیت
ب۔ دریاؤں کے کناروں پر پانی کا بھرنا
ج۔ زمین اور پانی کی مختلف حرارت کی عکاسی
د۔ شمالی پہاڑوں پر لینڈ سلائیڈنگ

۳۔ درجۂ حرارت کی الٹی پرت کو متعین کیا جاتا ہے۔

الف۔ خشک اور نیم خشک علاقے
ب۔ مرطوب اور حاری علاقے میں
ج۔ قطبی علاقے میں
د۔ پاکستان کے جنوب مشرق میں

۴۔ ریلیف بارشیں ہوتی ہیں

الف۔ پہاڑیوں میں
ب۔ صحرائی علاقوں میں
ج۔ ریلیف کی دوسری جانب
د۔ اوپر دیئے گئے تمام

۵۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سی مغربی ڈپریشن کی خصوصیت نہیں ہے۔

الف۔ یہ سردیوں کے موسم میں زیادہ عام ہوتی ہیں
ب۔ پاکستان میں بارش اور برف باری ہوتی ہے
ج۔ پاکستان میں زراعت کیلئے اہم ہیں
د۔ یہ بحر الکاہل پر مبنی ہیں

۶۔ سمندری ہوائیں اس وجہ سے چلتی ہیں

الف۔ زمین اور پانی میں حرارتی تفریق کی وجہ سے

ب۔ زمین اور پانی کے ایک ہی درجۂ حرارت کی وجہ سے

ج۔ زمین اور پانی کی متفرق ٹھنڈک

د۔ زمین اور پانی کی یکساں ٹھنڈک

۷۔ پاکستان میں موسلا دھار بارش کی وجہ یہ ہے:

الف۔ یہ زمین کی سطح کے گرم ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

ب۔ یہ پاکستان کے شمالی اور مغربی علاقوں میں عام ہے۔

ج۔ یہ موسم گرما کے ابتدائی مہینوں میں ہوتی ہے۔

د۔ یہ دو ہواؤں کے ٹکراؤ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

۸۔ پاکستان کا کون سا غیر ساحلی شہر حاری یا ٹراپیکل طوفانوں کا شکار ہے؟

الف۔ کراچی ب۔ پشاور ج۔ ٹھٹھہ د۔ بدین

۹۔ پاکستان میں مون سون کی ہواؤں کے بارے میں درج ذیل میں سے کون سا بیان درست نہیں ہے؟

الف۔ مون سون کی ہوائیں گرمیوں کے مہینوں میں بحیرۂ عرب سے زمینی سطح کی طرف چلتی ہیں۔

ب۔ مون سون کی ہوائیں گرمیوں کے مہینوں میں پاکستان میں گرم، نم ہوا لاتی ہیں۔

ج۔ مون سون کی ہوائیں گرمیوں کے مہینوں میں پاکستان میں بھاری بارش کا سبب بنتی ہیں۔

د۔ مون سون کی ہوائیں سردیوں کے مہینوں میں زمینی سطح سے بحیرۂ عرب کی طرف چلتی ہیں۔

۱۰۔ پاکستان کے مندرجہ ذیل میں سے کس علاقے میں فصلوں کی پیداوار کے لیے بارش کافی نہیں ہوتی ہے؟

الف۔ سطح مرتفع پوٹھوہار ب۔ ہمالیہ کے مرطوب علاقے ج۔ بلوچستان کے بنجر علاقے د۔ سندھ کے میدانی علاقے

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ پاکستان کو آب و ہوا کے اعتبار سے کن چار خطوں میں تقسیم کیا گیا ہے، اور ہر خطے کے درمیان دو اہم فرق کیا ہیں؟

۲۔ پاکستان کے صحرا یا خشک آب و ہوا کی خصوصیات بیان کریں؟

۳۔ وضاحت کریں کہ پوٹھوہار سطح مرتفع کی آب و ہوا کس طرح سے کسانوں کے لیے ایک چیلنج ہے۔

۴۔ پاکستان کی ساحلی آب و ہوا علاقے، پاکستان کے دیگر آب و ہوا والے علاقوں سے کس طرح مختلف ہیں؟

۵۔ پاکستان میں موسم گرما میں دریاؤں میں سیلاب کیوں آتا ہے؟

۶۔ کراچی اور لاہور کے درمیان بارش اور درجۂ حرارت کی سالانہ تقسیم کس طرح مختلف ہے؟

لغت

بالائی یا پہاڑی آب وہوا: ایک ایسی آب وہوا جس کی خصوصیت زیادہ اونچائی اور سرد درجۂ حرارت ہے۔

نشیبی آب وہوا: ایک ایسی آب وہوا جس کی خصوصیت کم اونچائی اور گرم درجۂ حرارت ہے۔

مون سون: ہوا کا ایک موسمی نمونہ جو گرمیوں کے مہینوں میں پاکستان میں بھاری بارش لاتا ہے۔

مغربی دباؤ: کم دباؤ کا نظام جو بحیرہ روم کے اوپر تیار ہوتا ہے اور مشرق کی طرف سفر کرتا ہے، جس سے پاکستان سمیت مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا میں بارش اور برف باری ہوتی ہے۔

سمندری ہوا: ٹھنڈی ہوا جو دن کے وقت سمندر سے زمین کی طرف چلتی ہے۔

زمینی ہوا: گرم ہوا جو رات کو زمین سے سمندر کی طرف چلتی ہے۔

ڈیورنل رینج یا روزانہ درجۂ حرارت کی حد: ایک دن میں سب سے زیادہ اور سب سے کم درجۂ حرارت کے درمیان فرق۔

بارش: پانی کی کوئی بھی شکل جو آسمان سے گرتی ہے، جیسے بارش، برف یا اولے۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ کو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔

سبق

06

حصہ سوم

پاکستان کے وسائل اور اقتصادی ترقی

آبی وسائل

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- پاکستان کے بیرونی اور زیرِ زمین آبی وسائل، بشمول موسمیاتی اُتار چڑھاؤ کا ربط اور آبی معیار بیان کر سکیں۔
- پاکستان کے وسیع تر نظام آبپاشی کے فوائد اور نقصانات کا جائزہ لے سکیں اور آبی وسائل کے پائیدار حل، آبی آلودگی کے ناخوشگوار مسائل سے نمٹنے، پانی کی کمی اور اس کے ضیاع کو قابو کرنے کے لئے تجاویز دے سکیں۔
- ڈیمز، بیراج، نہروں اور آبی ذخائر کے اہم کردار (بشمول پن بجلی کی پیداوار، سیلاب پر قابو اور آبپاشی) کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان کا پائیدار حل پیش کر سکیں اور زرعی ماحول، صنعت، انسانی سرگرمیوں پر ان ممکنہ اثرات کا جائزہ لے سکیں۔

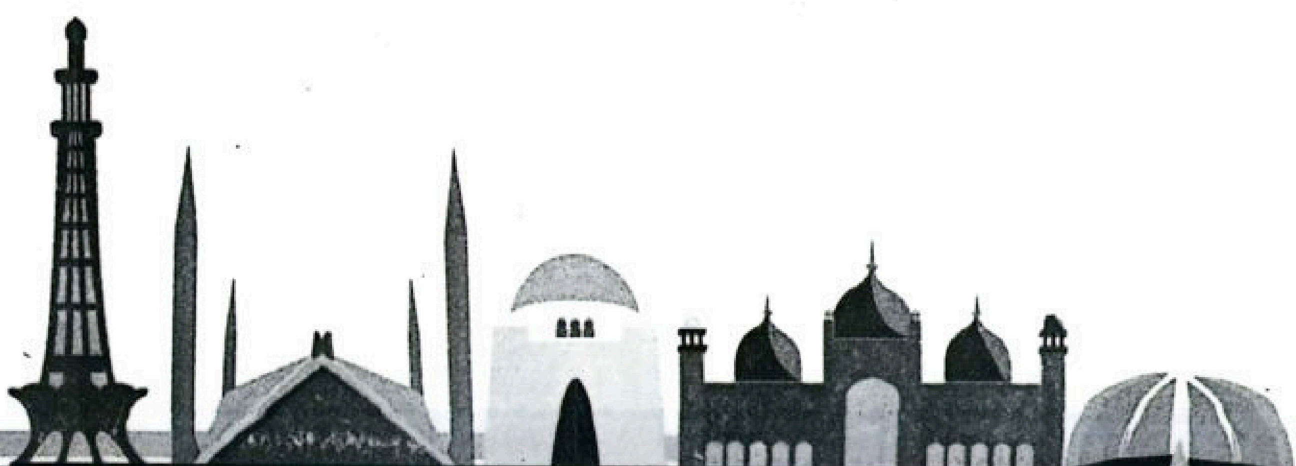

سطحی اور زیر زمین آبی ذخائر

زمین پر ہر قسم کی زندگی کا دارومدار پانی پر ہے۔ ہمارے جسم میں پانی کی مقدار ٪ 60 ہے اور ہم صاف پانی کی مستقل فراہمی کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ انسانی وجود کی بنیاد ہے۔ جنوبی ایشیاء میں واقع پاکستان میں سطحی اور زیر زمین پاکستان کے لاتعداد وسائل ہیں۔ یہ وسائل ملکی گھریلو ضروریات، صنعتوں اور زرعی ضروریات کے لئے لازمی ہیں۔ ان آبی وسائل کا ذیل میں جائزہ پیش ہے۔

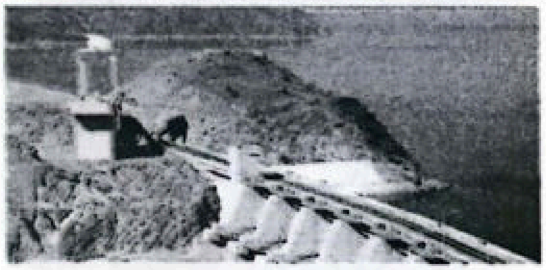

سطحی آبی وسائل

دریائے سندھ: دریائے سندھ پاکستان کا سب سے بڑا اور سب سے اہم دریا ہے۔ اس کے اپنے ذرائع ہیں۔ جہلم، چناب، راوی اور ستلج۔ اس کے صرف چند معاون دریا ہیں جو پاکستان کے سطحی آبی وسائل میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔

دریائے جہلم: دریائے سندھ کا ایک اور اہم معاون دریا دریائے جہلم ہے۔ یہ آزاد جموں و کشمیر کے علاقے سے ہوتا ہوا صوبہ پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔ یہ آبپاشی اور ہائیڈرو الیکٹرک پیداوار میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

دریائے چناب: دریائے چناب بھی دریائے سندھ کا ایک اہم معاون دریا ہے۔ یہ پاکستان کے صوبہ پنجاب سے گزرتا ہے۔ یہ بجلی اور آبپاشی دونوں کی معاونت کرتا ہے۔

تربیلا ڈیم: زمین سے بھرے سب سے بڑے ڈیموں میں سے ایک دریائے سندھ پر تربیلا ڈیم ہے۔ یہ فلڈ کنٹرول، ہائیڈرو الیکٹرک بجلی کی پیداوار اور آبپاشی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

منگلا ڈیم: منگلا ڈیم دریائے جہلم پر واقع ہے۔ یہ بجلی کی پیداوار اور آبی ذخیرہ کے طور پر بہت اہمیت کا حامل ہے۔

زیر زمین آبی وسائل

پاکستان کا زیادہ تر انحصار زیرِ زمین آبی وسائل پر خاص طور پر ان علاقوں پر ہے جن سطحی پانی تک کم پہنچ ہے۔ ٹیوب ویل اور ہینڈ پمپ گھریلو، کمرشل اور تجارتی استعمال کے لیے ان علاقوں میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

سندھ طاس آب اندوخت: پاکستان کا سب سے بڑا زمین پانی کا ذریعہ سندھ طاس اندوخت ہے۔ یہ سندھ کے میدان کو مکمل طور پر ڈھانپ لیتا ہے اور ملک کے وسیع علاقے کی زرعی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

بلوچستان مر تفع اندوخت: بلوچستان مر تفع اندوخت بلوچستان کے زیرِ زمین پانی کی فراہمی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ زراعت کو فروغ دیتا ہے اور مقامی باشندوں کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

پنجاب اندوخت: صوبہ پنجاب کا زیرِ زمین پانی آبپاشی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ کچھ علاقوں میں بے تحاشہ زیرِ زمین پانی کا استعمال ایک اہم مس کہ ہے کیونکہ یہ زیرِ زمین پانی کو کم کرتا ہے اور نمکیات کو بڑھا دیتا ہے۔

موسمیاتی تغیر کا پانی کے بہاؤ اور معیار سے تعلق

پاکستان کے موسمیاتی ردوبدل، پانی کے بہاؤ اور معیار میں خشک سالی سے نم زرخیز آب وہوا، مون سون کی بارشیں اور ہمالیہ اور قراقرم کے پہاڑوں کے برفانی گلیشیئرز کا پگھلتا ہوا پانی اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ عوامل مختلف موسمیاتی تغیرات پانی کی مقدار اور معیار میں ردوبدل کا باعث بنتے ہیں۔ ان تغیرات کا ایک خاکہ درج ذیل ہے۔

پانی کے بہاؤ میں موسمیاتی تغیر کا کردار

مون سون کا موسم (جولائی تا ستمبر): پاکستان میں پانی کے بہاؤ کے لیے جنوب مغرب میں بننے والا مون سون کا سلسلہ ملک کے تمام اطراف خاص کر جنوب اور مغرب میں بارشیں کا باعث بنتا ہے۔ یہ بارشیں دریاؤں میں پانی کی سطح اور ملک کا آبی ذخائر میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔ اس دوران دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں جہلم، چناب اور ستلج میں پانی سطح قابل توجہ حد تک بڑھ جاتی ہے۔

موسم سرما اور بہار (اکتوبر تا اپریل): پاکستان میں موسم سرما اور موسم بہار میں نسبتاً کم بارش ہوتی ہے۔ جبکہ ہمالیہ اور قراقرم کی چوٹیوں کی پگھلتی برف مسلسل اس دوران کم ہوتی جاتی ہے۔ پگھلا ہوا پانی، دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں میں پانی کی سطح کو بڑھانے کا سبب بنتا ہے۔ یہاں پر یہ نکتہ پیش نظر ہے کہ گزرے ہوئے موسم سرما کے برف آلود قطعے ان مہینوں میں پانی کی ترسیل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

موسم گرما (مئی تا جون): جب موسم سرما کی جمی ہوئی برف پگھلنا کم ہوتی ہے تو موسم گرما کے مہینوں میں اکثر درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے اور دریاؤں اور نہروں میں پانی کا بہاؤ کم پڑ جاتا ہے۔ اس موسم کے دوران پانی کی کمی اکثر مقامات پر ایک مس کہ بن جاتی ہے جن میں خاص طور پر پاکستان کے جنوبی علاقوں میں آبپاشی کے لیے پانی کی ضرورت بڑھ جاتی ہے۔

پانی کے معیار میں موسمیاتی تغیر

پانی کا معیار اور موسمیاتی تغیر (جولائی تا ستمبر) نیہ موسم خصوصاً پانی کا معیار پر اثرانداز ہوتا ہے۔ دریاؤں اور دیگر ذخائر، موسلا دھار بارشیں پانی کے بہاؤ میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔ جس میں شہری اور زرعی علاقوں کی آلودگی شامل ہوتی ہے۔ سیلاب سے آبی ذخائر آلودہ ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ پانی کے معیار کی سطح گر جاتی ہے۔

خشک موسم (اکتوبر تا جون): خشک موسم کے دوران ہونے والی بارشوں میں آلودگی کی سطح کم اور پانی کے معیار کی سطح بڑھ جاتی ہے۔ جبکہ کچھ علاقوں میں پانی کی کمی اور آلودگی خاص طور پر بڑھ جاتی ہے۔ اس دوران زرعی پانی کے معیار کی صورتحال خطرناک صورت اختیار کر سکتی ہے۔

گلیشیئرز کا پانی: گلیشیئرز کے پانی کے ذخائر اکثر اچھے معیار اور بغیر لاگت کے میسر ہوتے ہیں۔

مسائل اور تحفظات: پاکستان کے آبی ذخائر مختلف مسائل کا موضوع ہیں۔ مثلاً پانی کی کمی، زیرزمین پانی کا بے تحاشہ استعمال، آلودہ پانی کے ذخائر اور مؤثر پانی کے انتظام کی تکنیک شامل ہیں۔

آبپاشی

آبپاشی سے مراد مٹی یا کھیتوں کو مصنوعی طریقے سے پانی دینا ہے۔ جس کا مقصد پودوں اور فصلوں کی پروان کو فروغ دینا ہے۔ خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں بارشیں کم یا غیر مستقل ہوں یہ زراعت کا ایک اہم طریقہ ہے جس میں پودوں کو مناسب نمی فراہم کی جاتی ہے۔ آب پاشی کا اہم مقصد زرعی میدانوں، باغوں اور دیگر قابل کاشت علاقوں کو پانی فراہمی ہے۔ نظام آب پاشی مختلف ہو سکتے ہیں۔ سیدھی تکنیکوں جیسے بالٹیاں یا ہوز (پائپ) یا پیچیدہ طریقے جیسے نالیوں کے ذریعے آبپاشی، چھڑکاؤ یا سیلاب کے ذریعے آبپاشی۔

وسیع آبپاشی کے نظام کے فوائد

پاکستان کا وسیع نظام آبپاشی دریائے سندھ اور اسکے معاون دریاؤں پر منحصر ہے۔ اسکے لاتعداد فوائد ہیں جن میں کچھ درج ذیل ہیں۔

۱۔ بہتر زرعی پیداوار: مستقل پانی کی فراہمی نظام آبپاشی کو زرعی کاشت کاری کے قابل بناتی ہے۔ اس سے حیرت انگیز طور پر خوراک اور زراعت کی پیداوار، ہر سال کے دوران پنیریاں لگانے کے سلسلے میں اضافہ ہوتا ہے۔

۲۔ خوراک کا تحفظ: پاکستان میں بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر خوراک کا تحفظ بڑھ رہا ہے۔ پاکستانی عوام کی خوراک کے لیے اناج کی پیداوار، بشمول کاٹن، چاول اور گندم کی فراہمی آسان ہوتی ہے۔

۳۔ معاشی پیداوار: زراعت کی بدولت ایک وسیع آبادی کو روزگار میسر آتا ہے اور ملکی جی ڈی پی بہتر ہوتا ہے۔ زراعت کو پانی کی فراہمی اور نظام آبپاشی اس صنعت کی بہتری میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۴۔ گروہی استحکام: لاکھوں دیہی پاکستانیوں کے ذریعے معاش کا انحصار زراعت پر ہے۔ قابلِ بھروسہ پانی کی ترسیل آبادی کو پانی کی کمی، قحط سے بچانے اور دیگر موسمیاتی تغیرات میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

۵۔ فصلی ترمیمات: کسان فصلوں کی وسیع اقسام میسر آبپاشی کی سہولیات کے مدنظر چنتے ہیں۔ اس طرح کسان فصلوں کی بڑی اقسام کاشت کرنے کے قابل ہوں گے۔ مثلاً پھل اور سبزیاں جن سے آمدنی اور خوراک کی اقسام بڑھ سکتی ہیں۔

۶۔ پن بجلی کی پیداوار: نظام آبپاشی میں لاتعداد ڈیمز اور آبی ذخائر شامل ہیں۔ جن کی بدولت پن بجلی پیدا ہوتی ہے اور حیاتیاتی ایندھن پر قومی انحصار کم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ملکی توانائی کی ضروریات کو پورا کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

۷۔ سیلاب کی روک تھام: نظام آبپاشی میں کسی طور پر سیلاب کو قابو کرنے کا طریقہ (میکانزم) بھی شامل ہے جیسا کہ منگلا ڈیم اور تربیلا ڈیم ان ڈیموں میں مون سون بارشوں اور نچلے درجے کے سیلاب کے پانی کو اکٹھا کرنے کے لیے مناسب گنجائش ہے۔

۸۔ سیم اور تھور پر قابو: نظام آبپاشی میں نکاسی کے بنیادی ڈھانچے میں سیم و تھور کے مسائل اہم ہیں جو وسیع آبپاشی کی وجہ سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مٹی کاشت کاری کے لیے بہتر رہتی ہے۔

۹۔ مویشیوں کی پرورش: پینے کے پانی کی فراہمی اور جانوروں کے لیے چارے کا انتظام پانی کے لیے قابل بھروسہ پانی کی فراہمی کے ذخائر نہ صرف فصلوں کی پیداوار کے لیے ضروری ہیں بلکہ مویشیوں کی پرورش میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۱۰۔ بین الاقوامی تقسیم آب: سندھ آبی معاہدہ کے تحت پاکستان اور بھارت کے درمیان دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم کی جاتی ہے۔ پاکستان اس بیرونی پانی کی تقسیم اور وسیع نظام آبپاشی کا بہترین طریقے سے انتظام کرتا ہے۔

اگرچہ پاکستان کے وسیع نظام آبپاشی کے بہت سے فوائد ہیں مگر دوسری جانب کچھ مسائل بھی ہیں جیسے پانی کی کمی، آلودہ پانی کا استعمال اور ماحولیاتی مسائل۔ ان مسائل کے حل کے لیے اور طویل عرصے کے لیے پانی کی یقینی فراہمی، پائیدار پانی کے انتظام کے لیے حکمت عملی، بہترین فوائد کے حصول کے لیے ضروری ہیں۔

وسیع نظام آبپاشی کے نقصانات

پاکستان کا نظام آبپاشی کاشت کاری اور خوراک کے تحفظ کے لیے ضروری ہیں۔ لیکن اسکے علاوہ کچھ فوائد اور نقصانات بھی ہیں جو ذیل میں درج ہیں:

۱۔ پانی کی کمی: پاکستان کے مختلف علاقوں میں آب اندوخت کاشت کاری میں زیرزمین پانی کے بے تحاشہ استعمال کے باعث ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ زیرِ زمین اور بے تحاشہ پانی پمپ کرنے کے باعث کسانوں کے لیے اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔

۲۔ سیم و تھور

(الف) سیم و تھور: سیم سے مراد زیرِ زمین پانی کی سطح زیادہ ہو کر فصلوں کی جڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔ اور ان کو خراب کر دیتی ہے۔ یہ غیر معیاری نظام آبپاشی کی بدولت ہوتا ہے۔

(ب) تھور: تھور سے مراد نمکیات کا بڑھ جانا ہے۔ اس کی وجہ زمین سے نامناسب نظام نکاسی آب ہے جس کی وجہ سے فصلوں کا معیار گر جاتا ہے اور مٹی کی زرخیزی کم ہو جاتی ہے۔

۳۔ ماحولیاتی اثرات:

(الف) رہائشی پسماندگی: ڈیموں نہروں اور پانی کے ذخائر کی تعمیر کی وجہ سے نظام آبپاشی کے لیے بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ جن کی وجہ سے مقامی ماحولیاتی نظام پر برا اثر پڑتا ہے اور رہائشی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

(ب) ڈیموں اور پانی کے لیے نئے راستوں کی وجہ سے ماحولیاتی نظام پر اثر پڑتا ہے اور مچھلیوں کی افزائش اور پانی کا معیار متاثر ہوتے ہیں۔

۴۔ مہنگی دیکھ بھال: وسیع بنیادی نظام آب پاشی کے ڈھانچے جیسے نہروں، ڈیم اور پمپ مہنگے اور مشکل ہوتے ہیں۔ اس میں مستقل گورنمنٹ کی سرمایہ کاری کی ضرورت ہوتی ہے۔

۵۔ غیر منصفانہ تقسیم:

(الف) غیر منصفانہ رسائی: کسانوں کی زرعی ماحاصل اور آمدنی وسیع طور پر مختلف ہو سکتی ہے کیونکہ آبپاشی کے لیے پانی ہمیشہ مناسب طور پر تقسیم نہیں ہوتا۔ چھوٹا زمینداروں کو بڑے زمینداروں کی وجہ سے خاطر خواہ فائدہ نہیں ملتا۔

(ب) پانی کی چوری: کچھ عام مسائل میں پانی کی چوری اور غیر مجاز نہری ٹیپنگ، پانی کے ذخائر کی غیر منصفانہ تقسیم میں شامل ہیں۔

۶۔ توانائی کا استعمال: کاشت کاری کے لیے پانی کی پمپنگ مہنگی ہو سکتی ہے۔ اس سے کسانوں کے اخراجات اور توانائی کی ضروریات بڑھ سکتی ہیں

۷۔ غیر صحت مند آب وہوا: وہ عوامل جو زراعت کو غیر معیاری بناتے ہیں ان میں خشک سالی یا پھر کم پانی کا بہاؤ شامل ہے۔

۸۔ معاشرتی مسائل:

(الف) زمینی نقل مکانی: بڑے ڈیموں اور ذخائر کی تعمیر کے دوران نقل مکانی کے تصفیہ کی وجہ سے معاشرتی اور معاشی مسائل متاثرہ باشندوں کو اثر انداز کر سکتے ہیں۔

(ب) تنازعات: پاکستان کے وسیع نظام آبپاشی کی وجہ سے صوبوں حتیٰ کہ بھارت جیسے پڑوسیوں کے ساتھ پانی کی تقسیم کے مسائل بن سکتے ہیں۔

۹۔ معیاری پانی کے مسائل: آلودگی کی کچھ مثالوں میں، آبپاشی کا پانی آلودہ اور جراثیم زدہ ہو سکتا ہے۔ یہ آلودگی فضلے کے اخراج، زرعی بہاؤ اور غیر علاج شدہ سیوریج کی وجہ سے پھیلتی ہے۔

۱۰۔ جدت کی کمی:

(الف) قدیم اُصول: پسماندہ آبپاشی کے ذرائع اور پرانی ٹیکنالوجی کی وجہ سے فوائد کم ہو سکتے ہیں۔ آبپاشی کے ممکنہ فوائد قدیم ٹیکنالوجی کی وجہ سے محدود ہو سکتے ہیں۔ جو جدید زراعت میں رکاوٹ کا باعث بن سکتے ہیں۔ پاکستان کو پانی کی منصفانہ تقسیم کی پالیسیاں بہتر آبپاشی کا ڈھانچہ، موثر پانی کے استعمال کی

تشہیر اور پانی کے مستقل انتظام کے نئے طریقے ان مسائل کے حل کے لیے ضروری ہیں۔ ایک زیادہ مستقل زرعی نظام آبپاشی پر ضرورت سے زیادہ انحصار کو کم کرنے کا موسمیاتی حالات کے ردوبدل اور کم پانی کے استعمال والی فصلوں کی حوصلہ افزائی کرنے سے اس مسئلے پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

چند مستقل حل

پاکستان کو ایک ملٹی ماڈل نقطۂ نظر کی ضرورت ہے جس میں قانونی تبدیلیاں، انتظامی ڈھانچے کی اپ گریڈیشن، آبی آلودگی کے حل کے لیے گروہی شمولیت، پانی کی کمی اور پانی کا ضیاع شامل ہے۔ یہاں پر پانی کے ذخائر کے مستقل انتظام کے لیے کچھ گرین اپروچیز دیئے جارہے ہیں۔

آلودہ پانی کے صفائی کی سہولیات

آلودہ پانی کی صفائی بڑے پیمانے پر کرنے کے لیے پیسہ کے استعمال کی ضرورت ہے تاکہ سیوریج اور صنعتی فضلے کو صاف پانی میں چھوڑنے سے پہلے صاف کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں کڑے قوائد و ضوابط کی ضرورت ہے۔

بارش کے پانی کا استعمال

بارش کے پانی کو کاشت کاری میں استعمال کے فروغ پر زور دینا چاہیے۔ یہ پانی گھریلو اور گروہی سطح پر اکٹھا کرنا چاہیے تاکہ یہ گھریلو سطح پر استعمال ہوسکے اور زیرِ زمین پانی کا متبادل ثابت ہو۔

موثر طریقہ ہائے آبپاشی

زراعت میں آلودہ پانی کے استعمال کی روک تھام، موجودہ ذرائع آبپاشی کی تکنیکوں کے فروغ اور استعمال، سپرنکلر اور ڈرپ کا نظام ضروری ہے۔

پانی کی صفائی: ساحلی علاقوں، خاص کر ان ساحلی علاقوں جہاں پانی کی شدید کمی ہے وہاں پانی کی صفائی کا انتظام میسر کیا جائے۔

ارضیاتی انتظام

زیر زمین پانی کو نکالنے کے سخت انتظامات کیے جائیں تاکہ ضرورت سے زیادہ پانی کے استعمال اور نمکین پانی کی مداخلت کو کنٹرول کیا جاسکے اور آب اندوخت کے دوبارہ بھرنے کی تکنیکوں کو فروغ دیا جائے۔

تعلیم و معلومات: عوامی آگاہی کی مہمات چلائی جائیں تاکہ پانی کے مستقل استعمال، آلودگی کی روک تھام اور پانی کے تحفظ کا شعور دیا جاسکے۔ تعلیم میں رویوں پر اثرانداز ہونے کی طاقت ہوتی ہے۔

صنعتی ضابطے: صنعتوں سے خارج آلودگی کم کرنے کے لیے سخت ماحولیاتی قوانین کا نفاذ ضروری ہے۔ دوستانہ ماحولیاتی پیداوار اور صنعتی فضلے کو دوبارہ قابل استعمال بنانے کی تکنیک کے فروغ کی ضرورت ہے۔

دیہی علاقوں میں پانی کا انتظام: دیہی علاقوں میں چھوٹے ڈیمز، تالاب اور پانی کو ذخیرہ کرنے کے لیے ڈھانچہ کی تعمیر اور گروہی سطح پر پانی کے انتظام کی ضرورت ہے۔

اس قسم کی فصلوں کی پیداوار کو فروغ دیا جائے جن میں خشک سالی سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت ہو۔ اس سے زرعی پانی کی طلب میں کمی ہوئی اور فصلوں کی پیداوار میں پانی کی کمی کے باوجود اضافہ ہو گا۔

حکومتی اقدامات: پانی کے انتظام سے متعلق جامع اقدامات بنائے اور نافذ کیے جائیں تاکہ شہری اور دیہی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔ قیمت کے لیے پالیسیوں کا نفاذ کیا جائے جس کی وجہ سے پانی کا استعمال دانشمندی سے کیا جائے۔ پانی کی بچت کے لیے تحقیق، جدت اور سرمائے کی ضرورت ہے جیسا کہ پانی بچانے اور لیکج کا پتہ لگانے والے آلات۔

سرحد پار تعاون: پانی کے مساوی اور مستقبل استعمال کے لیے پڑوسی ممالک کے ساتھ مل کر ذرائع آبپاشی کو استعمال کیا جائے۔ اس طرح مشترکہ ذرائع کے مستقل اور منصفانہ استعمال کو یقینی بنایا جائے گا۔

موسمیاتی تبدیلی کی تخفیف: منظم اور طاقتور ڈھانچے سے متعلق پراجیکٹس پبلک اور پرائیوٹ پارٹنرشپ کے ذریعے منظم کیے جائیں تاکہ گورنمنٹ کے مہیا کردہ ذرائع کے میسر ہونے میں آسانی پیدا کی جاسکے۔

شماریاتی مواد اور نگرانی: پانی کی نگرانی، فراہمی، معیار اور استعمال کی نگرانی کا طریقہ وضع کیا جائے۔ گورنمنٹ اور سیوک سوسائٹی کو پاکستان میں دوسری پارٹیز کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیے۔ پانی کے لیے محفوظ اور غیر جانبدار مستقبل کے لیے معاشی بڑھواء اور ماحولیاتی تحفظ کے لیے مستقل اقدامات کی ضرورت ہے۔

پانی کا انتظام: حکومت پاکستان پانی کے انتظامی پراجیکٹس بشمول ڈیم اور ذخائر کی تعمیر ملک میں پانی کی کمی اور بہتر آبی وسائل کی فراہمی کے لیے کوشاں ہے۔ پانی کی نگرانی اور پانی کے استعمال کی استعداد بھی بہتر کی جارہی ہے۔ مستقل زرعی اور صنعتی اقدامات کو فروغ دیا جارہا ہے۔

نتیجہ: پاکستان میں پانی کی ضروریات زیرزمین و سطحی آبی وسائل خاص طور پر دریائے سندھ کے پانی سے پوری کی جاتی ہیں۔ اس ملک اور قوم کی بہتری اسکے مستعد انتظام اور بہترین ذرائع پر منحصر ہے۔

پانی کے ذخائر کا کردار اور اثر

ہائیڈروالیکٹرک پاور جنریشن، سیلاب، نظام آبپاشی، دیگر مستقل ذرائع مثلاً ڈیمز، بیراجوں، نہروں اور پانی کے ذخیروں کی بدولت ممکن ہوتا ہے۔ اس کا اثر انسانی سرگرمیوں، آب و ہوا، صنعتوں اور زراعت پر بھی پڑتا ہے۔ آیئے ان عوامل کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں:

ا۔ پن بجلی کی پیداوار

- فوائد: پن بجلی کی پیداوار میں ڈیمز اور پانی کے ذخائر اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ایک خودمختار اور مستقل توانائی کا ذریعہ ہیں۔ ان کی بدولت گرین ہاؤس گیس کے اخراج کو کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اور حیاتیاتی ایندھن کے فروغ میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہائیڈروالیکٹرک کے علاقے کی توانائی کی ضروریات وسیع

پیمانے پر پوری ہوتی ہیں اور مستقل توانائی کی پیداوار کو فروغ ملتا ہے۔

- نقصانات: ڈیموں اور پانی کے ذخیروں کی تعمیر سے ماحول پر منفی اثر پڑتا ہے۔ اس کی بدولت رہائش کے مسائل، پانی کے بہاؤ کے راستوں کی تبدیلی اور آبی ماحولیاتی نظام میں فرق پڑتا ہے۔ بڑے ڈیموں میں ملکی ضروریات کو پورا کرنے کی سکت ہوتی ہے اور معاشرتی اور ثقافتی اثرات پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

۲۔ فلڈ کنٹرول

- مثبت اثرات: ڈیموں اور بیراجوں کی تعمیر سے پانی اور سیلابوں کے بہاؤ کو ان علاقوں میں کنٹرول کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس سے عوامی بھلائی، لوگوں کی املاک کے تحفظ میں بہتری آتی ہے۔ سیلابوں کے اثرات کے انتظامی ڈھانچے فہماوی اور عوامی نقصان سے بھی بچا جا سکتا ہے۔
- منفی اثرات: اکثر نقصان دہ سیلاب پانی کے غیر مناسب وقت پر اخراج، پانی کو بہت عرصے تک روک کر رکھتے یا پھر ڈیموں کی نامناسب مرمت کی وجہ سے آتے ہیں۔

۳۔ نظام آبپاشی

- مثبت اثرات: نہروں اور پانی کے ذخائر زراعت، فصلوں کی آبپاشی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ خصوصاً ان علاقوں میں جہاں بارش کے لیے ترتیب پیٹرن ہوتے ہیں۔ کسانوں کو اس قابل بنایا جائے تاکہ خوراک کا تحفظ اور زرعی آؤٹ پٹ اور دیہی علاقوں کی آمدنی کو بہتر بنایا جا سکے۔
- منفی اثرات: نامناسب آبپاشی کی تکنیکوں پانی کا ضیاع مٹی میں نمکیات کا بڑھ جانا اور ماحولیاتی نقصانات پیدا ہوتے ہیں۔ مہیا پانی کے بہاؤ کو کم کیا جا سکتا ہے۔ ضرورت سے زیادہ آبپاشی کے لیے دریائی پانی کے استعمال سے آبی حیاتیات پر بھی منفی اثر پڑتا ہے۔

۴۔ زراعت

- مثبت اثرات: نظام آبپاشی اور نہروں زرعی آؤٹ پٹ اور مستقل پانی کی فراہمی کو یقینی بناتے ہیں۔ اس کی وجہ سے معاشی ترقی، خوراک کا تحفظ اور دیہی علاقوں کے روزگار بہتر ہوتا ہے۔
- منفی اثرات: نامناسب آبپاشی کے طریقوں سے پانی کا اخراج ضرورت سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ آبی اندوخت میں کمی اور مٹی کا معیار گر جاتا ہے۔ نظام آبپاشی سے پانی کا معیار کم ہو جاتا ہے اور حیاتیات کو نقصان پہنچتا ہے۔ مصنوعی کھادوں اور کیڑے مار ادویات اس میں انتہائی مضر کردار ادا کرتے ہیں۔

۵۔ ماحول

- مثبت اثرات: بہترین تعمیر شدہ ڈیمز اور پانی کے ذخائرپانی کی رواں فراہمی اور ذخیرہ کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اور یہ خشک سالی میں بہترین کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ماحولیاتی نظام اور انسانی ضروریات کے لیے پانی کی بہترین سپلائی میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔
- منفی اثرات: دریاؤں کے بہاؤ کے قدرتی راستوں سے ماحولیاتی نظام میں مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ مچھلیوں کی منتقلی، آبی رہائش گاہوں کا نقصان اس میں شامل ہیں۔ مزید برآں ذخائرڈ پازٹ کی تعمیر میں حصہ ڈال سکتے ہیں جس سے اوور ٹائم انکی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت کو کم کر دیتا ہے۔

٦۔ صنعتیں اور انسانی سرگرمیاں

- مثبت اثرات: پانی صنعتی پیداوار اور انسانی ضروریات کے لیے بہت اہم ہے۔ یہ پینے کی صفائی ستھرائی کے لیے پانی کی مسلسل فراہمی کی ضمانت دے کر معیار زندگی کو بہتر بناتا ہے۔
- منفی اثرات: ڈیموں اور ذخائر کی پیداوار مہنگے ثابت ہو سکتے ہیں۔ بڑے پیمانے پر پانی کے بنیادی ڈھانچے کے منصوبے سماجی اور ماحولیاتی لاگت سے کیے جا سکتے ہیں۔

آخر میں:۔ ڈیم، بیراج، نہریں اور پانی کے ذخائر قیمتی پائیدار حل فراہم کرتے ہیں۔ جن میں آبپاشی کے سیلاب پر قابو پانے اور پن بجلی کی پیداوار شامل ہے جو اقتصادی ترقی اور انسانی بہبود کو سہارا دیتی ہے۔ ان آبی وسائل کو کم کرنے کے لیے ماحولیات کی زراعت اور کمیونٹیز پر منفی اثرات ضروری ہیں۔ فوائد اور نقصانات کو متوازن کرنے کے لیے مستقل اور پائیدار پانی کے انتظام کے طریقے، بہت اہم ہیں۔

مشق

سوال نمبر۱: مندرجہ ذیل سوالات کے چار کثیر الانتخابی جوابات دیئے گئے ہیں،ان میں سے صحیح جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ ایک بالغ انسانی جسم میں پانی کی مقدار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فی صد ہوتی ہے۔

(الف) 60٪ (ب) 70٪ (ج) 80٪ (د) 90٪

۲۔ پاکستان کا سب سے بڑا دریا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(الف) ستلج (ب) چناب (ج) سندھ (د) جہلم

۳۔ دنیا کا سب سے بڑا مٹی سے بنا ہوا ڈیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(الف) حب ڈیم (ب) منگلا ڈیم (ج) دیا میر بھاشا ڈیم (د) تربیلا ڈیم

۴۔ زیرِ زمین پانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صوبے میں آبپاشی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

(الف) پنجاب (ب) سندھ (ج) خیبر پختون خواہ (د) بلوچستان

۵۔ پاکستان میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں نسبتاً کم بارش ہوتی ہے۔

(الف) گرمی (ب) سردی (ج) بہار (د) خزاں

۶۔ پاکستان میں ایک بڑی تعداد میں لوگوں کا ذریعہ معاش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(الف) زراعت (ب) سرکاری نوکری (ج) صنعت (د) ادویات سازی

۷۔ پاکستان میں زیرِ زمین پانی کے وسیع ذخائر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں ہیں۔

(الف) بلوچستان مرتفع اندوخت (ب) سندھ طاس اندوخت (ج) پنجاب اندوخت (د) بحیرہ عرب

۸۔ آبپاشی کا سب سے بڑا مقصد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کے لیے پانی کی فراہمی ہے۔

(الف) زراعتی مقاصد (ب) صنعتی مقاصد (ج) کپڑے کے مقاصد (د) صفائی کے مقاصد

۹۔ سمندری پانی سے نمک الگ کرنے کے عمل کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہتے ہیں۔

(الف) بارش (ب) گاڑھا کرنا (ج) صاف کرنا (د) نمکین کرنا

۱۰۔ پانی کے موثر استعمال والی فصلوں کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی ضرورت ہوتی ہے۔

(الف) تھوڑا پانی (ب) بالکل بھی نہیں (ج) زیادہ پانی (د) کم پانی

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ پانی کے ذخائر کے پانچ مثبت اثرات پانی کے مسائل کے حل کے حوالے سے بیان کریں۔

۲۔ آبپاشی سے کیا مراد ہے؟

۳۔ سیلابوں کو کنٹرول کرنے کے حوالے سے ڈیموں کا کردار بیان کریں۔

۴۔ مندرجہ ذیل کی وضاحت کریں۔

الف۔ تھور ب۔ سیم

۵۔ پاکستان کے وسیع ترین نظام آبپاشی کے پانچ فوائد بیان کریں۔

۶۔ پانی کے بہاؤ پر موسمیاتی تغیر کس طرح اثرانداز ہوتا ہے؟

۷۔ پانی کے ضیاع سے بچنے کے لیے پانچ موثر اقدامات بیان کریں۔

سوال نمبر ۳: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

۱۔ پاکستان کے زیرِ زمین اور سطحی آبی ذخائر پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔

۲۔ پاکستان کے نظام آبپاشی کی خوبیاں بیان کریں۔

۳۔ مختلف قسم کے پانی کے ذخائر کی پانی کے مسائل کے حل کے حوالے سے اہمیت بیان کریں۔

۴۔ آبی آلودگی، پانی کی کمی اور پانی کے ضیاع سے متعلق پائیدار حل کی تجاویز پیش کریں۔

موازنہ و مقابلہ
دریائے سندھ اور زیرِ زمین پانی کے ذخائر کا مہیا اور تقسیم ہونے کے لحاظ سے موازنہ کریں۔

سرگرمی
کلاس کے گروپ کا تعلیمی دورے کا اہتمام کریں اور کسی قریبی ڈیم کے فوائد اور نقصانات دریافت کریں۔

لغت

فروانی:	بہت زیادہ ہونا، امیر، فیاض، بے تحاشہ
معاون ندی:	شاخ، فیڈر
آب اندوخت:	نفوذپذیر چٹانوں کی تہہ جس میں پانی ہوتا ہے۔
نمک زُبائی کرنا:	سمندری پانی سے نمک الگ کرنے کا عمل۔
بے ترتیب:	غیر متوقع، متضاد
ترمیم شدہ:	تبدیلی، نظر ثانی شدہ، مختلف

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ کو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔

سبق

07

حصہ سوم

پاکستان کے وسائل اور اقتصادی ترقی

آبادی کا ڈھانچہ اور نمو

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- پاکستان میں ہونے والی آبادیاتی تبدیلیوں کا تجزیہ کرنا۔ خاص طور پر آبادی میں اضافے، کثافت اور ساخت کے لحاظ سے (ڈیموگرافک ٹرانزیشن، ماڈل اور آبادی کے اہرام کا استعمال کرتے ہوئے) شماریاتی رجحانات میں خلل ڈالنے اور مختلف سماجی مذہبی، تعلیمی، معاشی اور سیاسی عوامل پر غور کرنا جو آبادی میں پائیداری کا باعث ہیں۔
- شہری اور موسمی ہجرت کے کارآمد عوامل اور آبادی کی تقسیم پر ان کے اثر و رسوخ کا تجزیہ کرنا جبکہ ان کے نتیجے میں جغرافیائی اور سماجی اقتصادی رکاوٹوں کو تسلیم کر سکیں۔
- پاکستان میں نوجوانوں اور منحصر آبادی کے مسائل اور انسانی وسائل کی پائیدار ترقی کے اقدامات کی نشاندہی کرتے ہوئے اس مسئلے کو حل کرنے میں حکومت / این جی اوز کے کردار کا جائزہ لیں۔

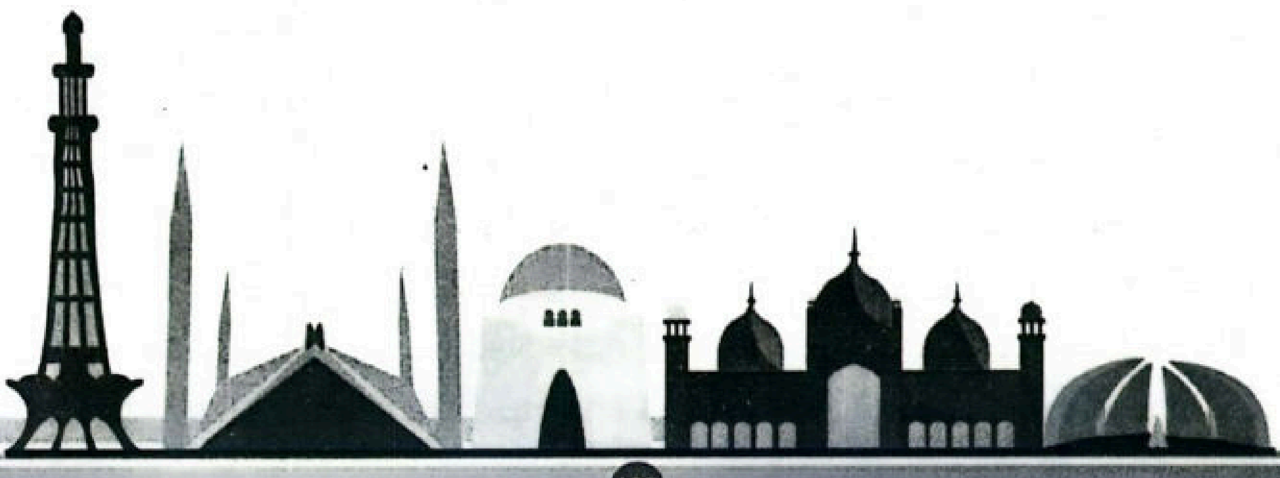

آبادی کی کثافت

آبادی کی کثافت کسی علاقے کی فی مربع کلومیٹر یونٹ رہنے والے لوگوں کی تعداد ہے۔ آبادی کی کثافت کا حساب لگانے کے لیے استعمال ہونے والا فارمولا کل (ملک کی آبادی) / (کل رقبہ ملک) = کثافت پاکستان اپنی آبادی کے لحاظ سے بالترتیب چین، بھارت، امریکہ اور انڈونیشیا کے بعد دنیا کا پانچواں بڑا ملک ہے۔ 1947 میں مغربی پاکستان کی آبادی 32.7 ملین تھا جو 2017 کی مردم شماری میں 260.88 / مربع کلومیٹر (پاکستان بیورو آف سٹیٹسٹکس) کی کثافت کے ساتھ بڑھ کر 207.68 ملین ہو گیا۔ 2023 کی مردم شماری میں آبادی 2023 میں بڑھ کر 241.49 ملین ہو گئی ہے جس کی کثافت آبادی 302.08 / مربع کلومیٹر ہے۔

سال 2017 اور 2023 کی مردم شماری کے اشارے۔

ٹیبل ا۔ آبادی کے اشارے

2023	2017	
241.49	207.68	آبادی (ملین میں)
61.18	64	دیہی آبادی کی فی صد
38.82	36	شہری آبادی کی فی صد
50.4	51.2	مردانہ آبادی کی فی صد۔
49.6	48.8	خواتین کی آبادی کی فی صد
302.08	260.88	آبادی کی کثافت / مربع کلومیٹر
2.55	2.40	آبادی کے بڑھنے کی شرح
67.79 سال	66.82 سال	حد عمر

(ذریعہ: پاکستان بیورو آف اسٹیٹکس pbs.gov.pk)

آبادی کی اعلیٰ کثافت کی وجوہات

کثافت میں اضافہ نہ صرف شرح پیدائش یا کم شرح اموات کی وجہ سے ہے بلکہ لوگوں کی متوقع عمر میں اضافے کی وجہ سے بھی ہے۔ یہ بڑھتا ہوا رجحان بہتر حفظان صحت، بہتر صحت کی دیکھ بھال اور بہتر طرز زندگی کے بارے میں آگاہی کی وجہ سے ہے۔ متوقع عمر کا مطلب ہے کسی خاص مدت کے لیے کسی ملک کے فرد کی متوقع اوسط عمر۔ سال 2017 میں پاکستان کی متوقع 66.82 سال تھی۔ جو 2023 میں بڑھ کر 67.79 سال ہو گئی۔

کسی ملک کی کثافت کا براہ راست تعلق آبادی میں اضافے سے ہے۔ قدرتی عوامل اس مسئلے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر شمال میں بلند پہاڑ، پانی کی کمی اور ناہموار علاقہ بنیادی وسائل کی کمی کی وجہ سے بلوچستان اور سندھ کی صحرائی علاقوں میں آبادی کی کثافت کم ہے۔ لوگ روزگار کے لیے زراعت پر عمل کرتے ہیں یا خانہ بدوش چرواہے، بڑے خاندان رکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ جس سے ان علاقوں کی آبادی کی کثافت بڑھ جاتی ہے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔

لوگ زیادہ تر چھوٹے خاندانوں کے فوائد کو نظر انداز کرتے ہیں۔ وہ آبادی کے ساتھ ساتھ ملک کی آبادی کی کثافت میں اضافہ کرتے ہوئے اپنے روایتی طرز زندگی کی پیروی کرتے ہیں۔

آبادی میں اضافے کی درجہ بندی۔

آبادی کی شرح نمو کا تعین شرح پیدائش، شرح اموات اور کسی ملک کے لوگوں کی ایک مخصوص مدت کے لیے ہجرت سے ہوتا ہے۔

ا۔ ڈیمو گراف (آبادیاتی منتقلی)

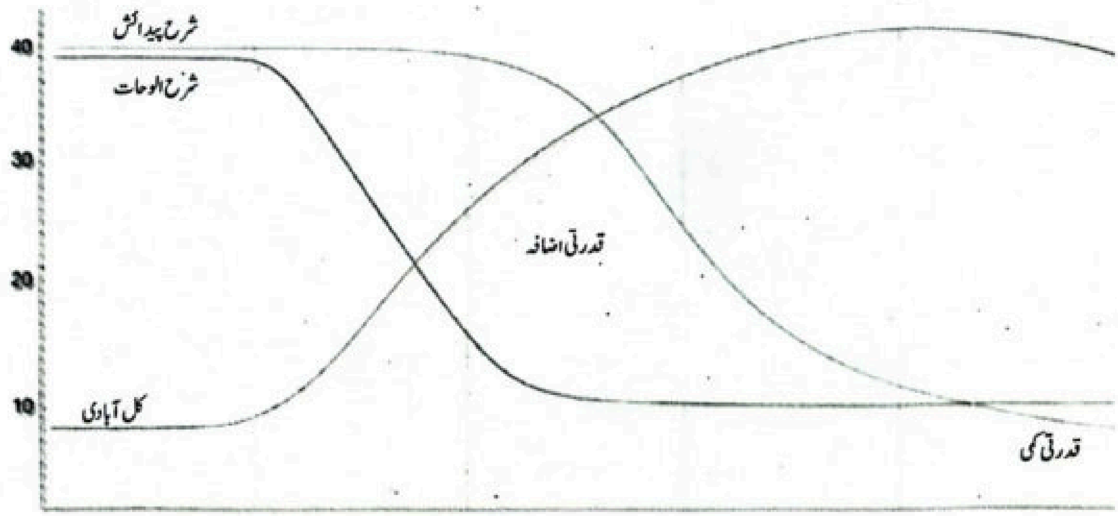

	Stage 1	Stage 2	Stage 3	Stage 4	Stage 5
شرح پیدائش	بلند	بلند	گرتی ہوئی	کم	بہت کم
شرح الوحات	بلند	تیزی سے گرنا	کم رفتار سے گرنا	کم	کم
Natural increase	Stable or slow increase	Very rapid increase	Increase slows down	Stable or slow increase	Stable or slow decrease

ڈیموگرافک آبادیاتی منتقلی کا نظریہ بتاتا ہے کہ آبادی ایک متوقع 5 مرحلے کے ماڈل کے ساتھ بڑھتی ہے۔

مرحلہ نمبر ا: پری صنعتی معاشرہ: شرح پیدائش اور شرح اموات دونوں زیادہ ہیں اور تقریباً توازن میں ہیں اور آبادی میں اضافہ سست روی کا شکار ہے۔ کھیتی باڑی بنیادی پیشہ ہے۔ زیادہ شرح پیدائش زراعت میں بہت سے بچوں کی ضروریات کی وجہ سے ہے۔ زیادہ اموات کی شرح ناقص طبی سہولیات، صفائی ستھرائی اور خوراک کا نتیجہ ہے۔

مرحلہ نمبر ۲: پیدائش کی شرح اب بھی زیادہ ہے لیکن بہتر طبی سہولیات، صفائی ستھرائی اور خوراک کی وجہ سے شرح اموات کم ہو جاتی ہے۔

مرحلہ نمبر ۳: معاشی، خوراک، صحت اور صفائی ستھرائی میں بہتری آجانے کی وجہ سے شرح اموات میں کمی واقع ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی، خواتین کی تعلیم، گورنمنٹ اور این جی اوز کے منصوبوں جیسے چھوٹے خاندان، بہتر تعلیم، دیر سے شادی کرنا اور اعلیٰ معیار زندگی کے حصول کی کوشش میں شرح پیدائش کم ہو رہی ہے۔

مرحلہ نمبر ۴: جہاں موت اور پیدائش دونوں بتدریج کم ہیں وہ ملک ایک مثالی جگہ ہے۔ مثال کے طور پر ارجنٹائن، آسٹریلیا، چین، برازیل زیادہ تر یورپ اور امریکہ۔

مرحلہ نمبر ۵: دونوں شرحیں نسبتاً کم ہیں اور شرح اموات شرح پیدائش سے زیادہ ہے۔ لیکن کل آبادی اب بھی زیادہ ہے اور متوقع عمر سے زیادہ ہونے کی وجہ سے کمی دکھائی نہیں دے رہی ہے۔

۲۔ آبادی کا اہرام

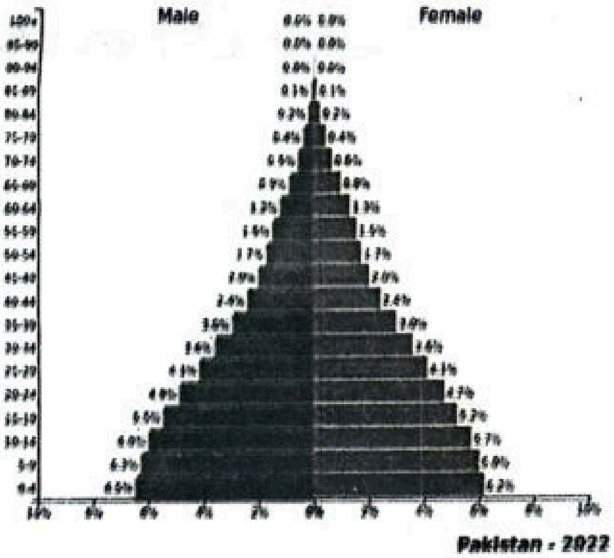

آبادی کا ڈھانچہ مرد اور خواتین اور مختلف عمر کے گروپوں کا فیصد ہے جو آبادی کے اہرام کے ذریعے دکھایا گیا ہے۔

جیسا کہ اعداد و شمار میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ شرح پیدائش کی شرح اموات، مرد اور خواتین کی آبادی کے مختلف عمر کے گروپوں اور نقل مکانی کی نمائندگی کرتا ہے۔ ابتدائی سالوں سے 10 سال تک منحصر آبادی، 14 سال سے 60 سال تک کے فعال گروپوں کو لیبر فورس بھی کہا جاتا ہے۔ 60 سال سے زائد عمر کے گروپ کو متحرک گروپ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

آبادی کے رجحانات کی آبادی کے اہرام کے ذریعے عکاسی

۱۴ سال سے کم: پاکستان کی آبادی کی شرح پیدائش 1998 میں 2.6 فی صد کم ہو کر 2017 میں 2.4 فی صد رہ گئی تھی جو کہ ابتدائی گروپ میں انحصار کے کم تناسب کو ظاہر کرتا ہے۔

14-60 سال فعال لیبر فورس کا ایک بڑا گروپ ہے۔ حکومت ملک کی ترقی کے لیے اپنے مثبت کام کے منصوبے کو آسان کرنے کے لیے منصوبہ بندی کر سکتی ہے۔ بہتر تکنیکی تعلیم کو پرائمری، ثانوی اور تیسرے درجے کی سرگرمیوں کے درمیان تناسب کو بہتر بنانے کے لیے ڈیزائن کیا جا سکتا ہے۔ سال 2017 کے مطابق 18-44 فی صد لوگ پرائمری شعبہ میں تھے۔ زراعت، ماہی گیری اور کان کنی میں ملازم تھے۔ ثانوی شعبوں میں 25 فی صد ملازم تھے۔ جن میں صنعت اور مشین سے بنی ہوئی معیاری مصنوعات جن میں ملکی اور غیر ملکی منڈیاں مثال کے طور پر، ٹیکسٹائل، سیمنٹ، چینی اور بہت کچھ تیسرے درجے کے شعبے میں 37 فی صد بشمول خدمات جیسے بینکنگ، انشورنس، صحت کی دیکھ بھال اور تدریس وغیرہ بھی شامل ہیں۔

60 سال سے زیادہ صحت کی دیکھ بھال کے لیے بہتر خوراک اور صحت مند طرز زندگی کے مطالبہ کرتے ہوئے اضافہ ہو رہا ہے۔

حکومت اور این جی اوز قابل اور اہل نوجوانوں اور بوڑھے لوگوں کے لیے رضاکارانہ طور پر منصوبہ بندی کر سکتے ہیں۔ اور انکی مشاورت کر سکتے ہیں۔ سیاسی استحکام کے بغیر مختلف منصوبوں کی کوئی ترقی نہیں ہو سکتی اس لیے ملک میں روزگار کے مواقع میں کمی، بے روزگاری اور نقل مکانی میں اضافہ ہوتا ہے۔

آبادی میں اضافے کی وجوہات

پاکستان ایک زرعی ملک ہے جو زیادہ تر کھیتی باڑی کے طریقوں پر عمل پیرا ہے۔ لوگ کرائے کی مزدوری پر توجہ دینے کے بجائے کھیتوں میں کام کرنے کے لیے بڑے خاندان رکھنا پسند کرتے ہیں۔ وہ بڑے خاندانوں کے مسائل سے واقف نہیں ہیں۔ وہ قدیم طرزِ زندگی کی وجہ سے کم عمری کی شادیوں پر یقین رکھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانی ضروریات کو پورا کرنے کا وعدہ کیا ہے اور وہ یہ بھی مانتا ہے کہ دو ہاتھ آسانی سے ایک بھوکے انسان کو کھانا کھلانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ وہ خاندانی منصوبہ بندی کے نظام کی ضرورت پر یقین نہیں رکھتے۔

لوگ مزید بیٹوں کی پیدائش چاہتے ہیں کیونکہ وہ انہیں معاشی مدد سمجھتے ہیں۔ بہت سے لوگ غربت کی وجہ سے اپنے بچوں کو اسکول نہیں بھیجتے۔

خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام لوگوں کو چھوٹے خاندان رکھنے کی ترغیب دینے کے لیے کافی قائل نہیں ہیں۔ ان فلاحی پروگراموں میں بار بار تبدیلیوں کی وجہ سے بھی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔

حکومتی پالیسیاں: بہتر طبی سہولیات اور بہتر حفظانِ صحت کی وجہ سے اموات کی شرح کم ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ ملک میں آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔

پاکستان کی معیشت اور ترقی پر آبادی میں اضافے کے اثرات

پاکستان کی معیشت اور ترقی پر آبادی میں اضافے کے اثرات خوراک کے پانی کی کمی اور عوام کی بنیادی ضروریات ہیں۔ ملک عوام کی ضرورت کے مطابق مہارت پر مبنی معیاری تعلیم اور صحت کی سہولیات فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔ ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ملک کو اپنی درآمد میں اضافہ کرنا ہوگا۔ لوگ بہت سے اہم ترقیاتی منصوبے تاخیر کا شکار ہیں۔ جس کی وجہ سے معاشی ترقی سست ہو رہی ہے۔ آبادی میں اضافہ بھی بے روزگاری اور چائلڈ لیبر میں اضافے کا سبب بن رہا ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی ملک میں افراطِ زر کو بھی متاثر کرتی ہے۔ کیونکہ ایک بڑی آبادی کی بڑھتی ہوئی مانگ دستیاب وسائل پر دباؤ ڈالتی ہے۔ اس طرح قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔

ہجرت

ہجرت بڑے پیمانے پر لوگوں کی ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں اکثر نقل و حرکت ہے۔ پاکستان میں دیہی، شہری آبادی بڑھ رہی ہے۔ لوگ عام طور پر گاؤں سے شہروں کی طرف جاتے ہیں۔ یہ وسائل اور طرزِ زندگی کے فرق کی وجہ سے آزادی کے بعد نقل مکانی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ شہروں میں بنیادی ڈھانچے، تعلیم، صحت، صفائی و ستھرائی رہائش اور سہولیات بہتر ہیں۔ تفریح اور بہتر معاوضہ ادا کرنے والی نوکریاں، ان سہولیات کو pull عوام کے نام سے جانا جاتا ہے جو لوگوں کو شہروں میں جانے پر مجبور کرنے کے لیے مقناطیس کی طرح کام کرتے ہیں۔

دوسری طرف دیہی علاقوں کے محدود وسائل لوگوں کو اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور کرتے ہیں یا دھکیل دیتے ہیں۔ دیہی علاقوں کے لوگوں کے خاندان اس حد تک بڑے ہیں کہ زمین ان کی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ حد سے زیادہ چرائی اور خشک سالی اس زمین کو غیر پیداواری بنا دیتی ہے۔ جس پر وہ خوراک کے لیے انحصار کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ شہری علاقوں میں اپنی ضروریات پوری کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ مزید برآں، انکے پاس جدید ترین ٹیکنالوجی تک رسائی نہیں ہے اور ہمارا انحصار قدیم آلات اور طریقوں پر ہے جس کی وجہ سے فصلوں کی فی ایکڑ پیداوار کم ہے۔

دیئے گئے ٹیبل میں شہری آبادی میں ہونے والی تبدیلیاں فی صد کے حساب سے دی گئی ہیں۔

سال	آبادی (ملین میں)	شہری (فی صد حصّہ)
1981	84.25	28.30
1998	132.35	32.52
2017	207.69	36.44
2023	241.49	38.82

1۔ موسمی ہجرت: پاکستان میں (شمال میں بلند پہاڑ ہیں، سردیوں میں حالات زندگی لوگوں کے لیے وہاں رہنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے مویشیوں کے ساتھ ان سرد علاقوں میں آس پاس کے نشیبی علاقوں میں چلے جاتے ہیں۔ اس قسم کے موسمی ہجرت کو Transhumance کہا جاتا ہے۔

۲۔ خانہ بدوش: خانہ بدوش لوگ اپنے مویشیوں کے ساتھ خوراک اور پانی کی تلاش میں ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں چلے جاتے ہیں۔ اس قسم کی نقل و حرکت کو خانہ بدوش یا ہزارہ مویشیوں کو کھیتی کا نام دیا جاتا ہے۔ جو پنجاب، بلوچستان اور سندھ کے خشک علاقوں جیسے تھل، خاران اور چولستان کے صحرا میں عام ہے۔

وہ زیادہ تر بھیڑیں، بکریاں، اونٹ اور گدھے رکھتے ہیں۔ یہ ان کی خوراک اور آمدنی کا ذریعہ ہیں۔ وہ گوشت اور دودھ فروخت کرتے ہیں۔ یہاں گدھے اور اونٹ نقل و حمل کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

۳۔ کٹائی کے موسم کے لیے لوگوں کی نقل مکانی: وہ لوگ جو دیہی علاقوں سے شہری علاقوں میں چھوٹی اور کم تنخواہ والی ملازمتوں کے لیے منتقل ہوئے ہیں وہ فصلوں کی کٹائی، نقل و حمل اور ذخیرہ کرنے میں مدد کے لیے اپنے گاؤں واپس چلے جاتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی ضروریات کے لیے فصلوں کا حصہ بھی لے سکتے ہیں اور اضافی آمدنی بھی کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر لوگ کپاس چننے اور گنے کو فیکٹریوں تک پہنچانے میں مدد کرتے ہیں۔

شہر کاری (شہری ہونے کا عمل)

شہر کاری کا مطلب ہے شہری زندگی۔ یہ وہ علاقے ہیں جہاں بڑی آبادی اور آبادی کی کثافت ہے۔ یہ نظام زیادہ تر غیر زرعی یا غیر بنیادی سرگرمیوں پر مبنی ہے۔ لوگوں کا بنیادی پیشہ مختلف ثانوی صنعتوں اور مختلف قسم کے تیسرے درجے کے اداروں میں ہے۔ خدمات، تجارت سمیت صنعتیں، خدمات زیادہ تر معاوضے والی ملازمتیں فراہم کرتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں آبادی کا مجموعہ اور اعلیٰ 'معیار زندگی ہوتا ہے۔

شہر کاری کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل

شہر کاری زیادہ سے زیادہ لوگوں کو شہروں کی طرف راغب کرتی ہے۔ کیونکہ وہ زندگی کو بہتر معیار فراہم کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے مختلف معاشی، سماجی اور سیاسی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ یہ مسائل درج ذیل ہیں:

۱۔ رہائش کا فقدان: نقل مکانی کرنے والے لوگ معیاری گھر حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ حالات زندگی میں بہت کمی ہے۔ وہ کچی آبادیوں میں رہتے ہیں۔ جن کا معیار زندگی خراب ہے۔ پینے کے صاف پانی کی کمی، بجلی اور قدرتی گیس کی وجہ سے کئی خطرات پیدا ہوتے ہیں۔

۲۔ ماحولیاتی مسائل: بے مثال بڑھتی ہوئی شہری آبادی کو پورا کرنے کے لیے صفائی کی سہولیات کافی نہیں ہیں۔ یہ غیر علاج شدہ گھریلو اور صنعتی فضلہ کی طرف جاتا ہے۔ جو پانی اور زمینی آلودگی کا سبب بنتا ہے۔ صحت کے خطرات کے نتیجے میں (ملیریا، ڈینگی، ٹائیفائیڈ وغیرہ) بڑی تعداد میں گاڑیاں فضائی آلودگی کا باعث بنتی ہیں۔ کیونکہ وہ دھواں چھوڑتی ہیں اور کاربن کے اخراج میں اضافہ کرتی ہیں۔ مزید برآں، اس سے ٹریفک جام پیدا ہوتا ہے اور بہت سے ڈرائیور ٹریفک قوانین پر عمل نہیں کرتے۔ جس کے نتیجے میں اکثر حادثات ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر بڑے شہروں کے ارد گرد صنعتی اسٹیٹس بہت گھنے فضائی آلودگی میں حصہ ڈالتے ہیں۔ لاہور میں شدید اسموگ ہوتی ہے۔

۳۔ وسائل کی کمی: دیہی علاقوں سے ہجرت کرنے والے لوگ زیادہ تر شہری مضافات میں غیر منصوبہ بند مکانات میں آباد ہوتے ہیں۔ تعلیم، صحت، ٹرانسپورٹ اور بجلی کی بنیادی سہولیات کی بہت کمی ہے جو شہری کی اہم زندگی کو بھی متاثر کرتی ہے۔ یہ بے روزگاری کا بھی باعث بنتی ہے۔

۴۔ جرائم کی شرح میں اضافہ: جرائم کی شرح میں اضافہ بے روزگاری کے ساتھ ساتھ مختلف علاقوں کے لوگوں کے طرزِ زندگی اور ثقافت کی بنیاد پر ان کے باہمی اختلاط کی وجہ سے بڑھتا ہے۔ شہری اور دیہی علاقوں کے رہائشیوں کے درمیان واضح اقتصادی فرق ان لوگوں میں عظیم اقتصادی فرق کا باعث بنتا ہے۔

شہر کاری کے مسائل کا حل

بہتر سڑکیں اور ہیڈ پل اور ترقی یافتہ ٹرانسپورٹ کے نظام کی ضرورت ہے۔ علاقوں کے درمیان فاصلے کو کم کرنے کے لیے انڈر پاس، میٹرو بس سروس اور بج اور گرین لائن اور شہری مراکز کے لیے ریڈ بس ٹرانسپورٹ سسٹم پبلک ٹرانسپورٹ فراہم کرنے کے لیے موجود ہیں۔ تاہم بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ان سہولیات کو مزید وسعت دینے کی ضرورت ہے۔ اس طرح ٹرانسپورٹ کا نظام سستا اور ٹریفک جام کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔

بجلی گیس اور پانی کے تحفظ کو محسوس کرنے کے لیے آگاہی دی جانی چاہیے۔ ان وسائل کی پائیداری اور اہمیت کو برقرار رکھنے کے لیے:

دیہی: شہری نقل مکانی کو معیاری تعلیم، بجلی، پینے کا صاف پانی فراہم کر کے کنٹرول کیا جانا چاہیے اور لوگوں کو دیہی علاقوں میں چھوٹے پیمانے پر مزید صنعتیں تیار کرنے کی ترغیب دینا چاہیے۔

مختلف آمدنی والے گروپوں کے لوگوں کے لیے بہتر سہولیات کے ساتھ نجی اور سرکاری شعبے کی جانب سے مزید ہاؤسنگ اسکیموں کی منصوبہ بندی کی جاسکتی ہے۔ حکومت کو عوامی ضروریات کے تحت ہاؤسنگ اسکیمیں بھی متعارف کرانی چاہئیں۔

آب و ہوا، ٹپوگرافی اور زراعت کے مطابق آبادی کی تقسیم

پاکستان کے شمال میں بلند پہاڑ ہیں۔ ان علاقوں میں درجہ حرارت نقطہ انجماد سے نیچے رہتا ہے۔ سال کے بیشتر حصے میں برف باری ہوتی ہے اور بار بار لینڈ سلائیڈز ہوتی ہیں۔ جس کی وجہ سے آبادی کم ہوتی ہے۔ اس طرح کے علاقوں کی مثالیں قراقرم، ہمالیہ اور ہندوکش پہاڑوں کے ساتھ ساتھ ان کی بیشتر وادیاں

ہیں۔لوگ ترقیاتی کام نہ ہونے کی وجہ سے گرم علاقوں میں چلے جاتے ہیں۔ کے پی کے، بلوچستان، کوہاٹ، بنوں، وزیرستان میں بھی ناہموار علاقے کم بارش، ناقص ٹرانسپورٹ روابط اور صنعتی ترقی کی کمی کی وجہ سے آبادی کی کثافت کم ہے۔

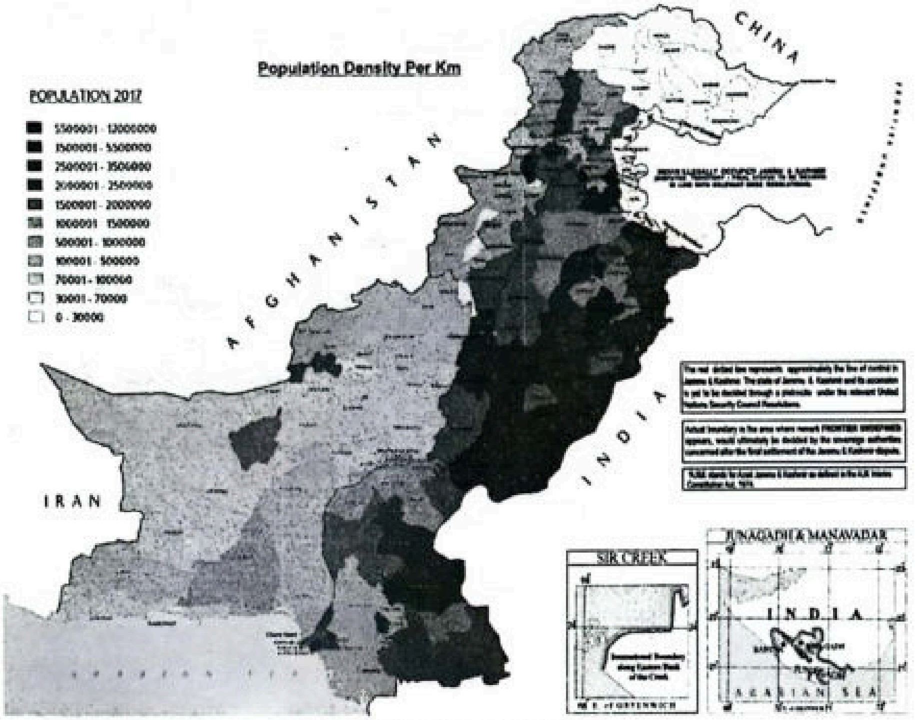

Population Density Map

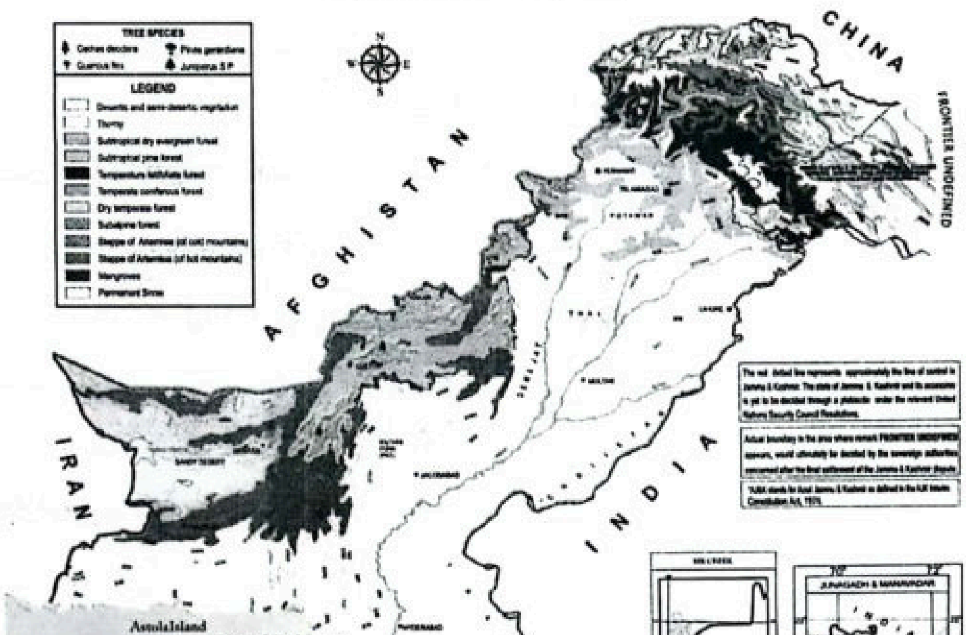

Relief map

اس کے برعکس پنجاب اور سندھ کے صوبوں میں ہموار اور زرخیز زمین کی وجہ سے آبادی کی کثافت کم ہے۔ زرخیز زمین، معتدل بارش، دریائے سندھ اور اس کے معاون ندیوں، جھیلوں اور نہروں سے قابل اعتماد پانی، انسانی وسائل نے شہروں کی شہر کاری اور توسیع میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ کراچی (سندھ) آبادی کی کثافت 1500 افراد/ مربع کلومیٹر (پنجاب) کے ساتھ ہے۔ شہروں میں بہتر نقل و حمل بجلی کے وسائل، ہاؤسنگ اسکیمیں، تعلیم، صحت اور تفریحی سہولیات شامل ہیں۔ ان تمام فطری اور انسانی عوامل نے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو بہتر معاوضہ دینے والی ملازمتوں کی تلاش میں ان بڑے شہروں کی طرف راغب کیا گیا ہے۔

اوپر دیئے گئے نقشہ جات سے ملک کی طبعی خصوصیات کا ملکی کثافت پر اثر انداز ہونے کے حوالے سے تقابلی جائزہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔

آبادی کی تقسیم اور طبعی، اقتصادی، سماجی اور سیاسی عوامل

طبعی اور اقتصادی عوامل

ملک کی ریلیف خصوصیات کا آبادی کی تقسیم پر بہت اثر ہے۔ مخصوص علاقوں کے قدرتی وسائل کے مطابق، حکومت اور این جی اوز نے مختلف پراجیکٹ قائم کیے جو مختلف ملازمتوں کی فراہمی کے ذریعے اپنے معیار زندگی کو بہتر بنانے میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، شمالی پہاڑوں میں سیاحت کی صنعت زیادہ ترغیر ملکی اور ملکی حوصلہ افزائی کے لیے تیار کی گئی ہیں۔

سیاح ان علاقوں کو ان کی قدرتی خوبصورتی اور موسم کی کشش کے لیے دیکھیں گے۔ بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کو حکومت اور نجی شعبے کی طرف سے اچھے معیار کی سڑکوں، رہائش کی سہولیات اور ٹرانسپورٹ کے ساتھ تیار کیا گیا ہے۔ مزید برآں، مقامی لوگوں کو ٹورسٹ گائیڈز اور دیگر خدمات کے طور پر ملازمتیں بھی ملتی ہیں۔ حکومت کا محکمہ سیاحت اس علاقے کو منظم کرنے کا ذمہ دار ہے۔

سیاحوں کی ضروریات، دستکاری اور چھوٹے پیمانے کی صنعتیں مختلف قسم کی مقامی دستکاری فراہم کرتی ہیں جن کی مانگ بہت زیادہ ہوتی ہے اور لوگوں کی کمائی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ ان علاقوں میں نقل مکانی کی وجہ بنیادی سہولیات میں کمی پیدا ہو رہی ہے۔

بلوچستان میں گوادر کی بندرگاہ پاکستان کی تیسری بڑی بین الاقوامی بندرگارہ بن گئی ہے اور مختلف قسم کی ملازمتوں کے لیے بڑی تعداد میں لوگوں کو علاقے کی طرف راغب کر رہی ہے۔ بلوچستان سطح مرتفع بھی زرخیز ہے۔ سونا، تانبا، کوئلہ اور دیگر معدنیات کی اقسام، سندک، سونے اور تانبے کا منصوبہ بھی بڑی تعداد میں لوگوں کو بلوچستان کے شمال مغرب کی طرف راغب کر رہا ہے۔ اس بات کا امکان ہے کہ بلوچستان کی آبادی بہتر معاشی معیار کے ساتھ مستقبل میں زیادہ رفتار سے بڑھ سکتی ہے۔

سندھ میں تھر کول پروجیکٹ کو ملک میں تھرمل پاور بڑھانے کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ یہ مقامی لوگوں کے لیے مختلف قسم کی ملازمتوں کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ جس کی بہتر سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ جیسے علاقے میں بنیادی ڈھانچے اور رہائش:۔

اسی طرح لوگوں کی ضروریات کے مطابق ملک میں مختلف منصوبوں کی ترقی کے لیے جسمانی سہولیات کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس سے ملک کی تقسیم اور کثافت کے مسائل خود بخود حل ہونگے اور معاشی ترقی میں بہتری آئے گی اور مستقبل کے وسائل زیادہ پائیدار رہوں گے۔

سماجی عوامل: معاشی ترقی کی وجہ سے عوام کی سماجی ضروریات بھی بڑھیں گی۔ انہیں بہتر تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، پینے کے صاف پانی، بہتر رہائش اور تفریحی مواقع، معاشی ترقی اور بہتر معیارِ زندگی کے عوامل میسر آئیں گے۔

سیاسی عوامل: ایک مستحکم حکومت لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ ملک کے مستقبل کی پیشرفت فراہم کرنے کے لیے منصوبہ بندی اور سلامتی کو نافذ کرتا ہے۔ مختلف ترقیاتی پراجیکٹ وقت پر مکمل ہوں گے جس سے لوگوں کے مسائل میں بہتری آئے گی۔

مستحکم آبادی میں اضافہ: مستحکم آبادی کا مطلب ہے کسی ملک کی آبادی کا حجم جسے ہر وقت اسکے معاشی وسائل سے آسانی سے سہارا دیا جاسکتا ہے۔ یہ وسائل اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب وسائل میں ترقی آبادی میں اضافے کے متناسب ہو۔ پاکستان کی آبادی اس کی اقتصادی ترقیاتی ترقی کے مقابلے میں زیادہ شرح سے بڑھ رہی ہے۔ بہت سے ترقیاتی منصوبے اس کی آبادی کے طلب کو پورا نہیں کر رہے ہیں۔ خوراک کے وسائل، زمین، توانائی کے ذخائر، نظام آمدورفت، تعلیم اور حفظانِ صحت کے منصوبوں پر بوجھ پیدا ہوتا ہے۔

پاکستان ایک زرعی ملک ہے جس کی زیادہ تر آبادی دیہی علاقوں میں رہتی ہے جو کھیتی باڑی کے شعبے سے منسلک ہے مگر وہ بڑھتی ہوئی ملکی ضروریات کو پورا نہیں کر پا رہی ہے۔ اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے حکومت کو کسانوں کی زراعتی میکانائزیشن یا نقد فصل کاشت کاری کے لیے حوصلہ افزائی کرنی چاہیے تاکہ فی ایکڑ فصلوں کی پیداوار میں اضافہ ہو۔ زراعت کے تحت مزید علاقوں کی کاشت کے لیے پانی کا قابلِ اعتماد ذریعہ فراہم کرنے کے لیے آبپاشی کے نظام کو بہتر بنانا چاہیے۔

حکومت کو لازمی اور مفت پرائمری تعلیم متعارف کروا کر خواندگی کا تناسب بھی بڑھانا چاہیے۔ بین الاقوامی معیار کے مطابق زیادہ تکنیکی اور مہارت پر مبنی ادارے معیاری تعلیم فراہم کرنے کے لیے قائم کیے جاسکتے ہیں۔ ثانوی اور تیسرے درجے کی سرگرمیوں کے تناسب کو بڑھانے کے لیے ملک کو زیادہ ہنرمند لیبر فورس کی ضرورت ہے۔ حکومت کو مزید بین الاقوامی منڈیوں کو تلاش کر کے لوگوں کو برآمدات بڑھانے کی ترغیب دینی چاہیے۔ پوری دنیا میں آبادی بڑھ رہی ہے اور اس بڑھتی ہوئی آبادی کی طلب کو پورا کرنے کے لیے بہت سے ترقی یافتہ ممالک نے اشیاء کی بڑے پیمانے پر پیداوار شروع کر دی ہے۔ پاکستان کو اپنی معیشت کو بہتر بنانے اور خود کفیل بننے کے لیے اسکی پیروی کرنی چاہیے۔ ملک کی آبادی میں اضافہ اس کی ترقی کے لیے ایک سنگین مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ حکومت کو غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے کہ وہ ملک کی معاشی اور سماجی ترقی کے لیے مزید تعاون کریں۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے بیش بہا انسانی اور قدرتی وسائل سے نوازا ہے۔ اگر معاشی اور معاشرتی مسائل کا مناسب حل تلاش کر لیا جائے تو قوم اپنی بہت سی مشکلات اور مسائل پر قابو پا سکتی ہے۔

مشق

سوال نمبر ا: مندرجہ ذیل سوالات کے چار کثیر الانتخابی جوابات دیے گئے ہیں، ان میں سے صحیح جواب کا انتخاب کریں۔

ا۔ پاکستان کی 2017 کی مردم شماری کے مطابق، پاکستان کی آبادی کی کثافت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

(الف) 287.93 افراد/ فی مربع کلومیٹر　　(ب) 250.5 افراد/ فی مربع کلومیٹر

(ج) 260.88 افراد/ فی کلومیٹر　　(د) 270.4 افراد/ فی کلومیٹر

۲۔ پاکستان کی 217 کی مردم شماری کے مطابق، پاکستان کی شہری آبادی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تھی۔

(الف) 84.69 ملین　(ب) 75.67 ملین　(ج) 64.4 ملین　(د) 90.00 ملین

۳۔ قراقرم کے پہاڑ پاکستان کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں واقع ہیں۔

(الف) مغرب　(ب) مشرق　(ج) جنوب　(د) شمال

۴۔ بلوچستان پاکستان کا آبادی کے لحاظ سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صوبہ ہے۔

(الف) کم آبادی والا　(ب) گنجان آبادی والا　(ج) متوازن آبادی والا　(د) غیر متوازن آبادی والا

۵۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صوبہ پنجاب کا دار الخلافہ ہے۔

(الف) کراچی　(ب) پشاور　(ج) کوئٹہ　(د) لاہور

۶۔ موسمی ہجرت سے مراد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لوگوں کی ہجرت ہے۔

(الف) جنوب کے پہاڑوں میں　(ب) صحرائی علاقوں میں　(ج) سندھ کے میدان میں　(د) ساحلی علاقوں میں

۷۔ بہت سے کسان دیہاتی علاقوں میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی زراعت کرتے ہیں۔

(الف) تجارتی　(ب) روزی کے لیے　(ج) نقد فصلوں کی　(د) مرغبانی

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

ا۔ پاکستان کے مختلف علاقوں میں آبادی کی کثافت کے فرق کی وجوہات کا جائزہ لیں۔

۲۔ دھکیلنے اور کھینچنے والے عوامل دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی میں کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں؟

۳۔ موسمیاتی ہجرت کس طرح اہم ہے؟ جائزہ لیں۔

۴۔ پاکستان میں بڑھتی ہوئی آبادی کے مختلف اسباب بیان کریں۔

۵۔ ملکی معیشت، دیہات سے شہروں کی طرف ہجرت کس طرح نقصان دہ ثابت ہوتی ہے؟ جائزہ لیں۔

۶۔ دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی روکنے کے لیے تجاویز پیش کریں۔

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ پاکستان میں بڑھتی ہوئی آبادی کے تناسب کو جاننے کے لیے آبادی اہرام کو تفصیل سے بیان کریں۔

۲۔ آبادی میں اضافے کے مختلف مراحل کے لیے آبادیاتی ماڈل کی اہمیت کا جائزہ لیں۔

۳۔ پاکستان میں پائیدار آبادی کے امکانات کا جائزہ لیں۔

۴۔ وضاحت کریں کہ پاکستان کے لیے شہر کاری کیوں اہم ہے؟

جماعتی پیشکش

کلاس کو بحث کے لیے دو گروپس میں تقسیم کریں۔

۱۔ ایک گروپ دیہات سے شہروں کی طرف کی جانے والی ہجرت سے متعلق بات کرے جبکہ دوسرا موسمیاتی ہجرت کو زیر بحث لائے۔
بہتر تفہیم کے لیے دونوں کے درمیان ایک قائل کر دینے والی بحث ہو سکتی ہے۔

۲۔ کلاس کو دو گروپوں میں تقسیم کر دیں۔
کسی ملک کی آبادی کے مطالعہ اور تجزیہ کے لیے آبادی کے اہرام اور آبادیاتی منتقلی کی ترقی کے منصوبوں کے لیے کریں۔
پوری کلاس کی بہتر تفہیم اور شمولیت کے لیے اس موضوع پر پھر ایک بار بحث ہو سکتی ہے۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ کو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔

حصہ سوم

پاکستان کے وسائل اور اقتصادی ترقی

سبق

08

زراعت، مویشی اور ماہی گیری

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- زراعت کے مختلف مراحل کی سمجھ کا مظاہرہ کرنا، زراعت کو ایک پیچیدہ نظام کے طور پر تسلیم کرنا ہے جس میں مختلف، ----، عوامل اور نتائج کار فرما ہوتے ہیں۔
- پاکستان میں کاشت کی جانے والی بڑی اور معمولی خوراک اور نقدی فصلوں کے ساتھ ساتھ ان کے متعلقہ بڑھتے ہوئے علاقوں کی تفہیم کا مظاہرہ کریں اور ملک کے زرعی شعبے کے لیے ان کی اہمیت اور اقتصادی اہمیت کی بنیاد پر درجہ بندی کریں۔
- ملک کی معیشت کو فروغ دینے میں روزگار پروسیسنگ صنعتوں اور برآمدات میں زراعت کے تعاون کا جائزہ لیں۔ نامیاتی کاشتکاری سمیت زرعی ترقی کے لیے پائیدار نقطہ نظر پیش کر سکیں۔
- قابل کاشت زمین کے خطرے سمیت زراعت کے شعبے کو درپیش چیلنجوں کی نشاندہی کریں۔ ہاؤسنگ سوسائیٹز میں تبدیل ہونا اور ان چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے پائیدار حکمت عملی تجویز کرنا اور ساتھ ہی معیشت اور آبادی دونوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے زرعی پیداوار کو بڑھانا۔

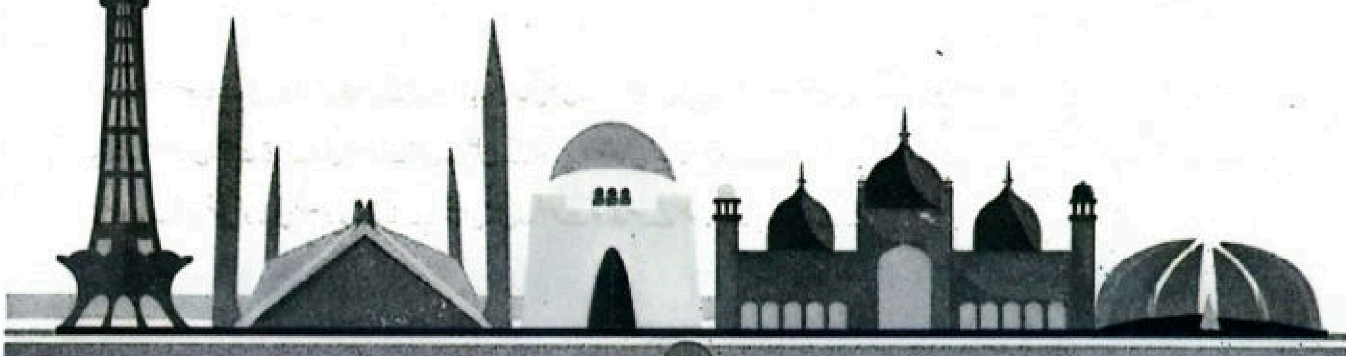

تعارف

پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے زراعت، خوراک کی پیداوار کا بنیادی ذریعہ ہے۔ زراعت فصلوں کی کاشت اور پیداوار اور جانوروں کی پرورش کے لیے لازم ہے۔ یہ ایک بنیادی صنعت ہے یعنی یہ زمین سے خام مال نکالتی ہے۔ زرعی خام مال کو صنعت میں پروسیس کیا جاسکتا ہے یا براہ راست استعمال کیا جاسکتا ہے۔

زراعت ایک نظام کے طور پر کس طرح کام کرتی ہے؟

زراعت کو مداخل، عمل اور پیداوار کے نظام کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ مداخل سے مراد وہ وسائل ہیں جو زرعی مصنوعات تیار کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ مداخل کو دو اہم زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ا۔ مداخل

قدرتی (طبعی): زمین اور دیگر ابیوٹک عناصر بشمول مٹی، پانی اور آب و ہوا زراعت کے لیے ضروری ہے کیونکہ یہ فصلیں اُگانے اور مویشیوں کی پرورش کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

انسانی (اقتصادی): انسانی وسائل میں ہنر مند اور نیم ہنر مند مزدور، مشینری، سرمایہ کاری، بیج، کھاد، کیڑے مار ادویات، مشینری وغیرہ شامل ہیں۔ ان کا استعمال زرعی پیداوار کی پیداواری صلاحیت اور کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے کیا جاتا ہے۔

۲۔ عمل

مداخل پر درکار عمل کی قسم کو منظم کرتے ہیں۔ ان عوامل میں مداخل کو مخارج میں بدلنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ ان عوامل کو دو خاص زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

- فصل کی پیداوار: فصل کی پیداوار کے عمل میں پودے لگانا، گھاس ڈالنا، آبپاشی اور کٹائی شامل ہیں۔
- مویشیوں کی پیداوار: مویشیوں کی پیداوار جانوروں کو کھانا کھلانے، افزائش نسل اور دیکھ بھال کے عمل کو انجام دیتی ہے۔

۳۔ نتائج

مخارج وہ مصنوعات ہیں جو زرعی نظام کے ذریعہ تیار کی جاتی ہیں۔ مویشیوں کی پیداوار (مویشیوں اور دودھ کی مصنوعات) کی پیداوار کو خوراک کے نظام یا دیگر صنعتوں، جیسے چمڑے کی صنعت میں مداخل کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ان مداخل کو دو اہم زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ کھانے کی مصنوعات اور غیر خوراکی مصنوعات خاکہ پاکستان میں زراعت کو نظام کے طور پر ظاہر کرتا ہے۔

ان پٹ	عوامل	فصلیں اور نہ کھانے والی
قدرتی / طبعی زمین، پانی، ہوا، سورج کی روشنی، مٹی نمکیات	شجر کاری • بیج کی بوائی • آبپاشی • تھریشنگ • کٹائی • کھاد ڈالنا • افزائش • جانوروں کی دیکھ بھال • دودھ کی دیکھ بھال • دودھ کا حصول	مصنوعات • کاٹن • سبزیاں • گندم • پھل • چاول • پھول • اون • بائیو ایندھن
انسانی محنت، سرمایہ، مشینری بیج، کھاد، کیڑے مار ادویات، پانی		مویشی دودھ سے بنی مصنوعات • دودھ • گوشت • انڈے
نئے سرمایہ کاری کے سامان کی زمین یا مویشیوں کی شکل میں دوبارہ سرمایہ کاری۔		

پاکستان میں فارمنگ کی تین اہم اقسام ہیں:۔

(الف) چھوٹے پیمانے کی کھیتی باڑی

پاکستان زرعی کسانوں کی سرزمین ہے۔ رزق بنیادی طور پر کسانوں کے فصلیں اُگانے اور جانوروں کی پرورش پر مبنی ہے۔ اگر یہ سب ضرورت سے زیادہ ہو تو منافع کے لیے فروخت کر دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں نوے فی صد کسان چھوٹے پیمانے پر گزارہ کرنے والے کسان ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس 12.5 ایکڑ سے کم اراضی 5 ہیکٹر ہے۔ یہ ملک کی افرادی قوت کا بیالیس فی صد ہیں اور ملک کی جی ڈی پی میں تقریباً انیس فی صد حصہ ڈالتے ہیں۔ گزارہ کرنے والے کسان پاکستان کی زرعی پیداوار کا تقریباً ساٹھ فی صد پیدا کرتے ہیں۔ پاکستان کی غذائی تحفظ میں اہم کردار ادا کریں۔ زرعی کسان ملک کی زیادہ تر بنیادی غذائی فصلیں پیدا کرتے ہیں۔ جیسے گندم، چاول اور مکئی۔

پاکستان میں کاشتکار کاشت کے روایتی طریقے استعمال کرتے ہیں۔ بوائی، گھاس، کاٹنے، کٹائی اور کھیتی باڑی کے لیے دستی مزدوری پر انحصار کرتے ہیں۔ مشینوں کے بجائے جانوروں کو لکڑی کے ہل اور گاڑیاں کھینچنے اور تھریشنگ میں مدد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں چھوٹے پیمانے پر کھیتی باڑی ایک محنت طلب سرگرمی ہے اس لیے خواتین اور بچے بھی کھیتی باڑی کے عمل میں شامل ہیں جن میں جانوروں کی دیکھ بھال بھی شامل ہے جیسے چارہ کاٹ کر مختلف قسم کی

خوراک کو ملانا اور جانوروں کو کھانا پہنچانا، بھینسوں، گائے اور بکریوں کا دودھ حاصل کرنا، انڈے جمع کرنا، مرغیاں، جانوروں کی صفائی اور کٹائی میں مدد کرنا اور جانوروں کے لیے خوراک تیار کرنا شامل ہیں۔

(ب) نقد فصل کی کاشت کاری

یہ تجارتی کاشت کاری ہے جس میں فصلوں اور جانوروں سمیت منافع کمانے کے لیے فارم کی پیداوار فروخت کی جاتی ہے۔ نقد فصل کی کاشت اُن فصلوں کی کاشت ہے جو بنیادی طور پر فروخت اور منافع کے لیے اگائی جاتی ہیں۔ کسان یا ان کے خاندان کے استعمال کے بجائے نقد فصلیں عام طور پر بڑے پیمانے پر اگائی جاتی ہیں اور اکثر دوسرے ممالک کو برآمد کی جاتی ہیں۔ نقد فصلوں کی کچھ مثالوں میں کپاس، گنا، گندم، چاول، مکئی، کافی، تمباکو، کوکو، سویابین، تیل کے بیج، پھل اور سبزیاں شامل ہیں۔

نقد فصل کے کھیت عام طور پر ہنر مند اور غیر ہنر مند مزدوروں کا مرکب استعمال کرتے ہیں۔ مشینری چلانے کیڑے مار ادویات اور جڑی بوٹی مار ادویات لگانے اور فارم کی دیکھ بھال کے لیے اکثر ہنر مند مزدوری کی ضرورت ہوتی ہے۔

بنیادی ڈھانچہ:۔ غیر ہنر مند مزدور اکثر پودے لگانے، گھاس کاٹنے اور کٹائی جیسے کاموں کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

پاکستان میں فصل کی کٹائی کے دو موسم ہیں:۔ خریف (موسم گرما اپریل تا اکتوبر) اور ربیع (موسم سرما اکتوبر۔اپریل) نشیبی علاقوں میں سردیاں معتدل فصلوں

کھیتی باڑی کی نقد فصل کی کاشت

اساتذہ کے لیے نوٹ: طالب علموں سے تصاویر کو احتیاط سے مطالعہ کرنے اور ان کو مندرجہ ذیل بات چیت کرنے کا اشارہ دینے کے لیے پوچھیں تصاویر میں سے کون سی خصوصیات یہ بتاتی ہیں کہ یہ ایک چھوٹے پیمانے پر گزارہ کرنے والا فارم ہے؟

کے اگنے کے لیے کافی گرم ہوتی ہیں۔ جیسے کہ گندم اور توری کا بیج جو کہ برطانیہ اور دیگر شمال مغربی یورپی ممالک میں موسم گرما کی فصلیں ہیں۔ پاکستان کی موسم گرما کی فصلیں، جیسے کپاس اور چاول، کو زیادہ درجہ حرارت کی ضرورت ہوتی ہے، جیسا کہ اشنکٹبندیی (ٹراپکس) علاقوں میں ہوتا ہے۔

پاکستان میں نقد فصل کی کاشت کے لیے پانی کی فراہمی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ کسان صرف دونوں موسموں میں فصلیں اگا سکتے ہیں اگر ان کے پاس آبپاشی کا کافی پانی موجود ہو۔ ہمالیہ سے نکلنے والے دریاؤں کے پانی کو موڑنے اور ذخیرہ کرنے کے لیے متعدد ڈیم (بڑے اور چھوٹے) اور بیراج بنائے گئے ہیں۔ دو سب سے بڑے ذخیرہ کرنے والے ڈیم دریائے سندھ پر تربیلا اور دریائے جہلم پر منگلا ہیں۔ یہ ڈیم لنک نہروں کو پانی فراہم کرتے ہیں جو بدلے میں پنجاب اور سندھ کے میدانی علاقوں کو عبور کرنے والی بہت سی چھوٹی نہروں میں پانی فراہم کرتے ہیں۔ جنوب میں سندھ کے اس پار بڑے ڈیم بیراج جیسے سکھر کو سردیوں میں تربیلا ڈیم سے پانی فراہم کیا جاتا ہے۔ جب دریا کا بہاؤ کم ہوتا ہے۔ ٹیوب ویلوں کو آبپاشی کے لیے زمین سے کافی پمپ کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں نہری آبپاشی مناسب نہیں یا پھر دستیاب نہیں۔

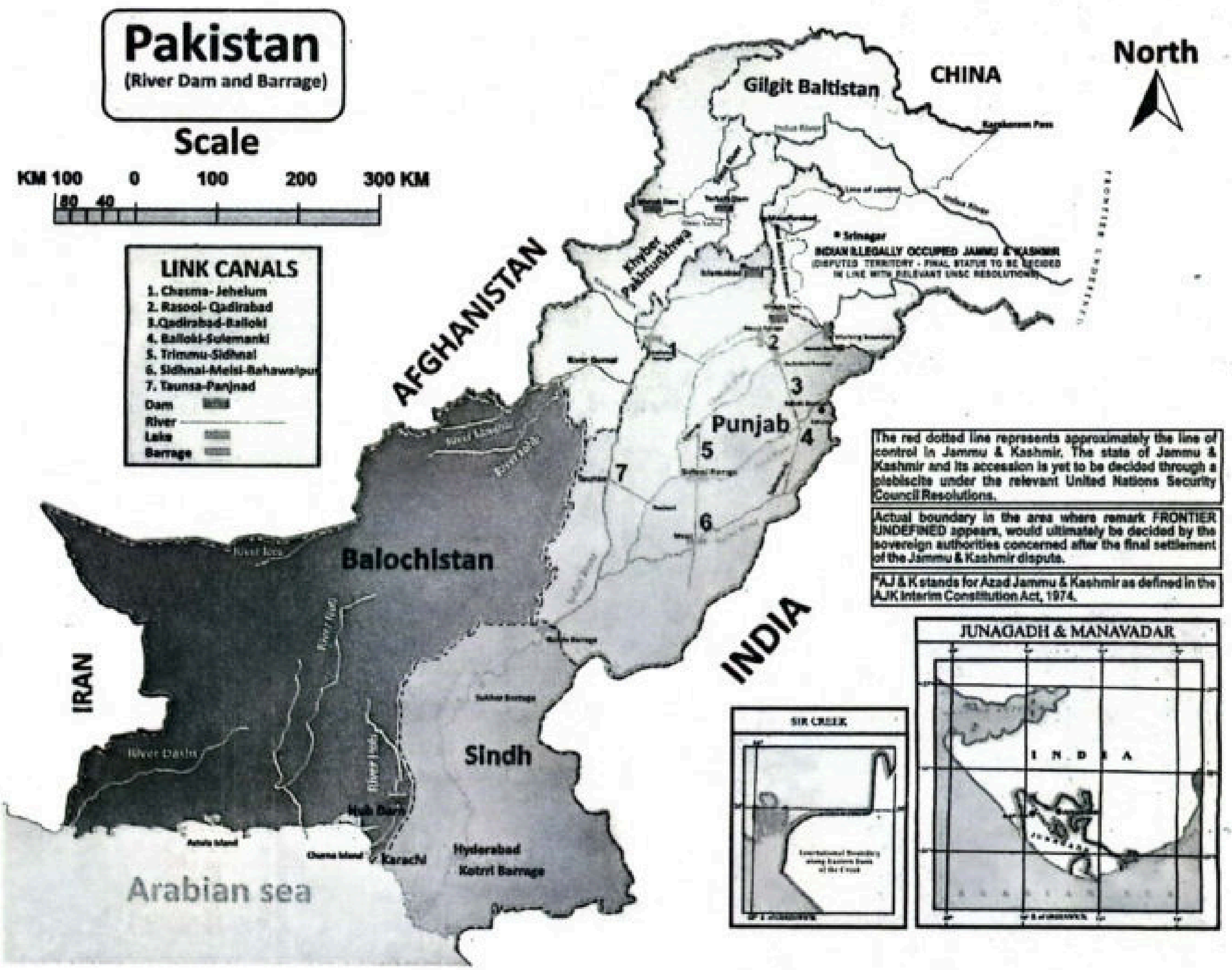

اہم فصلیں

ا۔ کپاس

کپاس معیشت کے زرعی اور ٹیکسٹائل دونوں شعبوں کے لیے ایک اہم فصل ہے۔ یہ خام ملکی پیداوار تقریباً 0.6 فیصد اور زراعت میں شامل ہونے والی قدر کا 3.1 فیصد ہے۔ کپاس ٹیکسٹائل کی صنعت کے لیے برآمد مزید خام مال اور پاکستان کی غیر ملکی کرنسی کی آمدنی میں اہم اضافہ کرتا ہے۔

جغرافیائی ضرورت: بارش: کپاس کو تقریباً 1000 ملی میٹر درمیانی بارش کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاہم اگر آبپاشی دستیاب ہو تو کم بارش والے علاقوں میں کپاس اگائی جاسکتی ہے۔

درجہ حرارت: کپاس گرم موسم کی فصل ہے اور زیادہ سے زیادہ نشوونما کے لیے اسے 25°C اور 35°C کے درمیان درجہ حرارت پیداوار کو کم کرسکتا ہے۔

آبپاشی: کپاس خشک سالی برداشت کرنے والی فصل ہے لیکن زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لیے اکثر آبپاشی ضروری ہوتی ہے۔ آبپاشی خاص طور پر کم بارش والے علاقوں یا خشک سالی کے دوران اہم ہے۔

مٹی کی قسم: کپاس کے لیے مٹی کی قسم ایک اچھی طرح سے نکاسی والی چکنی مٹی ہے جس کا پی ایچ 6.0 اور 7.5 کے درمیان ہے۔

کوہ ہندوکش

کپاس کی فصل کے مسائل

پاکستان ایک بڑا کپاس پیدا کرنے والا ملک متعدد چیلنجوں کی وجہ سے پیداوار میں نمایاں کمی کا سامنا کر رہا ہے۔ جن میں درج ذیل نمایاں ہیں۔

۱۔ اقتصادی: کپاس اب دیگر فصلوں جیسے مکئی، دھان اور گنے کی طرح منافع بخش نہیں ہے۔

۲۔ حیاتیاتی دباؤ: سفید مکھی اور گلابی سنڈی کے انفیکشن فصلوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ لیو کرل وائرس (Leave curl virus) بھی فصل پر ناقابل واپسی اثرات کے ساتھ حملہ کرتا ہے۔

۳۔ غیر حیاتیاتی دباؤ: موسمیاتی تبدیلیاں، گرمی کا دباؤ اور بے تحاشہ بارش بھی پیداوار کو متاثر کر رہی ہیں۔

۴۔ ناقص زرعی طریقے: غیر جانبدار کاشتکاری کے طریقے اور کیڑے مار ادویات کا ضرورت سے زیادہ استعمال بھی کمی کا باعث بن رہا ہے۔

۵۔ مداخل کی زیادہ لاگت: کھاد، کیڑے مار ادویات اور بیج مہنگے ہیں، جس سے کسانوں کے لیے منافع کمانا مشکل ہے۔

۶۔ محدود تحقیق اور ترقی: ابتدائی نسل کے بیجوں کی کمی ہے اور نئی اقسام پر تحقیق جو کیڑوں، بیماریوں اور موسمی دباؤ کو برداشت کر سکتی ہے وہ ناکافی ہے۔

کپاس کی پیداوار کا احیاء

پاکستان میں کپاس کی پیداوار کو بحال کرنے کے لیے درج ذیل اقدامات ضروری ہیں۔

i. کپاس کے لیے کم از کم اشارے یا مداخلت کی قیمت مقرر کریں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کسانوں کو ان فصلوں کی مناسب قیمت ملے، یہاں تک کہ جب مارکیٹ کی قیمتیں کم ہوں۔

ii. کسانوں کو بروقت رعایتیں جاری کریں۔ اس سے بیج، کھاد اور کیڑے مار ادویات جیسے مداخل کی قیمت کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔

iii. کسانوں کو بہترین طریقوں کے بارے میں تعلیم دینے کے لیے توسیعی خدمات کو بہتر بنائیں۔ اس سے کسانوں کو پیداوار کو بہتر بنانے اور قیمت کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔

iv. جینیاتی طور پر تبدیل شدہ (GM) کپاس کے بیج تیار اور تقسیم کیے جائیں جو کیڑوں اور بیماروں کے خلاف مزاحمتی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس سے فصلوں کے نقصانات کو کم کرنے اور پیداوار کو بہتر بنانے میں مدد ملے گی۔

v. کسان کارڈز کے ذریعے کیڑے مار ادویات بیجوں اور کھادوں کے لیے رعایتیں جاری کریں۔ اس سے کسانوں کے لیے سستی قیمت پر درکار مداخل تک رسائی ہوگی۔

گندم

گندم پاکستان کی ایک اہم فصل ہے اور اس لیے ملک کی غذائی تحفظ کے لیے گندم بہت ضروری ہے۔ یہ زراعت میں شامل کی گئی قدر کے 9.2 فی صد اور خام ملکی پیداوار کے 1.8 فی صد کے حساب سے ہے۔ گندم کی خود کفالت ہر حکومت کا بنیادی مقصد رہا ہے۔ گندم کی فصل نے 27.293 ملین ٹن کی تاریخی اعلیٰ پیداوار ریکارڈ کی جو 2020 کی 25.248 ملین ٹن پیداوار کے مقابلے میں 8.1 فی صد سے زیادہ ہے۔ یہ بنیادی طور پر کاشت شدہ رقبہ میں اضافے کی وجہ سے تھا۔ بہترین اعلیٰ پائے کی گندم کی پیداوار میں میکسی پاک، MH - 21 وغیرہ شامل ہیں۔ زیادہ پیداوار دینے والی گندم کی اقسام کا استعمال کرتے ہوئے کسان اپنی پیداوار اور منافع میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

جغرافیائی تقاضے

گندم نسبتاً موافقت پذیر فصل ہے اور اسے مختلف جغرافیائی حالات میں ابھی اُگایا جا سکتا ہے۔

مٹی کی قسم: گندم 6.1 اور 7.5 کے درمیان پی ایچ والی اچھی طرح سے نکاسی والی، چکنی مٹی کو ترجیح دیتی ہے۔

بارش: گندم کو معتدل بارش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو ہر سال 50 سے 100 سینٹی میٹر تک ہوتی ہے۔ تاہم اگر آبپاشی دستیاب ہو تو کم بارش والے علاقوں میں گندم اُگائی جا سکتی ہے۔

درجہ حرارت: گندم ٹھنڈے موسم کی فصل ہے اور زیادہ سے زیادہ نشوونما کے لیے درجہ حرارت 10 سے 20 ڈگری Celsius کے درمیان درکار ہوتا ہے۔ 30 ڈگری Celsius سے زیادہ درجہ حرارت فصل پر دباؤ ڈال سکتا ہے اور پیداوار کم کر سکتا ہے۔

آبپاشی: گندم کو بارش کے حالات میں اُگایا جا سکتا ہے لیکن زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لیے آبپاشی اکثر ضروری ہوتی ہے۔ آبپاشی خاص طور پر کم بارش والے علاقوں یا خشک سالی کے دوران اہم ہے۔

گندم

گندم کی پیداوار کے علاقے

2020-2021 کے دوران، زیر کاشت رقبہ 4.2 فیصد سے بڑھ کر 9,178 ہزار ہیکٹر ہوگیا جو پچھلے سال کے 8,805 ہزار ہیکٹر رقبے پر تھا۔ گندم پاکستان کی اہم فصل ہے۔ اور یہ ملک کی غذائی تحفظ کے لیے، بہت ضروری ہے۔ پنجاب پاکستان کا سب سے بڑا گندم پیدا کرنے والا صوبہ ہے۔ جو ملک کی کل گندم کی پیداوار کی 70 فی صد سے زیادہ ہے۔ گندم پیدا کرنے والے دیگر بڑے صوبوں میں سندھ، خیبر پختونخوا اور بلوچستان شامل ہیں۔

پنجاب: فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، جھنگ، چکوال۔

سندھ: جیکب آباد، لاڑکانہ، شکارپور۔

خیبر پختونخواہ: مردان، نوشہرہ اور صوابی

بلوچستان: کوئٹہ، پشین، ژوب

گنا

گنا پاکستان میں ایک قیمتی نقدی فصل ہے۔ جو زراعت کی قدر میں اضافے کا 3.4 فی صد اور خام ملکی پیداوار کا 0.7 فی صد ہے۔

2020-2021 میں گنے کی کاشت کے تحت رقبہ 12 فیصد کے حساب سے بڑھ کر 1,165 ہزار ہیکٹر ہو گیا اور پیداوار 22 فیصد کے حساب سے بڑھ کر 81.009 ملین ٹن ہو گئی۔ یہ ساز گار موسمی حالات، بہتر انتظام کی بروقت دستیابی اور زیادہ اقتصادی منافع کی وجہ سے تھا۔

جغرافیائی تقاضے

درجہ حرارت: زیادہ سے زیادہ نشوونما کے لیے گنے کو درجہ حرارت کی حد 20° سے 30° کی ضرورت ہوتی ہے۔ 20°C سے کم درجہ حرارت اور 40°C سے زیادہ درجہ حرارت پیداوار کو کم کر سکتا ہے۔

بارش: گنے کو 100 سے 1520 ملی میٹر تک درمیانی بارش کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاہم اگر آبپاشی دستیاب ہو تو کم بارش والے علاقوں میں گنا اگایا جا سکتا ہے۔

مٹی کی قسم: گنے 6.5 سے 7.5 کے پی ایچ کے ساتھ اچھی طرح سے نکاسی والی چکنی مٹی کو ترجیح دیتا ہے۔ عام مٹی گنے کے لیے، بہت بھاری اور نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ جبکہ ریتلی مٹی کافی نمی برقرار نہیں رکھ سکتی۔

کاشت کا طریقہ

گنے کی کاشت کے لیے، مٹی کو کم از کم 30 سینٹی میٹر کی گہرائی تک جھکا کر تیار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد نکاسی آب اور زرخیز کو بہتر بنانے کے لیے نامیاتی مادے کو مٹی میں شامل کیا جانا چاہیے۔ گنے کی ڈنٹھل کو 30 - 45 سینٹی میٹر لمبا کاٹا جاتا ہے اور تراشوں کو کھالوں میں لگایا جاتا ہے۔ جو 10 - 15 سینٹی میٹر گہرا اور 75 - 100 سینٹی میٹر کے فاصلے پر ہوتا ہے۔ گنے کو باقاعدہ آبپاشی کی ضرورت ہوتی ہے اور اسے باقاعدہ کھاد ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ خاص طور پر پوٹاش، گنے کی کھیت کو خود رو پودوں سے پاک رکھنا ضروری ہے کیونکہ وہ پانی اور غذائی اجزاء کے لیے گنے سے مقابلہ کرتے ہیں۔

گنے اُگانے والے علاقے

پنجاب پاکستان میں گنے پیدا کرنے والا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ جس کا 60 فیصد سے زیادہ حصہ ہے۔ ملک میں گنے کی کل پیداوار کا حصہ ہے۔ پنجاب میں گنے اُگانے والے بڑے اضلاع میں فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، جھنگ شامل ہیں۔ سندھ گنے کی پیداوار کا تقریباً 25 فیصد ہے۔ سندھ میں گنے اُگانے والے بڑے اضلاع میں جیکب آباد، لاڑکانہ اور شکارپور شامل ہیں۔ خیبر پختونخواہ پاکستان کا تیسرا سب سے بڑا گنے پیدا کرنے والا صوبہ ہے جس کا حساب تقریباً ملک کی کل گنے کی پیداوار کا 10 فی صد ہے۔ گنے کی پیداوار کے اہم علاقے خیبر پختونخواہ کی ڈسٹرکٹ مردان، نوشہرہ اور صوابی ہیں۔

چاول

چاول پاکستان میں خوراک اور نقدی کی ایک بڑی فصل ہے۔ یہ گندم کے بعد دوسری اہم ترین غذائی فصل ہے اور کپاس کے بعد دوسری سب سے زیادہ برآمد ہونے والی فصل ہے۔ چاول زراعت میں 3.5 فی صد حصہ ادا کرتا ہے اور خام ملکی پیداوار کا 0.7 کل حصہ ہے۔ چاول کی پیداوار کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

باسمتی (بہترین)

موٹے چاول

حالیہ برسوں میں موٹے چاول کی پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہے۔ 21-2020 میں چاول کی کاشت 3,335 ہزار ہیکٹر پر کی گئی، جو پچھلے سال کے مقابلے میں 9.9 فی صد زیادہ ہے۔

جغرافیائی ضروریات

درجہ حرارت: چاول کی زیادہ سے زیادہ پیداوار 20°C سے 35°C کے درمیان حاصل ہو سکتی ہے اور 40°C سے زیادہ درجہ حرارت پیداوار کو کم کر سکتا ہے۔

بارش: چاول کو متعدل اور موسلادھار بارشوں کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ 100 سے 250 سینٹی میٹر فی سال ہوتی ہے۔ اگر آبپاشی دستیاب ہو تو کم بارش

والے علاقوں میں چاول اُگائے نجا سکتے ہیں۔

مٹی کی قسم نچاول 5 . 6 سے 5 . 7 کے پی ایچ کے ساتھ اچھی طرح سے نکاسی والی، چکنی مٹی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ناقص مٹی چاول کے لیے بہت بھاری اور ناقص ہو سکتی ہے۔ جبکہ ریتلی مٹی کافی نمی برقرار نہیں رکھ سکتی۔

کاشت کا طریقہ

بیج تیار کرنے کے لیے مٹی کی کھیتی اور برابر کی جاتی ہے۔ چاول کے بیج زمین سے بوئے جاتے ہیں۔ پودے 3 . 4 ہفتے کی عمر میں مرکزی کھیت میں منتقل کیے جاتے ہیں۔ چاول کو باقاعدہ آبپاشی کی ضرورت ہوتی ہے۔ خاص طور پر پیوندکاری کے بعد پہلے چند مہینوں کے دوران ایک متوازن کھاد پر ۴،۶ ہفتوں میں آبپاشی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ چاول کی فصل کو خودرو پودوں سے پاک رکھا جائے۔ خودرو پودے، پانی اور غذائی اجزاء کے خلاف چاول کی فصل کو خراب کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کی وجہ سے کیڑے اور بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ چاول کی فصل 4 - 3 ماہ بعد ہاتھ یا مشین سے کاٹی جاتی ہے۔ اس کے بعد کٹے ہوئے چاولوں کو تھریشر سے گزارہ جاتا ہے تاکہ ڈنٹھل سے اناج الگ کیا جاسکے۔

کاشت کے علاقے

پنجاب پاکستان میں چاول پیدا کرنے والا سب سے بڑا صوبہ ہے جو چاول کی کل پیداوار کا 70 فی صد سے زیادہ ہے۔ پنجاب میں چاول اگانے والے بڑے اضلاع فیصل آباد، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، حافظ آباد، سیالکوٹ اور نارووال پر مشتمل ہیں۔ سندھ چاول اگانے پیدا کرنے والا دوسرا بڑا صوبہ ہے۔ پاکستان میں ملک میں چاول اگانے والے بڑے اضلاع میں جیکب آباد، لاڑکانہ اور شکارپور شامل ہیں۔ خیبر پختونخواہ پاکستان میں چاول پیدا کرنے والا تیسرا بڑا صوبہ ہے جو ملک میں چاول کی پیداوار کا تقریباً 10 فی صد ہے۔ خیبر پختونخواہ کے چاول اگانے والے بڑے اضلاع مردان، نوشہرہ اور صوابی ہیں۔ بلوچستان میں چاول کی بہت کاشت کی جاتی ہے۔

چاول کی فصل کے مسائل

چاول متعدد کیڑوں اور بیماریوں کے حوالے سے ایک حساس فصل ہے۔ جیسے کہ چاول کے تنے کے بوررز (borers) براؤن پلانٹ ہاپرز اور دھماکے کی بیماری۔

چاول ابیوٹک دباؤ، جیسے خشک سالی، نمکیات اور سیلاب کے لیے بھی حساس ہے۔

خودرو جھاڑیاں پانی اور غذائی اجزاء کے لیے چاول سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اور وہ کیڑوں اور بیماریوں کا سبب بنتی ہیں۔

چاول ایک بھاری فیڈر ہے اور اسے باقاعدہ کھاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ غذائیت کی کمی پیداوار میں کمی اور اناج کے خراب معیار کا باعث بن سکتی ہے۔

انتظامی حکمت عملی

کیڑوں اور بیماریوں پر قابو پانا: کیڑوں اور بیماریوں کا انتظام روایتی طریقوں، حیاتیاتی کنٹرول اور کیمیائی کیڑے مار ادویات کے امتزاج سے کیا جا سکتا ہے۔ روایتی طریقے، جیسے فصل کی گردش مٹی کی زرخیزی کو برقرار رکھنے میں مدد کر سکتی ہے۔ حیاتیاتی کنٹرول میں کیڑوں پر قابو پانے کے لیے مختلف حیاتیاتی جانداروں کا استعمال شامل ہے۔ کیمیائی کیڑے مار ادویات کو صرف آخری حربے کے طور پر استعمال کیا جانا چاہیے۔

لیزر ریولنگ: لیزر ریولنگ زمین کی تیاری کی ایک تکنیک ہے جو سطح کی سطح بنانے کے لیے لیزرز کا استعمال کرتی ہے۔ اس سے پانی کی تقسیم کو بہتر بنانے اور پانچ کے ضیاع کو کم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

متبادل نمی اور خشکی (AWD): AWD پانی کے انتظام کا ایک عمل ہے جس میں چاول کے کھیتوں کو باری باری سیلاب اور نکاسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سے پیداوار میں کمی کے بغیر پانی کی کھپت کو کم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

غذائیت کی کمی: غذائیت کی کمی کو باقاعدہ فرٹیلائزیشن کے ذریعے کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ ایک متوازن کھاد پر 4-6 ہفتے لاگو ہوتے ہیں۔

مکئی

مکئی گندم اور چاول کے بعد پاکستان کی تیسری اہم اناج کی فصل ہے۔ یہ زراعت میں شامل ہونے والی قدر میں 3.4 فی صد اور خام ملکی پیداوار میں 0.6 فیصد حصہ ڈالتی ہے۔ مکئی کو خوراک کے مقصد کے لیے وسیع پیمانے پر کاشت کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر جانوروں اور مرغیوں کے لیے مکئی کے آٹے اور کسٹر

ڈپا ؤڈر، فیڈ اور چارے کی تیاری میں جب کہ انسانی کھپت کم ہو رہی ہے۔ فیڈ اور wct milling کی صفت میں اس کا استعمال تیز رفتاری سے بڑھ رہا ہے۔ 21-2020 کے دوران مکئی کا کاشت 1,418 ہزار ہیکٹر کے رقبے پر کی گئی جو پچھلے سال کے 1,404 ہزار ہیکٹر کے مقابلے میں 1.0 فی صد اضافے کی عکاسی کرتی ہے۔ پیداوار میں اضافہ زیادہ تر رقبے میں اضافے سے ہوا، جغرافیائی ضرورت میں 50-500 ملی میٹر کے درمیان بارش کے ساتھ 35 oC درجہ حرات ملتا ہے اسے غیر محفوظ مٹی پر موثر طریقے سے اگایا جاسکتا ہے۔

مکئی

تمباکو

پاکستان میں تقریباً 0.25 فی صد سیراب شدہ زمین پر تمباکو اُگایا جاتا ہے۔ تمباکو اُگانے والے بڑے علاقے صوبہ خیبر پختونخواہ میں ہیں۔ خاص طور پر صوابی، مردان، نوشہرہ اور چارسدہ کے اضلاع۔ یہ اضلاع ملک کے Flue curved virginia(FCV) تمباکو کا 90 فی صد سے زیادہ پیدا کرتے ہیں۔

تمباکو کا کھیت

کاشت کا طریقہ

پیوند کاری: پودے بیجوں میں اُگائے جاتے ہیں۔ اور پھر مرکزی کھپت میں منتقل کیے جاتے ہیں۔

براہ راست بوائی: بیج براہ راست مرکزی میدان میں دکھائے جاتے ہیں۔ تمباکو ایک محنت طلب فصل ہے اور اس کے لیے باقاعدگی سے توجہ اور دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے کہ اسے پانی اور کھاد بروقت دیئے جائیں۔ اس تمباکو کے پتے خاص توجہ کے ساتھ خاص وقت میں کاشت کیے جاتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

تمباکو ایک محنت طلب فصل ہے۔ رتون کی فصل دوسری بڑی فصل جو پچھلی فصل کی جڑوں سے اگائی جاتی ہے۔

دیگر فصلیں

21-2020 میں چنا، باجرہ اور جوار کی پیداوار میں کمی واقع ہوئی۔ جس کی وجہ چھوٹے علاقوں میں کاشت کاری اور ناموافق موسمی حالات ہیں۔ جو، تل اور سرسوں، اور تمباکو کی پیداوار پچھلے سال کی طرح رہی۔ جو، سرسوں اور تمباکو کی پیداوار کی شرح کم رہی۔ 21-2020 میں مونگ، ماش اور آلو سمیت دالوں کی

پیداوار میں نمایاں اضافہ ہوا۔ جبکہ مرچ اور پیاز کی پیداوار میں قدرے کمی واقع ہوئی۔ مسور کی پیداوار یکساں رہی۔ پاکستان نے مالی سال 2 0 2 1 میں 2.917 ملین ٹن خوردنی تیل درآمد کیا جبکہ مقامی پیداوار 0.374 ملین ٹن تھی۔

2020-21 میں مونگ، ماش اور آلو سمیت دالوں کی پیداوار میں نمایاں اضافہ ہوا۔ جبکہ مرچ اور پیاز کی پیداوار میں قدرے کمی واقع ہوئی۔ مسور کی پیداوار یکساں رہی۔ پاکستان نے مالی سال 2021 میں 2.917 ملین ٹن خوردنی تیل درآمد کیا جبکہ مقامی پیداوار 0.374 ملین ٹن تھی۔

پھلوں کی کاشت

روزگار فراہم کرنے اور زرمبادلہ کے کمانے کے لیے پھلوں کی کاشت پاکستان کی معیشت کا ایک اہم حصہ ہے۔ پاکستان دنیا میں پھلوں کی پیداوار کے حوالے سے سب سے بڑا ملک ہے۔ اور یہ مختلف اقسام کے پھل سیب، آم، لیموں، کیلے، انگور، امرود، کھجوریں اور آڑو پیدا کرتا ہے۔

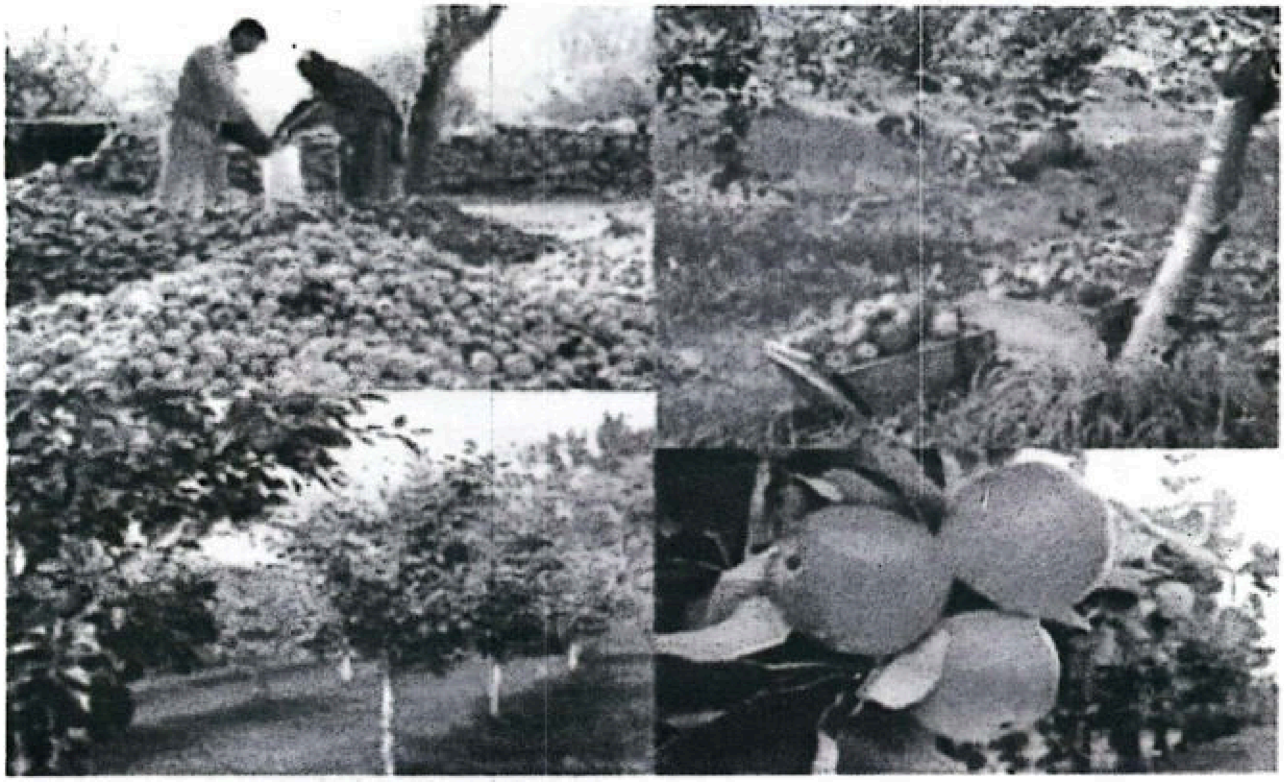

پاکستان میں پھلوں کی کاشت

پاکستان کے چاروں صوبوں میں پھلوں کی کاشت کا رواج ہے۔ لیکن پھل اُگانے والے بڑے علاقے پنجاب، سندھ اور خیبر پختونخوا میں ہیں۔ پنجاب پھل پیدا کرنے والا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ پاکستان جیسا کہ ملک میں پھلوں کی کل پیداوار کا 6 0 فیصد سے زیادہ حصہ ہے۔ پنجاب میں پھل اُگانے والے بڑے اضلاع میں ملتان، فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ اور سرگودھا شامل ہیں۔ سندھ پاکستان کا دوسرا سب سے بڑا پھل پیدا کرنے والا صوبہ جو ملک کی کل پیداوار کا تقریباً 25 فیصد ہے۔ سندھ میں پھل اُگانے والے بڑے اضلاع میں جیکب آباد اور لاڑکانہ شامل ہیں۔ شکارپور، خیبر پختونخوا پاکستان کا تیسرا سب سے بڑا پھل پیدا کرنے والا صوبہ ہے جو ملک میں پھلوں کی کل پیداوار کا تقریباً 1 0 فیصد ہے۔ خیبر پختونخوا پاکستان کا تیسرا سب سے بڑا پھل پیدا کرنے والا صوبہ ہے۔

جو ملک میں پھلوں کی کل پیداوار کا تقریباً 10 فیصد ہے۔ خیبر پختونخوا کے بڑے پھل اگانے والے اضلاع میں مردان، نوشہرہ اور صوابی شامل ہیں۔ ہنزہ اور سوات سیب اور خوبانی کے لیے مشہور ہیں۔ بلوچستان میں سیب، کھجور، خوبانی اور انگور کی اقسام پیدا ہوتی ہیں۔ پاکستان خشک میوہ جات جیسے بادام، اخروٹ اور کشمش کی پیداوار بھی بڑی مقدار میں کرتا ہے۔

پھلوں کے کسانوں کے لیے سرکاری امدادی اسکیمیں

حکومت کسانوں کو پھلوں کے پودوں اور کھادوں کی خریداری کے لیے رعایتیں فراہم کر رہی ہے۔ حکومت کسانوں کو پھلوں کے پودوں اور کھادوں کی خریداری کے لیے رعایت فراہم کر رہی ہے۔ حکومت کسانوں کو پھلوں کی کاشت کے جدید طریقوں کی تربیت بھی فراہم کر رہی ہیں۔

NPDH کسانوں کو پھلوں کے پودوں اور دیگر زرعی مداخل کی خریداری کے لیے رعایت فراہم کرتا ہے۔ یہ کسانوں کو تربیت بھی فراہم کرتا ہے۔ پھلوں کی کاشت کے جدید طریقوں پر جیسے کہ پھلوں کے تحفظ کے لیے کولڈ اسٹوریج اور فصل کی کٹائی کے نقصان کو روکنا، کیڑوں اور بیماریوں کا انتظام، آبپاشی، فرٹیلائزیشن اور کٹائی۔

روزگار کے شعبے میں زراعت کا تعاون

زراعت پاکستان کی معیشت غذائی تحفظ اور روزگار کے لیے ضروری ہے۔ یہ خام ملکی پیداوار میں 19.2 فیصد حصہ ڈالتا ہے اور لیبر فورس کا 38.5 فی صد حصہ ڈالتا ہے۔ 65 فیصد سے زیادہ آبادی روزی روٹی کے لیے زراعت پر انحصار کرتی ہے تاہم سکڑتے ہوئے قابل کاشت کی وجہ سے زرعی ترقی سست رہی ہے۔ زمین، آب و ہوا تبدیلی، پانی کی قلت اور دیہات سے شہری نقل مکانی زرعی پیداوار میں اضافہ وغیرہ جیسے نئے طریقوں کی ضرورت ہے۔ زراعت اقتصادی ترقی کو تیز کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ لیکن اسے موسمیاتی تبدیلی، پانی کی قلت اور مداخل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں جیسے چیلنجوں کا سامنا ہے۔

مویشیوں کی فارمنگ

مویشیوں کی فارمنگ گوشت، دودھ انڈے اور دیگر جانوروں کی مصنوعات کی تیاری کے لیے پالتو جانوروں کی پرورش اور انتظام پر منحصر ہے۔ یہ سب سے قدیم اور اہم ترین زرعی اقسام میں سے ایک ہے۔ یہ پاکستانی عوام کو اعلیٰ معیار کی پروٹین کا ذریعہ فراہم کرتا ہے۔ مویشیوں کی کھیتی کو تین اہم اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: خانہ بدوش، مستقل رہائشی اور موسمیاتی ہجرت۔

خانہ بدوش

خانہ بدوش مویشیوں کی افزائش کی ایک روایتی شکل ہے۔ جس میں چرواہے اپنے جانوروں کو چراہ گاہ اور پانی کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں۔ خانہ بدوش مویشیوں کی کھیتی باڑی عام طور پر بنجر اور نیم خشک علاقوں میں کی جاتی ہے، جہاں وسائل کی محدود دستیابی ہوتی ہے۔ خانہ بدوش پاکستان میں صوبہ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں بلوچ اور پشتون قبائل مویشی پالنے کا کام کرتے ہیں۔ خانہ بدوش کسانوں کے ذریعے پالے جانے والی مویشیوں کی اہم اقسام بھیڑ اور بکریاں ہیں۔

مستقل رہائشی

آباد مویشیوں کی پیداوار مویشیوں کی افزائش کی ایک قسم ہے۔ جس میں جانوروں کو مستقل دیواروں میں رکھا جاتا ہے۔ آباد مویشیوں کی افزائش عام طور پر ان علاقوں میں کی جاتی ہے جہاں زیادہ وسائل ہوتے ہیں۔ جیسے قابل کاشت زمین اور پانی۔ مستقل مویشیوں کی افزائش بہترین طریقے سے کی جاتی ہے۔ لیکن خاص طور پر پنجاب اور سندھ کے صوبے اسی کے لیے اہم ہیں۔ مستقل مویشی بانی کرنے والے کسان بھینس، بکریاں اور مرغیاں پالتے ہیں۔

مویشیوں کی اقسام	علاقے	شہر
مویشی بھینسیں	پنجاب، سندھ	لاہور، کراچی، فیصل آباد
بھیڑیں	بلوچستان، خیبر پختونخوا، کشمیر	کوئٹہ، پشاور، مظفر آباد
بکریاں	بلوچستان، خیبر پختونخوا، کشمیر، پنجاب، سندھ	کوئٹہ، پشاور، مظفر آباد، لاہور، کراچی
مرغبانی	پنجاب، سندھ	لاہور، کراچی، فیصل آباد

خانہ بدوش گلہ بانی

ٹرانس ہیومنس لائیوسٹاک فارمنگ مویشیوں کی پرورش کی ایک قسم ہے جس میں چرواہے اپنے جانوروں کو موسمی طور پر مختلف چراگاہوں کو درمیان منتقل کرتے ہیں۔ ٹرانس ہیومنس مویشیوں کی کھیتی عام طور پر پہاڑی علاقوں میں کی جاتی ہے۔ جہاں ایک چراگاہ کی دستیابی میں موسمی تغیر پاکستان کے کشمیر کے علاقے میں گجر اور بکروال قبائل کی طرف سے ٹرانسمیٹینس ری اسٹاک فارمنگ کا رواج ہے۔ ٹرانس ہومنس کسانوں کی اہم اقسام بھیڑ اور بکریاں ہیں۔ یہاں مویشیوں اور علاقوں کی بھی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں۔

زرعی ترقی کے پائیدار طریقے کون سے ہیں

نامیاتی کاشتکاری کے بہت سے مختلف طریقے ہیں جنہیں پاکستان میں زراعت کے لیے پائیدار نقطہ نظر کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔کچھ عام طریقے درج ذیل ہیں۔

۱۔ فصل کی گردش :ایک ہی کھیت میں ترتیب سے مختلف فصلیں لگانا۔اس سے مٹی کی زرخیزی کو بہتر بنانے اور کیڑوں اور بیماریوں کے خطرے کو کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔زمین کا ایک ٹکڑا کچھ عرصے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے جسے فیلو لینڈ کہتے ہیں۔

۲۔ انٹر کراپنگ:بہتر بنانے کے لیے ایک ہی وقت میں سارے کھیت میں دو یا دو مختلف فصلیں لگانا، مٹی کی زرخیزی اور گھاس کے مقابلے کو کم کرنا۔

۳۔ فصل کا احاطہ کرنا:ایسی فصلیں لگائی جائیں جو مٹی کی سطح کو ڈھانپیں۔یہ مٹی کے کٹاؤ کو بھی روکتا ہے۔

۴۔ کمپوسٹنگ:کمپوسٹنگ مختلف قسم کے مواد سے کھاد بنانا ہے۔جیسے پودوں کی باقیات، کھاد اور کھانے کے سکرین۔

۵۔ حیاتیاتی کیڑوں پر قابو:یہ کیڑوں پر قابو پانے کے لیے قدرتی شکاریوں اور طفیلیوں کا استعمال ہے۔مثال کے طور پر لیڈی بگ افڈس کنٹرول کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے اور لیس ونگز کو سفید مکھی کو کنٹرول کرنے میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۶۔ فارم لینڈ کو ہاؤسنگ اسکیموں میں تبدیل نہیں کیا جانا چاہیے۔پانی کی مزید اسکیمیں زرعی سرگرمیوں کو برقرار رکھنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔

نامیاتی کاشتکاری گھر کے پیچھے چھوٹے باغات سے لے کر بڑے تک مختلف پیمانے پر مشق کی جاتی ہے۔تجارتی فارمز پاکستان میں نامیاتی کاشتکاری عام طور پر چھوٹے پیمانے پر کسانوں کے ذریعے کی جاتی ہے۔

پاکستان میں ماہی گیری

ماہی گیری پاکستان میں زراعت کا ایک ذیلی شعبہ، آبی وسائل جیسے مچھلی، شیل فش اور کرسٹیشین کی کٹائی اور پروسیسنگ سے متعلق ہے۔یہ ملکی معیشت، خوراک کی حفاظت، روزگار اور برآمدی محصول کی فراہمی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ماہی گیری 2020 میں کل برآمدات کا 1.6 فیصد ہے۔پاکستانی ماہی گیری کے لیے درآمد کرنے والے بڑے ممالک تھائی لینڈ، چین، ویت نام ہیں۔متحدہ عرب امارات، جنوبی کوریا، ملائیشیا، کویت، جاپان، سعودی عرب اور انڈونیشیا کو ویڈو بائی مرض کے دوران مچھلی کی درآمد میں 2017 میں 22 ملین سے کم ہو کر 6 ملین رہ گئی۔

پاکستان میں مچھلی کی پیداوار

ماہی گیری کو تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔اندرون ملک ماہی گیری، سمندری ماہی گیری اور آبی زراعت۔

صوبے کے لحاظ سے مچھلی کی پیداوار کی گرافک نمائندگی سال 2018.19 کے لیے ہزار ٹن میں مچھلی کی کل پیداوار کو ظاہر کرتی ہے۔پنجاب اور خیبر

پختونخوا کے پاس اندرون مچھلی کے فارم ہیں۔ جبکہ بلوچستان میں سمندری ماہی گیری ہے اور سندھ میں اندرونی اور سمندری ماہی گیری ہے۔ پنجاب کے لیے مچھلی کی پیداوار شامل ہے۔ KPK کے پیداوار کے اعداد و شمار میں گلگت بلتستان سے مچھلی کی پیداوار شامل ہے۔

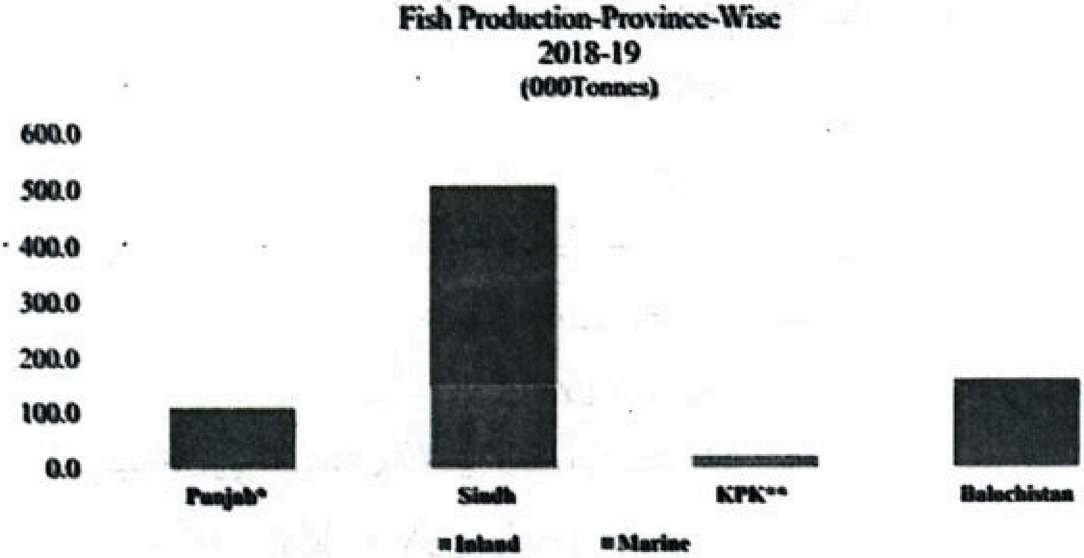

Source: Ministry of Food and Security

سمندری ماہی گیری

بحیرہ عرب کے ساتھ پاکستان کی 1050 کلومیٹر ساحلی پٹی پر ماہی گیری کے دو بڑے مراکز ہیں۔ سندھ اور مکران۔ ان ساحلوں پر سمندری ماہی گیری کے بھرپور میدان ہیں۔ جو ملک کی کل مچھلیوں کی پیداوار کا تقریباً 64 فیصد حصہ ڈالتے ہیں۔ جبکہ اندرون ملک ماہی گیری سے یہ 36 فیصد ہے۔ کراچی اور کورنگی سندھ کی اہم ماہی گیری کی بندرگاہیں ہیں جبکہ مکران میں چھوٹی بندرگاہیں ہیں جیسے سوتمیانی، جیوانی اور مارا۔ گوادر بندرگاہ کو ایک جدید ماہی گیری کے مرکز کے طور پر تیار کیا جا رہا ہے۔ جس میں جدید ترین فش کپورنگ یارڈ، آئس فیکٹری اور ریفریجریشن پلانٹ شامل ہیں۔

سمندری ماہی گیری کی اقسام

ماہی گیری: کسان اور اس کے خاندان کے استعمال کے مقصد سے ہے کیونکہ مچھلی ان کی خوراک کا بنیادی جزو ہے۔ یہ چھوٹے پیمانے پر ماہی گیری روایتی طریقوں جیسے ہینڈ لائیز، جال اور جال کا استعمال کرتے ہیں۔ روایتی کشتیاں ساحل سے صرف 5 کلومیٹر دور رہ سکتی ہیں۔ قیام کی گئی ماہی گیری کی مقدار کم ہے۔ اس لیے آمدنی کے متبادل ذرائع اپنائے جاتے ہیں۔ ماہی گیروں کے لیے مستقل ذریعہ آمدنی میں مچھلی کا کھانا بنانا، مچھلی کا جال اور کشتیوں کی مرمت شامل ہے۔

تجارتی ماہی گیری

تجارتی ماہی گیری مچھلی پکڑنے اور منافع کمانے سے مشروط ہے۔ یہ بڑے پیمانے پر ماہی گیری کے جہازوں کے ذریعہ جدید طریقوں جیسے ٹرولنگ اور پرس سینگ (Purse seining) گل سیٹرز مشینی کشتی بڑی مچھلیوں کو پکڑنے کے لیے گہرے پانی میں 50-60 کلو میٹر سمندر میں رہ سکتی ہے۔ 15 تجارتی ماہی گیری پاکستان میں ایک بڑی اقتصادی سرگرمی ہے جس سے برآمدی آمدنی ہوتی ہے اور ہزاروں لوگوں کو روزگار مہیا ہوتا ہے۔

سمندری مچھلی کی اقسام

- شارک
- ڈرمز
- میکریل
- کروکر
- ڈرھیلز
- کیٹ فش

سمندری مچھلیوں کی مستقل پیداوار

مچھلی پکڑنے کی حد مقرر: حکومت پائیدار پیداوار کے سائنسی جائزوں کی بنیاد پر مچھلی کی مختلف انواع کو پکڑنے کے لیے حد مقرر کرسکتی ہے۔ اس سے زیادہ ماہی گیری کو روکنے اور اس مچھلی کو یقینی بنانے میں مدد ملے گی اور مچھلی کی آبادی کو صحت بنانے موقع ملے گا۔

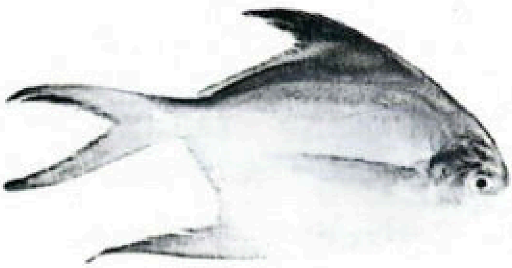

سفید پمفرٹ (سمندری نسل)

سپوننگ کے دوران ماہی گیری کے میدان بند کر دینا: مچھلی کی افزائش کے لیے سپوننگ کے موسم میں ماہی گیری کے میدانوں کو بند کر دیا جائے۔ حکومت مچھلی کے ذخیرے کی حفاظت اور مستقبل کو یقینی بنانے میں مدد کر سکتی ہے جس کی وجہ سے مچھلی کی نسل پروان چڑھ سکتی ہے۔

تباہ کن ماہی گیری کے آلات کے استعمال پر پابندی: تباہ کن ماہی گیری کا سامان جیسے ڈائنامائٹ اور نیچے کے ٹرول مچھلی کی رہائش گاہوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور مچھلیوں کو اندھادھند ہلاک کر سکتے ہیں۔ حکومت مچھلی کے ذخیرے اور سمندری ماحولیاتی نظام کی حفاظت کے لیے تباہ کن ماہی گیری کے سامان کے استعمال پر پابندی لگا سکتی ہے۔

اندرون ملک ماہی گیری

پاکستان میں اندرون ملک ماہی گیری مچھلی پکڑنے کے مختلف طریقے استعمال کرتی ہے۔ جن میں کاسٹ نیٹنگ، گل جالی، ٹرولنگ ہک ہینڈلائن فیشنگ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مچھلی کی افزائش اور ماہی گیری کے لیے میٹھے پانی کی جھیلیں، دریا، آبی ذخائر اور ترک شدہ نہروں اور ندیاں، اندرون ملک ماہی گیری میں پکڑی جانی والی مچھلیوں کی سب سے عام اقسام کارپ، کیٹ فش اور پرچ، پالا، تھلا، راہو اور ٹراؤٹ شامل ہیں۔

اقوام متحدہ کے فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن (FAO) کے مطابق پاکستان میں اندرون ملک ماہی گیری نے 2014 میں 211,069 سے زیادہ افراد کو ملازمت دی، جو پاکستانی ماہی گیری کے شعبے میں کل روزگار کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ پاکستان کے دیہی علاقوں میں بہت سے لوگوں کو روزی روٹی فراہم کرنا جن کے پاس ملازمت کے دوسرے مواقع نہیں ہیں۔ یہ غربت کو کم کرنے اور غذائی تحفظ کو بہتر بنانے میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اندرون ملک ماہی پروری کی پائیدار ترقی

پاکستانی حکومت مچھلیوں کی آبادی کو ذخیرہ کرنے، ماہی گیری کے طریقوں کو منظم کرنے اور مچھلیوں کی رہائش گاہ کی حفاظت جیسے اقدامات کے ذریعے اندرون ملک ماہی گیری کی پائیدار ترقی کو فروغ رہنے کے لیے کام کر رہی ہے۔

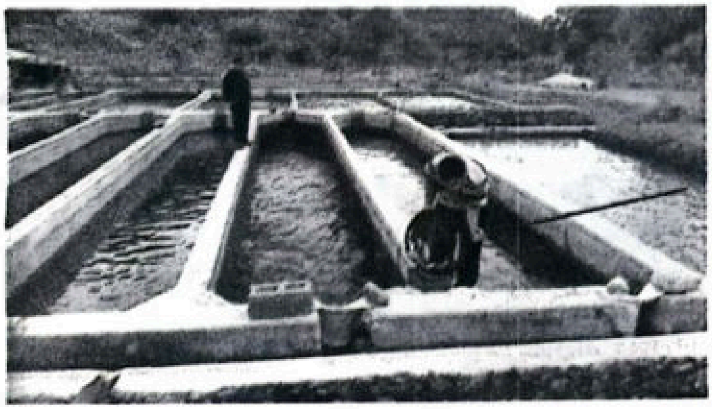

ٹراؤٹ فش فارم

آبی زراعت / مچھلی فارم

آبی زراعت کنٹرول شدہ ماحول میں مچھلی اور شیلف فش کی کاشت کاری ہے۔ سمندری غذا کی مانگ بڑھنے کے ساتھ ہی آبی زراعت کی ماہی گیری تیزی سے کم ہو رہی ہے۔ مچھلی کے فارموں کو صاف پانی کی قابل اعتماد فراہمی کی ضرورت ہے۔ یہ پانی تالابوں کو بھرنے اور تالابوں میں چانی کے معیار کو برقرار رکھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مچھلی کی خوراک تجارتی فراہم کنندگان سے خریدی جاتی ہے یا فارم پر تیار کی جاتی ہے۔ مچھلی کے فارم عام طور پر مختلف قسم کے آلات استعمال کرتے ہیں۔ جیسے پمپ آپریٹر اور فیڈر۔ یہ سامان تالابوں میں پانی کے معیار کو برقرار رکھنے، مچھلیوں کو خوراک دینے اور ان کی نشوونما اور صحت کی نگرانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہوا کے معیار اور آکسیجن کی سطح کو برقرار رکھنے کے لیے درخت لگائے جاتے ہیں۔ ماہی گیری کے اہم مراکز ٹھٹہ میں ہالیجی، دادو ضلع کی منچھر جھیل، کوٹری میں دریائے سندھ، سکھر، تربیلا کے ذخائر اور منگلا ڈیم شامل ہیں۔

فارمی مچھلی کی اقسام

اندرون ملک افزائش کے لحاظ سے مچھلی کی اقسام میں پلا، تھلا، رہو، مریل، گراس کارپ، سلور کارپ اور ٹراؤٹ شامل ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

مچھلی کے گوشت کے لیے استعمال ہونے والی مشینری مچھلی کے گوشت کو الگ کرنے والی مشین

انفرادی طور پر جلد مجاد دینے والی مشین (I&F)

برف کی مشین

دھات کو ڈھونڈ لینے والی مشین۔

کا نیکٹنگ پلیٹ۔

ٹھنڈا رکھنے کے لیے فریزر مشین

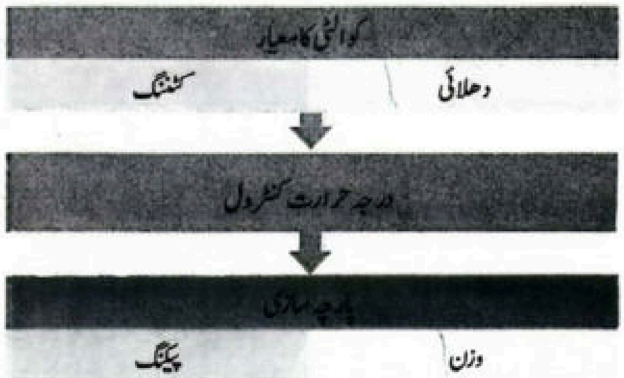

> ویلیو، ایڈڈ سمندری غذائی مصنوعات بنانے کے لیے، مچھلی کی قسم پر منحصر ہے جس میں ایک مخصوص عمل کی پیروی کی جاتی ہے۔ خاکہ حرف سورمی اور کٹل فش کی تفصیلی پروسیسنگ کو ظاہر کرتا ہے۔

ماہی گیری کی صنعت کے مسائل

پاکستان میں مچھلی کی صنعت کے 4 بڑے مسائل درج ذیل ہیں۔

i. ضرورت سے زیادہ ماہی گیری:۔ مچھلی کی صنعت پائیدار ترقی کے لیے زیادہ ماہی گیری سب سے بڑا خطرہ ہے۔ یہ مچھلی کی زیادہ مانگ، ماہی گیری کے لیے ناکافی ضوابط اور غیر قانونی ماہی گیری کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ii. آلودگی: صنعتی اور زرعی فضلہ سے پانی کو آلودگی مچھلی کے ذخیرے کو آلودہ کرتی ہے اور انہیں انسانی استعمال کے لیے غیر محفوظ بناتی ہے۔

iii. موسمیاتی تبدیلی: موسمیاتی تبدیلی سمندر کی سطح میں اضافے اور پانی کے درجہ حرارت میں اضافے کا سبب بن رہی ہے۔ یہ مچھلی کی رہائش گاہوں میں خلل ڈالتا ہے۔ جس سے مچھلیوں کی دوبارہ افزائش مشکل ہو رہی ہے۔

iv. بنیادی ڈھانچے اور ٹیکنالوجی کی کمی:۔ مچھلی کی صنعت میں جدید بنیادی ڈھانچہ اور ٹیکنالوجی کا فقدان ہے۔ اس سے ماہی گیروں کے لیے مچھلی کو موثر طریقے سے پکڑنا اور اس پر کاروائی کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

ماہی گیری کو فروغ دینے کے لیے حکومتی کوششیں

- ضرورت سے زیادہ ماہی گیری کو کم کرنا: حکومت متعدد اقدامات کے ذریعے ضرورت سے زیادہ ماہی گیری کو کم کرنے کے لیے کام کر رہی ہے۔ بشمول مچھلی پکڑنے کی حد مقرر کرنا، سپوننگ سیزن کے دوران ماہی گیری کے میدانوں کو بند کرنا اور تباہ کن ماہی گیری کے استعمال پر پابندی شامل ہیں۔
- آلودگی سے لڑنا: حکومت متعدد اقدامات کے ذریعے آبی آلودگی سے نمٹنے کے لیے کام کر رہی ہے۔ ان اقدامات میں بشمول گندے پانی کی صفائی کے پلانٹس میں سرمایہ کاری اور صنعتوں کو منظم کرنا، زرعی بہاؤ اور صاف پانی کی اہمیت کے بارے میں بیداری پیدا کرنا شامل ہیں۔

- موسمیاتی تبدیلی کے مطابق: حکومت ساحلی انفراسٹرکچر میں سرمایہ کاری کر کے، ماہی گیری کے نئے طریقے تیار کر کے اور ماہی گیروں کی مدد کر کے موسمیاتی تبدیلیوں کو اپنانے کے لیے کام کر رہی ہے تاکہ ان کی روزی کو متنوع بنایا جاسکے۔
- بنیادی ڈھانچے اور ٹیکنالوجی کو بہتر بنانا: حکومت ماہی گیری کے بندرگاہوں، پروسیسنگ میں سرمایہ کاری کر کے مچھلی کی صنعت میں بنیادی ڈھانچے اور ٹیکنالوجی کو بہتر بنانے کے لیے کام کر رہی ہے۔ سہولیات اور ٹھنڈی ذخیرہ گاہ کی سہولیات: حکومت ماہی گیروں کو ماہی گیری کے جدید طریقوں اور ٹیکنالوجیز کے استعمال کی تربیت اور مدد بھی فراہم کر رہی ہے۔

ہم نے کیا سیکھا

- زراعت کے شعبے کو پانی کی کمی، موسمیاتی تبدیلی اور زمین کے انحطاط کے مسائل کا سامنا۔
- زراعت بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے خوراک مہیا کرتی ہے اور لوگوں کو غربت سے نکالنے میں مدد دیتی ہے۔
- خریف کی فصلیں پاکستان میں جون تا ستمبر مون سون کے موسم میں اُگائی جاتی ہیں اور فروری اور مارچ میں کاٹی جاتی ہیں۔ یہ سردیوں میں خوراک کا ذریعہ ہیں۔
- زراعت ایک نظام کے طور پر مداخل، عمل اور پیداوار کا ایک پیچیدہ جال ہے جو خوراک اور دیگر زرعی مصنوعات تیار کرنے کے لیے مل کر کام کرتا ہے۔
- پاکستان کے پاس ایک طویل ساحلی پٹی ہے اور متعدد اندرونِ ملک آبی ذخائر ہیں جو ماہی گیری کے وافر وسائل فراہم کرتے ہیں۔ ماہی گیری کا شعبہ پاکستان میں 20 لاکھ سے زیادہ افراد کو ملازمت دیتا ہے اور ملک کی خام ملکی پیداوار تقریباً ایک فیصد حصہ ڈالتا ہے۔

مشق

سوال نمبر ۱: مندرجہ ذیل سوالات کے چار کثیر الانتخابی جوابات دیئے گئے ہیں، ان میں سے صحیح جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ پاکستان میں ماہی گیری کے شعبے میں ملازمت کرنے والے افراد کی تخمینی تعداد کیا ہے؟

(الف) 2 ملین　(ب) 10 ملین　(ج) 20 ملین　(د) 100 ملین

۲۔ پاکستان میں ماہی گیری کے شعبے کو درپیش سب سے بڑے چیلنجوں میں سے ایک کیا ہے؟

(الف) بہت زیادہ ماہی گیری　(ب) غیر قانونی ماہی گیری　(ج) آلودگی　(د) اوپر دیئے گئے تمام جوابات

۳۔ پاکستان میں سب سے زیادہ کاشت کی جانے والی نقدی فصل کون سی ہے؟

(الف) گندم　(ب) چاول　(ج) کپاس　(د) گنا

۴۔ پاکستان میں کیش فارمنگ کے تین فوائد کیا ہیں؟

(الف) یہ کسانوں کو آمدنی فراہم کرتا ہے۔　(ب) ملکی خوراک کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔

(ج) زرعی میدان میں روزگار فراہم کرتا ہے۔　(د) کسان اور اس کے خاندان کی ضروریات پورا کرتا ہے۔

۵۔ چاول کی کاشت کا ذیل میں کون سا طریقہ ہے؟

(الف) براڈکاسٹنگ (ب) ٹرانسپلانٹنگ (ج) الف اور ب دونوں (د) ان میں سے کوئی بھی نہیں

٦۔ گنے کی کاشت کا ذیل میں سے کون سا طریقہ ہے؟

(الف) سٹاک کٹنگ (ب) ٹرانسپلانٹنگ (ج) ٹرینچ پلانٹنگ (د) ان میں سے کوئی بھی نہیں۔

۷۔ خانہ بدوش اور ٹرانس ہیومنس گلہ بانی میں درج ذیل میں سے کون سا اہم فرق ہے؟

(الف) خانہ بدوش چرواہے پانی اور چراگاہ کی تلاش میں آگے بڑھتے ہیں جبکہ غیر انسانی چرواہے۔ موسمی نقل مکانی کے باقاعدہ انداز کی پیروی کرتے ہیں۔

(ب) خانہ بدوش چرواہوں کے پاس عام طور پر مستقل گھر ہوتے ہیں۔ جبکہ غیر انسانی چرواہے مستقل رہائش نہیں رکھتے۔

(ج) خانہ بدوش چرواہوں کے پاس کئی اقسام کے مویشی ہوتے ہیں جبکہ غیر انسانی خانہ بدوش ایک یا دو طرح کے جانور رکھتے ہیں۔

(د) خانہ بدوش گلہ بانی دنیا کے تمام حصوں میں رائج ہے جبکہ بعض خطوں میں ہجرت کا رواج ہے۔

۸۔ خانہ بدوش اور ٹرانس ہیومنس گلہ بانی کے فوائد میں سے ایک کیا ہے؟

(الف) یہ چرواہے کو چرنے کے وسائل کی وسیع رینج تک رسائی کی اجازت دیتا ہے۔

(ب) یہ کسی ایک علاقے میں زیادہ چرانے کے خطرے کو کم کرنے میں مدد دیتا ہے۔

(ج) یہ چرواہوں کو دوسرے چرواہوں یا کسانوں کے ساتھ تنازعات سے بچنے کی اجازت دیتا ہے۔

(د) اوپر دیئے گئے تمام جوابات۔

۹۔ اندرون ملک مچھلی کی کاشت کاری اور آبی زراعت کی کاشت کاری کے درمیان درج ذیل میں سے کون سا فرق ہے؟

(الف) میٹھے پانی کے ذخائر میں اندرون ملک مچھلی کی افزائش کی مشق کی جاتی ہے جبکہ آبی زراعت کی کاشتکاری میٹھے پانی اور کھارے پانی کے ذخائر دونوں میں کی جاسکتی ہے۔

(ب) اندرون ملک مچھلی کی افزائش میں عام طور پر چھوٹے پیمانے پر کام شامل ہوتے ہیں جبکہ آبی زراعت افزائش میں چھوٹے پیمانے پر اور بڑے پیمانے پر یہ دونوں کام شامل ہوسکتے ہیں۔

(ج) اندرون ملک مچھلی کی افزائش عام طور پر ترقی پذیر ممالک میں کی جاتی ہے۔ جبکہ آبی زراعت کی کاشتکاری عام طور پر ترقی یافتہ ممالک میں کی جاتی ہے۔

(د) آفس فارمنگ ایک نیا عمل ہے جبکہ آبی زراعت کی کاشتکاری صدیوں سے رائج ہے۔

۱۰۔ مندرجہ ذیل میں سے کون سا اندرون ملک کاشتکاری اور آبی زراعت کی کاشت کاری کے درمیان یکساں ہے؟

(الف) دونوں طریقوں میں آبی حیاتیات کی کاشت کاری شامل ہے۔

(ب) دونوں طریقوں کو انسانی استعمال کے لیے خوراک تیار کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

(ج) تمام طرزِ عمل لوگوں کے لیے آمدنی اور روزگار کا ایک فی صد فراہم کرسکتے ہیں۔

(د) اوپر دیئے گئے تمام جوابات۔

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ کیش کراپ فارم پر مداخل، عملوں اور مخارج چھوٹے پیمانے پر کس طرح گزارہ کرسکتے ہیں؟

۲۔ سندھ اور مکران کے ساحل کی ماہی گیری کی بندر گاہوں کی نشاندہی کریں۔

۳۔ چاول گندم کی فصل کی ظاہری شکل بیان کریں۔

۴۔ گنے کا درجہ حرارت، بارش اور مٹی کے حالات کس طرح مختلف ہیں؟

۵۔ تمام نقد فصلوں کے لئے عام تین بڑے مسائل کی وضاحت کریں جو ترقی میں رکاوٹ ہیں؟

٦۔ پاکستان میں پائیدار زراعت کے لیے طریقہ کار تجویز کریں۔

۷۔ مندرجہ ذیل کے روزگار کے شعبے میں شراکت کا موازنہ کریں۔

i. کپاس اور چاول ii۔ فشریز iii۔ مویشی

سوال نمبر ۳: درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

۱۔ پاکستان میں نقد فصلوں کی مستقل پیداوار کے لیے کون سے اقدامات ضروری ہیں۔ چاول، کپاس، گنے اور گندم کے حوالے سے وضاحت کریں۔

۲۔ پاکستان کی معیشت کے لیے مکئی، تمباکو اور دیگر فصلوں کی اہمیت واضح کریں۔

۳۔ پاکستان کی اقتصادی ترقی کے لیے مویشی پالنا کس حد تک اہم ہے؟

۵۔ چاول، تمباکو اور گندم کی کاشت کے طریقہ کار میں فرق بیان کریں۔

٦۔ پاکستان میں ماہی گیری کی صنعت کے تحفظ اور ترقی کے لیے اقدامات تجویز کریں۔

آراء کی تشکیل (بحث)
اگر ہم دریاؤں یا نہری پانی کے چھوڑے ہوئے چینل کا استعمال کر کے سندھ کے میدانی علاقوں میں مچھلی کے مزید فارم تیار کرتے ہیں تو اس سے فصلوں اور مویشیوں پر بوجھ کم ہوگا۔ کیا آپ متفق ہیں؟ وجوہات اور مخصوص مثالیں دیں۔

سرگرمی
زراعت میں ٹیکنالوجی کے استعمال کی تحقیقات کریں۔ درست کاشتکاری، ڈرون اور ربوٹکس کو شامل کریں۔

لغت

ماہی گیری:	مچھلی پکڑنے یا پالنے کی صنعت یا سرگرمی
رزق کی زراعت:	زراعت کی ایک قسم جس میں کسان اپنے خاندان کی ضرورت کے لیے خوراک پیدا کرتا ہے لیکن فروخت کے غرض سے بھی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔
تجارتی زراعت:	زراعت کی ایک قسم جس میں یکساں منافع کے غرض سے خوراک تیار کرتا ہے۔
نقد فصل:	ایسی فصلیں جو کسان اپنے استعمال کے بجائے پیسے کے عوض فروخت کر کے پیسہ کماتا ہے۔
کھانے کی فصل:	وہ فصلیں جو خوراک کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اُگائی جاتی ہیں۔
مویشی:	وہ جانور جو اپنے گوشت دودھ انڈے یا اون کی پیداوار کی وجہ سے پالے جاتے ہیں۔
فصل کی گردش:	سالوں کی ایک سریز میں ایک ہی کھیت میں مختلف فصلوں کو بڑھانے کی مشق۔ یہ مٹی کی زرخیزی کو بہتر بنانے اور کیڑوں اور بیماریوں کے خطرے کو کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔
آبپاشی:	زمین یا فصلوں کو مصنوعی پانی دینا۔
کھاد:	مٹی کی زرخیزی کو بڑھانے اور زیادہ پیداوار کے حصول کے لیے مٹی میں ملایا جاتا ہے۔
کیڑے مار ادویات:	ایسی ادویات جو فصلوں میں موجود کیڑوں کو ختم کر دیتی ہے۔ جیسے کیڑے مکوڑے، گھاس یا پھپوندی۔
آبی زراعت:	آبی خوراک کی کاشت جیسے مچھلی شیلفش
ماہی گیری کا انتظام:	پائیدار ماہی گیری کو یقینی بنانے کے لیے مچھلیوں کی آبادی اور ان کے رہائش گاہوں کا انتظام مکمل کرنے کا عمل۔
بے تحاشہ ماہی گیری:	مچھلی کو اس شرح سے پکڑنا کہ مچھلی کی آبادی زیادہ تیز ہو کر دوبارہ پیدا ہو سکے۔

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ کو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔

حصہ سوم

پاکستان کے وسائل اور اقتصادی ترقی

سبق

09

ٹرانسپورٹ اور تجارت

یہ سبق پڑھنے کے بعد طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- پاکستان میں نقل و حمل کے طریقہ کار کو ان کے مقاصد کی بنیاد پر درجہ بندی کرتا ہے۔ اور پورے پاکستان میں سڑکوں، ریل اور ہوائی و حمل کے نیٹ ورکس کے ارتکاز اور ترتیب میں علاقائی فرق کا اندازہ لگاتا ہے۔ جس میں فلکیات ہر بادی اور اقتصادی سرگرمی جیسے عوامل کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔
- پاکستان کے شہری علاقوں میں خشک بندر گاہوں کے تصور کا تجزیہ کریں۔ بر آمد کے لیے سامان کی نقل و حمل کو ہموار کرنے میں ان کے فوائد کو اُجاگر کرتے ہوئے روایتی بندر گاہوں پر انحصار کم کریں۔
- رفتار، لاگت، اعتبار اور ماحولیاتی اثرات جیسے عوامل پر غور کرتے ہوئے، پاکستان کے اندر سامان اور لوگوں دونوں کی نقل و حرکت کے لیے نقل و حمل کے مختلف طریقوں کے فوائد اور نقصانات کا موازنہ اور فرق محسوس کرنا۔
- پاکستان کے تجارتی معیشت میں تجارت کا کردار کا تجزیہ کریں۔ بشمول مسابقت میں اضافہ اور عالمی منڈی تک رسائی جیسے فوائد۔
- چین، وسطی ایشیاء اور مشرق وسطی کے ساتھ عالمی تجارت پر پاکستان کے تجارتی راستوں جیسے گوادر پورٹ سی پی ای سی اور کراچی پورٹ کے اثرورسوخ تک رسائی حاصل کریں تاکہ بین الاقوامی تجارت پر اثر انداز ہونے والے عوامل کو سمجھا جاسکے، بشمول تجارتی معاہدے، محصولات، نقل و حمل کے اخراجات، سیاسی استحکام اور مارکیٹ کی طلب۔
- ان اندورنی چیلنجوں کا تجزیہ کریں جن کا پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک کو دوسرے ممالک کے ساتھ تجارت میں اپنا حصہ بر قرار رکھنے یا بڑھانے میں سامنا کرنا پڑسکتا ہے اور اس کے پائیدار حل کی بھی ضرورت ہے۔

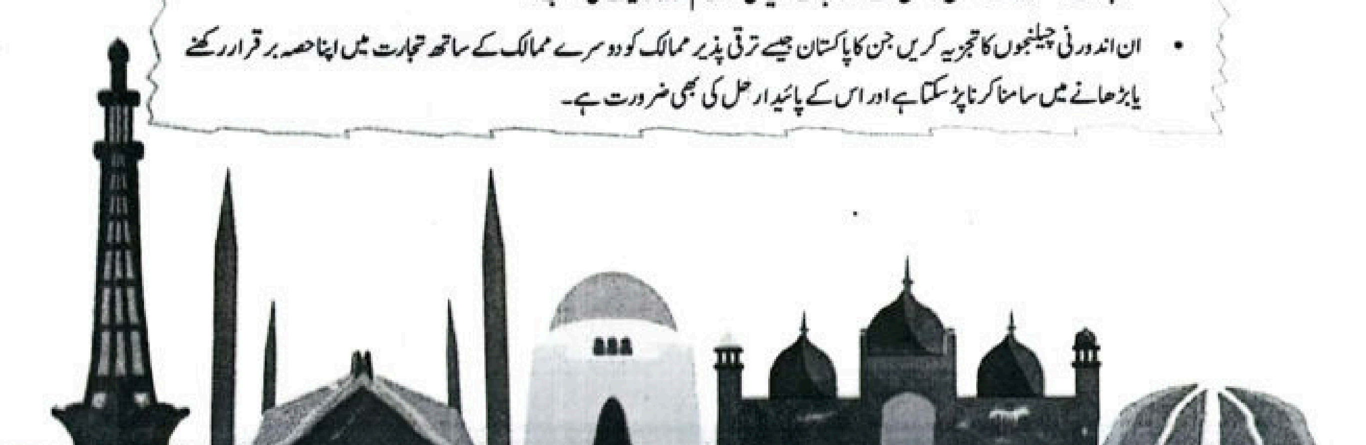

پاکستان میں نقل و حمل کے متعدد طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان میں ہوائی سفر، ریل کا سفر اور سڑک کا سفر شامل ہیں۔ ہر قسم کی نقل و حمل کے لیے، بہت سے مقاصد کا استعمال کیا جاتا ہے۔

ا۔ بذریعہ سڑک

پاکستان میں انٹر سٹی ٹریول اور سڑک کے ذریعے کارگو کی نقل و حرکت اس نقل و حمل کے دو مقاصد ہیں جو اکثر استعمال ہوتے ہیں۔

علاقائی فرق: شمالی علاقہ جات، گلگت بلتستان اور خیبر پختونخوا جیسے پہاڑی علاقوں میں سڑکوں نے نیٹ ورک بنیادی طور پر دور دراز علاقوں اور سیاحتی مقامات کو جوڑنے کے لیے بنائے جاتے ہیں۔

شہری علاقے: کراچی، لاہور اور اسلام آباد جیسے گنجان آباد شہری علاقوں میں ٹریفک کی بڑی مقدار کو سنبھالنے کے لیے وسیع نیٹ ورک موجود ہیں۔

2۔ ریل کے ذریعے نقل و حمل

پاکستان میں انٹر سٹی ٹریول اور سڑک کے ذریعے کارگو کی نقل و حرکت اس نقل و حمل کے دو مقاصد ہیں جو اکثر استعمال ہوتے ہیں۔

مین ٹرنک لائنز: پشاور، لاہور، راولپنڈی اور کراچی جیسے اہم شہروں کو جوڑ کر یہ لائنیں ان علاقوں کے درمیان تجارت کو آسان بنا دیتی ہیں۔

پہاڑی علاقے: دور دراز اور چڑھائی والے علاقوں میں ٹپو گرافی کل مسائل کی وجہ سے ریل نیٹ ورک کم وسیع ہیں۔

3۔ ہوائی نقل و حمل

ہوائی سفر زیادہ تر لمبی دوری کے سفر اور بین الاقوامی رابطوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ مسافروں اور کارگو دونوں کی منتقلی کو آسان بناتا ہے۔

4۔ علاقائی فرق

اہم ہوائی اڈے: کراچی، لاہور اور اسلام آباد جیسے اہم شہر اہم بین الاقوامی ہوائی اڈوں کا گھر ہیں۔ جو مقامی اور بین الاقوامی سطح پر سفری سہولیات فراہم کرتے ہیں۔

علاقائی ہوائی اڈے: کوئٹہ، پشاور، سیالکوٹ اور فیصل آباد جیسے شہروں میں چھوٹے علاقائی ہوائی اڈے ہیں جو اندرون ملک پروازوں اور علاقائی رابطے کی سہولیات فراہم کرتے ہیں۔

علاقائی تغیرات کو متاثر کرنے والے عوامل

۱۔ ٹپوگرافی: شمالی پہاڑی علاقوں سڑک اور ریل نیٹ ورک کو بڑھانا مشکل بنا دیتے ہیں۔ یہ ان علاقوں میں محدود رابطے فراہم کرتا ہے۔

۲۔ ساحلی علاقوں میں رابطگی عام طور پر ہموار ٹپوگرافی کی سپورٹ کی وجہ سے سڑک اور ریل نیٹ ورکس کے لیے کہیں بہتر ہے۔

۳۔ آبادی کی تقسیم: گنجان آباد شہروں کو ٹریفک کے انتظام کے لیے وسیع سڑکوں کے نظام کی ضرورت ہوتی ہے۔ دیہی علاقوں میں آبادی کی کثافت کم ہونے کی وجہ سے ان کے پاس محدود سفری ممکنات ہوتی ہیں۔

۴۔ اقتصادی سرگرمی: کراچی، لاہور، فیصل آباد اور سیالکوٹ جیسے شہروں میں جو پاکستان کے بڑے صنعتی اور اقتصادی مراکز سمجھے جاتے ہیں۔ ان میں ترقی یافتہ ٹرانزٹ نیٹ ورکس کی موجودگی سے کاروبار اور تجارت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ زرعی علاقے سامان اور فصلوں کی نقل و حرکت کے لیے سڑک اور ریل نیٹ ورکس پر انحصار کرتے ہیں۔

۵۔ حکومتی پالیسیاں: حکومت کے اخراجات کے ساتھ قواعد و ضوابط نقل و حمل کے بنیادی ڈھانچے کی تخلیق کو متاثر کرتے ہیں۔ چین پاکستان اقتصادی راہداری (PEC) کی وجہ سے کچھ علاقوں میں سڑکوں اور ریل کے رابطے میں بہتری آئی ہے۔

مختصراً پاکستان میں نقل و حمل کے لیے کئی طریقے استعمال ہوتے ہیں۔ جغرافیائی حالات / فرق ان طریقوں کے استعمال میں تغیرات پیدا کرتے ہیں۔ مختلف جغرافیائی عوامل (جیسے آبادی کی کثافت، اقتصادی سرگرمی، اور سیاسی قوانین) نیٹ ورکس کی تشکیل میں مسائل پیدا کرتے ہیں۔ ملک کی ترقی کا انحصار اب بھی بنیادی ڈھانچے اور مواصلات کے اعلیٰ نظام پر ہے۔

خشک بندرگاہیں

اندرون ملک بندرگاہوں یا ٹرمینلز کو بعض اوقات خشک بندرگاہوں کے نام سے جانا جاتا ہے۔ پاکستان کے شہری علاقوں میں س یہ سامان کی برآمد اور نقل و حمل کے لیے ضروری ہیں۔ یہ سہولیات ملک کے اہم علاقوں میں دی جاتی ہیں۔ شاہراہیں، ریل روڈ اور یہاں تک کہ ہوائی جہاز بھی نقل و حمل کے کچھ طریقے ہیں جو خشک بندرگاہوں سے جڑتے ہیں وہ برآمدی عمل کی کارکردگی کو بڑھاتے ہیں اور روایتی طریقوں پر انحصار کم کرتے ہیں۔ خشک بندرگاہوں کے بہت سے فوائد ہیں۔

۱۔ ٹریفک میں کمی: پاکستان کے شہری علاقوں میں بڑے ٹریفک جام ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بندر گاہوں تک اور وہاں سے سامان کی ترسیل میں مشکل پیش آتی ہے۔ خشک بندر گاہیں شہری علاقوں سے بڑی مقدار میں ٹریفک کو ہٹا کر سڑک بلاک کرنے والے حالات اور آلودگی کو کم کرنے میں مدد کرتی ہیں۔

۲۔ بچت: خشک بندر گاہوں کا استعمال کرتے ہوئے ہم بندر گاہوں پر سامان کی فراہمی کی لاگت کو نمایاں طور پر کم کر سکتے ہیں۔ لمبی دوری کی ٹرکنگ، جو اشیاء کو ایک مقام سے بندر گاہ تک پہنچاتی ہے کم ہو جاتی ہے اور وقت اور پیسہ دونوں بچتا ہے۔ عالمی منڈی میں کاروباری، نقل و حمل کے اخراجات کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چین کا بسلیٹ اینڈ روڈ انیشیٹو اس کی ایک بڑی مثال ہے۔

3۔ بہتر نقل و حمل: خشک بندر گاہیں سامان کی تقسیم اور ذخیرہ کرنے کے لیے مقامات فراہم کر کے لاجسٹک مراکز کے طور پر کام کرتی ہیں۔ اس سے برآمد کنندگان کو کارگو کی نقل و حمل کو ہموار کر کے اپنی سپلائی چینز کو مؤثر طریقے سے منظم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

۴۔ رسائی: خشک بندر گاہیں ان شہروں کے قریب رکھی جاتی ہیں۔ جنہیں پیداواری اور صنعتی مرکز سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا برآمد کنندگان اور مینوفیکچررز کے لیے وہاں پہنچنا تیز اور آسان ہو جاتا ہے۔ نتیجے کے طور پر وہ تیزی سے اپنا سامان خشک بندر گاہوں تک پہنچا سکتے ہیں جہاں انہیں کھیپ کے لیے تیار کیا جا سکتا ہے۔ سفر کا وقت کم ہو جاتا ہے اور سپلائی چین مجموعی کارکردگی بہتر ہو جاتی ہے۔

۵۔ کسٹمز کلیئرنس اور کاغذی کاروائی: خشک بندر گاہوں میں اکثر کسٹم کی سہولیات شامل ہوتی ہیں، جو ایکسپورٹ کلیئرنس کے عمل کو تیز کرنے میں مدد کرتی ہیں۔ جب کسٹم اہلکار موجود ہوں تو کوئی بھی مسئلہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس کو جلد سے جلد حل کرنا ضروری ہے۔ یہ تاخیر کو کم کرنے اور آسان برآمدات کو یقینی بنانے میں مدد کرتا ہے۔

۶۔ اقتصادی ترقی: شہری علاقوں میں خشک بندر گاہوں کی تعمیر نئے کاروبار کو فروغ دینے، روزگار کے موقع پیدا کرنے اور تجارت کو فروغ دے کر اقتصادی ترقی کو تحریک دے سکتی ہے۔ یہ مقامات ویلیو ایڈڈ سروسز جیسے پیکنگ، لیبلنگ اور کوالٹی کنٹرول کے لیے ایک مرکز کے طور پر کام کر سکتے ہیں۔

۷۔ بندر گاہوں پر انحصار میں کمی: بندر گاہوں پر پاکستان کا نمایاں انحصار اکثر بین الاقوامی تجارت میں رکاوٹوں اور تاخیر کا باعث بنتا ہے۔ خشک بندر گاہیں اس کو کم کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

۸۔ حفاظت اور تحفظ: بہتر حفاظتی اقدامات اکثر خشک بندر گاہوں پر استعمال ہوتے ہیں۔ یہ اقدامات کارگو کو پہنچنے والے نقصان اور چوری کے خطرے کو کم کرتے ہیں۔ یہ خاص طور پر مہنگی یا نازک اشیاء کے لیے بہتر ہے۔

مختصر اً یہ کہ پاکستانی شہروں میں خشک بندر گاہوں کے کئی فوائد ہیں۔ وہ نہ صرف اشیاء کی برآمد کو تیز کرتے ہیں بلکہ روایتی بندر گاہوں پر بھی انحصار کم کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ خشک بندر گاہوں کی توسیع پاکستان کی تجارتی مسابقت اور اقتصادی ترقی کو فروغ دے سکتی ہے۔

نقل وحمل کے مختلف طریقوں کے فوائد ونقصانات

ہر ملک کے بنیادی ڈھانچے میں نقل وحمل کو شامل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ اقتصادی ترقی، رسائی اور عمومی معیار زندگی کو متاثر کرتا ہے۔ پاکستان میں سامان اور لوگ دونوں کی نقل وحمل کی جاتی ہے۔ نقل وحمل کے مختلف طریقے ہیں۔ ہر طریقے کے اپنے فوائد اور نقصانات ہوتے ہیں۔ ہم رفتار، قیمت، انحصار اور ماحولیاتی اثرات جیسی چیزوں کی بنیاد پر اس سیکشن میں مختلف طریقوں کا تقابل اور تجزیہ کریں گے:۔

ا۔ روڈ ٹرانسپورٹ

فوائد:

i. تیز رفتار: چونکہ پاکستان کے بیشتر علاقوں تک سڑک کے ذریعے پہنچا جا سکتا ہے۔ اس لیے سڑک کے ذریعے بہت تیزی سے چھوٹے فاصلے طے کیے جا سکتے ہیں۔

ii. لاگت: دیگر بنیادی ڈھانچے کے مقابلے میں سڑکوں کی تعمیر اور دیکھ بھال کم مہنگی ہے۔

iii. لچک: سڑک کی نقل وحمل شہری اور دیہی دونوں علاقوں کے لیے موزوں ہے کیونکہ یہ دور دراز کے مقامات تک رسائی کے لیے بہتر ہے۔

iv. اعتماد: سڑک کی نقل وحمل اکثر مختصر فاصلے اور مقامی سفر کے لیے قابل اعتماد ہوتی ہے۔

نقصانات:

i. ٹریفک جام: کراچی اور لاہور جیسے بڑے شہروں میں بھاری ٹریفک نظر آتی ہے جس کی وجہ سے تاخیر ہوتی ہے۔

ii. حفاظت:۔ سڑک کے خراب حالات اور حادثات کی بلند شرح، خاص طور پر پہاڑی علاقوں میں خطرناک ہو سکتی ہے۔

iii. آلودگی: سڑک کی ٹریفک آلودگی اور سڑکوں کے انحطاط میں معاون ہے، جس کا ماحول پر برا اثر پڑتا ہے۔

۲۔ ریل کی آمد ورفت

فوائد:

i. رفتار: ٹرینیں بڑی دوری کے لیے زیادہ موزوں ہیں، خاص طور پر بڑے کارگو کے لیے۔

ii. مالیت:۔ طویل فاصلے اور کارگو کی بڑی مقدار کے لیے ریل کی نقل وحمل سب سے زیادہ بچت کا ذریعہ ہے۔

iii. کارکردگی:۔ یہ کم توانائی استعمال کرتا ہے اور کم ماحولیاتی اثر اندازی کا سبب بنتا ہے۔

طالب علموں کے لیے اپنے قریبی سمندری بندرگاہ یا خشک بندرگاہ پر ایک مطالعہ کے سفر کی منصوبہ بندی کریں اور طالب علموں کو اس کے فوائد اور نقصانات سے آگاہ کریں۔

نقصانات:

i. اعتماد:۔پاکستان کے پرانے انتظامی ڈھانچے اور ناقص طریقہ دیکھ بھال کی وجہ سے تاخیر عام ہے۔

ii. محدود رابطہ:۔بنیادی طور پر ریل نیٹ ورک بڑے شہروں کو جوڑتے ہیں اور دیہی علاقوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

iii. مسافروں کی خدمات:۔کم رفتار اور پرانے زمانے کے بنیادی ڈھانچے کی وجہ سے، مسافر ٹرینیں کم مقبول ہیں۔

۳۔ہوائی سفر

فوائد:

i. رفتار:پاکستان کے دور دراز علاقوں سے منسلک کرنے کے لیے ہوائی سفر تیز ترین ذریعہ ہے۔اسلام آباد،لاہور اور کراچی جیسے بڑے شہروں کے ہوائی اڈے آپس میں منسلک ہیں۔

ii. اعتماد:۔پابندی ٔوقت کے لحاظ سے، پروازیں عام طور پر قابل اعتماد نظر آتی ہیں۔

نقصانات:

i. قیمت:۔ہوائی سفر مہنگا ہو سکتا ہے۔جو بہت سے افراد کے لیے اس کی رسائی کو محدود کر دیتا ہے۔

ii. محدود کارگو:۔چونکہ ہوائی نقل وحمل مہنگی ہے لہٰذا یہ صرف مہنگی اور ضروری اشیاء کے بھیجنے کے لیے ضروری ہے۔

iii. ماحولیاتی اثرات:۔ہوا بازی کا اخراج گرین ہاؤس گیسوں کی پیداوار پر اثر انداز ہوتا ہے۔

۴۔آبی نقل وحمل

فوائد:

i. قیمت:بین الاقوامی تجارت کے لیے، کراچی اور گوادر جیسے بندرگاہوں سے پانی کے ذریعے نقل وحمل اقتصادی طور پر فائدہ مند ہو سکتی ہے۔

ii. بڑی مقدار میں سامان:۔خاص طور پر بڑی مقدار میں سامان، پانی کی نقل وحمل کے ذریعے درآمد کیا جا سکتا ہے۔

iii. کم ماحولیاتی اثرات:۔دوسرے طریقوں کے مقابلے میں بحری جہازوں کی وجہ سے ماحول پر کاربن کم اثر انداز ہوتا ہے۔

نقصانات:

i. رفتار:جب اندرون ملک سفر کی بات آتی ہے تو پانی کے ذریعے نقل وحمل دوسرے ذرائع کی نسبت سست ہوتی ہے۔

ii. محدود رسائی:پاکستان کے پسماندہ اندرونی آبی گزرگاہوں کی وجہ سے کچھ علاقوں تک رسائی میں رکاوٹ ہے۔

iii. بنیادی ڈھانچہ:بندرگاہوں اور آبی گزرگاہوں کو بہت زیادہ مرمت اور سرمایہ کاری کی ضرورت ہوتی ہے۔

ماحولیاتی اثر: گرین ہاؤس اور آلودگیوں کے اخراج کی وجہ سے سڑک اور ہوائی نقل و حمل کی نسبت ریل اور پانی کی نقل و حمل جن کے ماحول پر کم برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ عام طور پر ان کو ماحولیاتی دوست سمجھا جاتا ہے۔

پاکستان میں نقل و حمل کے ذریعے کا انتخاب مختلف عوامل پر منحصر ہے جیسے مسافروں کی ضروریات، فاصلے، رسائی اور ماحولیاتی خدشات، ہر ذریعے کے مثبت اور منفی اثرات ہوتے ہیں۔

تجارت

سامان اور خدمات کی خرید و فروخت کے عمل کو تجارت کہا جاتا ہے۔ پاکستان کی معیشت کے لیے تجارت ضروری ہے۔ یہ مختلف قسم کے فوائد پیش کرتا ہے۔ یہاں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ تجارت کیسے پاکستان کی معیشت کو اثرانداز کرتی ہے۔

۱۔ اقتصادی ترقی اور پیداوار: تجارت پاکستان کے لیے ایک، بہت بڑا اقتصادی شراکت دار ہے۔ ملک کی جی ڈی پی کی ایک قابل ذکر مقدار اشیاء اور خدمات کی برآمدات اور درآمدات پر مشتمل ہے۔ پاکستان بین الاقوامی طور پر ایک بڑے کلائنٹ بیس سے رابطہ کر سکتا ہے۔ تجارت اور زیادہ پیداوار اور کھپت کے ذریعے اس کی اقتصادی ترقی کو فروغ دے سکتا ہے۔

۲۔ برآمدات کی توسیع: تجارت پاکستان کی زراعت کے علاوہ بھی برآمدات کو بڑھانے میں مدد دیتی ہے۔ تجارت محدود اشیاء پر انحصار کو کم کرتی ہے اور نقصان کے خطرے کو کم کرنے میں مدد دیتی ہے۔

۳۔ مسابقت: بین الاقوامی تجارت میں حصہ لینے سے پاکستانی صنعتوں کی مسابقت بڑھ جاتی ہے۔ اگر کاروباری حضرات چاہیں تو اپنی پیداواری صلاحیت اور معیار کو بڑھا سکتے ہیں۔ بین الاقوامی منڈیوں میں کامیابی، بہتر پیداواری صلاحیت، اختراع، اور لاگت کی بڑھتی ہوئی مسابقت کے نتیجے میں ممکن ہو سکتی ہے۔

۴۔ ٹیکنالوجی اور ہنر تک رسائی: تجارت پاکستانی کاروبار کو غیر ملکی بہترین طریقوں اور اختراعات سے روشناس کراتی ہے۔ مشینری اور دیگر اعلیٰ اشیاء کی درآمد گھریلو پیداواری صلاحیت کو بڑھا سکتی ہے۔ علم کی منتقلی اور مہارت کی ترقی کے ساتھ بیرون ملک شراکت داروں کے تعاون کے ذریعے سہولت فراہم کی جا سکتی ہے۔

۵۔ غیر ملکی کرنسی: برآمدات غیر ملکی زر مبادلہ پیدا کرتی ہیں۔ پاکستان کو بیرون ملک اپنے قرضوں کی ادائیگی اور روپیہ مستحکم رکھنے کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ پاکستان کا معاشی استحکام زر مبادلہ کی منڈی اور مستحکم کرنسی کے مضبوط ہونے سے وابستہ ہے۔

۶۔ ملازمتوں کی تخلیق: تجارت سے متعلق سرگرمیاں مارکیٹنگ، بینکنگ اور مینوفیکچرنگ سمیت متعدد صنعتوں میں روزگار پیدا کرتی ہیں۔ اس سے غربت اور بے روزگاری کم ہو سکتی ہے۔

۷۔ خام مال کی دستیابی: تجارت کے ذریعے خام مال اور خیالات تک رسائی حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ جو مقامی طور پر سستی یا دستیاب نہیں ہو سکتے ٹیکسٹائل اور مینوفیکچرنگ جیسے شعبوں کو برقرار رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے۔

۸۔ عالمی منڈی تک رسائی: پاکستان تجارتی معاہدوں اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (W T O) جیسی تنظیموں میں رکنیت کے ذریعے بین الاقوامی منڈیوں تک خصوصی رسائی حاصل کرتا ہے۔ یہ معاہدے تجارتی رکاوٹوں اور محصولات کو کم کر سکتے ہیں۔ اور غیر ملکی منڈیوں میں پاکستانی سامان کی اہمیت کو بڑھا سکتے ہیں۔

۹۔ صارفین کی بہبود اور انتخاب: پاکستان میں صارفین کو بین الاقوامی تجارت کے ذریعے سامان کی ایک بڑی حد تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔ جس سے ان کی زندگی کا معیار بہتر ہوتا ہے۔ زیادہ مسابقت کے نتیجے میں کم قیمتوں کے ساتھ اعلیٰ معیار کی اشیاء مل جاتی ہیں۔

۱۰۔ مالی استحکام: تجارت غیر ملکی سرمایہ کاری کو راغب کر کے معیشت میں بچت اور سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کر کے معاشی استحکام کو فروغ دے سکتی ہے۔ یہ آمدنی کے سلسلے کو بڑھانے میں مدد کرتی ہے۔ لہٰذا کسی خاص صنعت یا منڈی پر انحصار کی ضرورت نہیں پڑتی۔

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اگرچہ تجارت کے بہت سے فوائد ہیں لیکن اس میں تجارتی عدم توازن، عالمی طلب میں تبدیلی جیسی خوبیاں بھی ہیں اور بیرونی معاشی مسائل کا سامنا بھی۔ پاکستان کو اپنے بنیادی ڈھانچے کو ترقی دینے، انٹرپرینیور اور اختراع کی حوصلہ افزائی کرنے اور اقتصادی پالیسی کے لیے اس کے مقاصد سے مماثل سمجھدار تجارتی پالیسیوں کو نافذ کرنے کے لیے مزید کوششیں کرنی چاہییں۔

تجارتی راستے

چین، وسطی ایشیا اور مشرق وسطیٰ کے درمیان عالمی تجارت پاکستان کے تجارتی راستوں، خاص طور پر گوادر پورٹ، چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) اور کراچی بندرگاہ سے نمایاں طور پر متاثر ہوتی ہے. علاقائی اور بین الاقوامی تجارت کی حرکیات ان تجارتی راستوں سے نمایاں طور پر تبدیل ہوتی ہیں. ان کے اثرات کا اندازہ یہاں پایا جاسکتا ہے:

چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC)

عالمی منڈی پر اثرات: اس راستے کا عالمی معاشیات پر بہت اثر ہے۔ چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) مغربی چین سے بحیرہ عرب کی بندرگاہ گوادر تک ایک اہم اقتصادی راستہ بن گیا ہے۔ چین کے پاس اب عالمی منڈیوں میں داخل ہونے کا تیز اور زیادہ موثر طریقہ ہے، خاص طور پر یورپ اور مشرق وسطیٰ میں۔

چین پر اثرات: CPEC چین کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ بحیرہ جنوبی چین اور آبنائے ملاکا کے پار مسدود اور وقت طلب سمندری راستوں پر اپنا انحصار کم کر سکے۔ اسکی وجہ سے چین کی تجارت کی پائیداری اور حفاظت اس کے سپلائی نیٹ ورکس کی کمزوری کو کم کر کے بہتر کی جاسکتی ہے.

گوادر پورٹ: گوادر پورٹ خلیج فارس کے داخلی راستے پر اس کے فائدہ مند مقام کی وجہ سے بین الاقوامی تجارت پر نمایاں اثر ڈالتا ہے۔ یہ چین مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے درمیان تجارت کو آسان بنا دیتا ہے۔

چین پر اثرات: گوادر پورٹ چینی برآمدات کو غیر ملکی منڈیوں تک پہنچنے کے لیے ایک مختلف راستہ فراہم کرتا ہے۔ اور یہ چین کی بیلٹ اینڈ روڈ انیشیئیٹو (BRI) کا ایک اہم مرکز ہے۔ سمندری تجارت کے لحاظ سے یہ بحیرہ جنوبی چین اور آبنائے ملاکا پر چین کا انحصار کم کرتا ہے۔

مشرقِ وسطیٰ اور افریقہ پر اثرات۔ گوادر پورٹ مشرقِ وسطیٰ اور افریقی ممالک کے لیے چینی اور ایشیائی منڈیوں تک پہنچنے کا زیادہ سیدھا راستہ فراہم کرتا ہے۔ یہ ان علاقوں سے مصنوعات کی اپ لوڈنگ اور ان لوڈنگ کے لیے ایک مرکز کے طور پر بھی کام کر سکتا ہے۔

کراچی پورٹ: کراچی پورٹ پاکستان کی سب سے معروف اور سب سے بڑی بندر گاہ ہے۔ یہ ملک کی تجارت کے ایک بڑے حصے کو سہارا دیتا ہے۔ یہ بحیرہ عرب کے داخلی راستے کے طور پر کام کرتا ہے۔

علاقائی تجارت پر اثرات: کراچی بندر گاہ مشرقِ وسطیٰ کے متعدد ممالک جیسے سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور قطر کے ساتھ تجارت کو آسان بنانا ضروری ہے۔ مزید یہ کہ وسطی ایشیاء جانے والے سامان کی ترسیل کے لیے یہ چینل کا کام کرتا ہے۔

علاقائی رابطے پر اثرات: کراچی کی بندر گاہ سڑک اور ریل نیٹ ورک سے منسلک ہے۔ یہ موثر ہے اور رابطے کا بہترین ذریعہ ہے اور سامان کو وسط ایشیاء تک لے جانا ممکن بناتا ہے۔ یہ علاقائی تجارت اور اقتصادی انضمام کو فروغ دیتا ہے۔ آخر میں چین، وسطی ایشیاء اور مشرقِ وسطیٰ کے ساتھ تجارت بہت متاثر ہوتی ہے، تیز اور زیادہ موثر تجارتی راستے، ہجوم والے پوائنٹس پر انحصار کم کرتے ہیں اور اقتصادی انضمام کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ تاہم بہت سے دوسرے عناصر جیسے سیاسی استحکام، سلامتی، بنیادی ڈھانچے کی ترقی اور علاقائی تعاون اور اقتصادی اتحاد میں حصہ لینے کی قوموں کی خواہش بھی ان کی کامیابی میں کردار ادا کرتی ہے۔

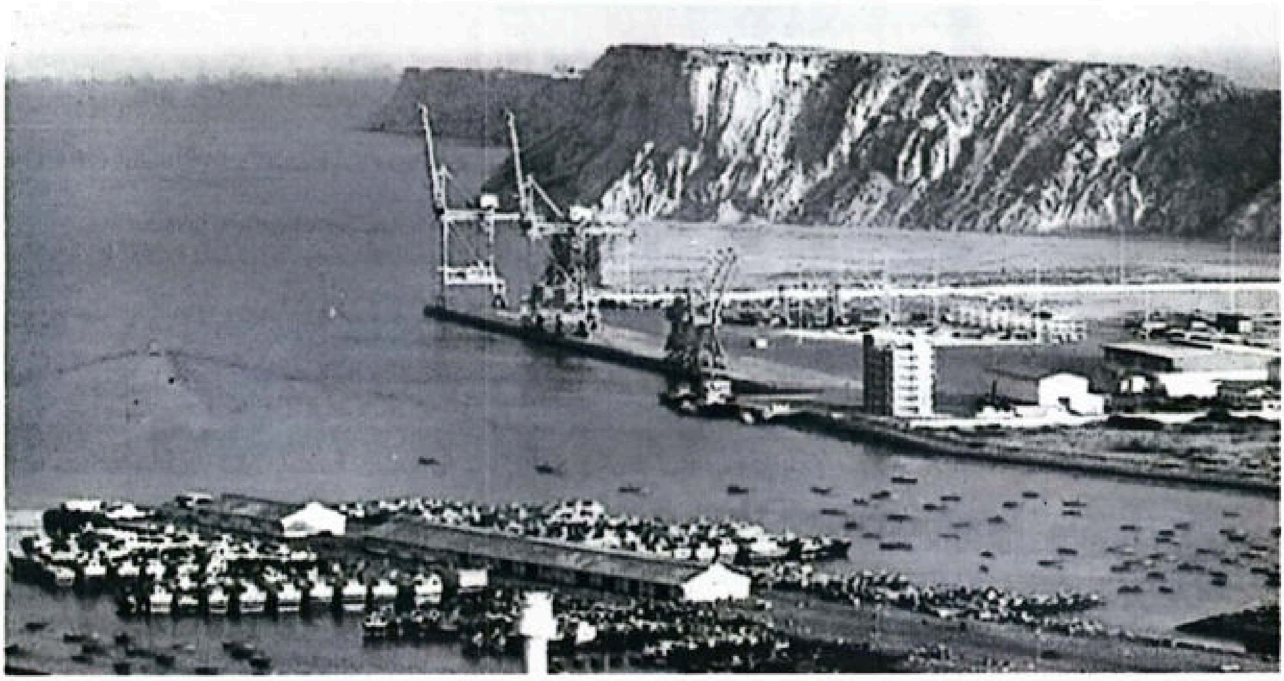

عالمی تجارت کو متاثر کرنے والے عوامل

ا۔ تجارتی معاہدے: چین پاکستان اقتصادی راہداری (C P E C) ایک اہم دو طرفہ (دونوں ممالک کے درمیان) معاہدہ ہے۔ یہ پاکستان کی گوادر بندر گاہ کو چین کے شمال مغربی علاقے سے جوڑتا ہے۔ یہ تجارتی راہداری مصنوعات اور خدمات کے تبادلے کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور چین اور پاکستان کے درمیان اقتصادی رکاوٹیں دور کرتی ہے۔

۲۔ ٹیکس: سی پی ای سی کے اہم فوائد میں سے ایک چین اور پاکستان کے درمیان تجارتی پابندیوں اور محصولات میں کمی ہے۔ اس کے نتیجے میں دونوں ممالک کے درمیان تجارت مزید بڑھ جاتی ہے۔ موثر اور درآمدات اور برآمدات کی اس سے حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ کراچی پورٹ پاکستان کی سب سے بڑی اور مصروف ترین بندرگاہ ہے۔ اس میں ٹیکس کے ساز گار ڈھانچے ہیں اور یہ مختلف طریقوں سے قوموں کے ساتھ تجارت کی لاگت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

۳۔ نقل و حمل کے اخراجات: گوادر پورٹ وسطی ایشیاء اور مشرقی وسطی میں جانے والی اشیاء کے لیے نقل و حمل کے اخراجات کو کم سے کم سطح پر رکھنے میں مدد دیتی ہے۔ اہم شپنگ لین کے قریب مقام ہونے کی وجہ سے یہ فائدہ مند بھی ہے۔ موثر انتظام سے تجارتی اخراجات نمایاں طور پر متاثر ہو سکتے ہیں۔

۴۔ سیاست میں استحکام: پاکستان کا سیاسی استحکام تجارتی نیٹ ورک کے تحفظ اور توسیع کے لیے اہم ہے۔ سیاسی افراتفری یا عدم استحکام کی وجہ سے تجارتی بہاؤ میں خلل پڑ سکتا ہے۔ جس سے ملٹی نیشنل فرموں کے لیے مسئلہ بن سکتا ہے۔

۵۔ مارکیٹ کی طلب: چین وسطی ایشیاء اور مشرقی وسطی میں سامان اور خدمات کی مانگ ان راستوں سے بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر تجارت کی خواہش مند فرموں کے لیے منڈی کے خدوخال، صارفین کی ترجیحات اور بڑھتی ہوئی صنعتوں کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

۶۔ بنیادی ڈھانچہ کی ترقی: گوادر پورٹ اور CPEC کے بنیادی ڈھانچے سے متعلق منصوبے جیسے سڑک، ریل اور توانائی کے ذرائع رابطوں کو بڑھاتے ہیں اور منتقلی کے اوقات میں کمی لاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں تجارت کے موثر ہونے میں اضافہ پیدا ہوا ہے۔

ـ سیکورٹی کے مسائل: تجارتی راستوں کے ساتھ کچھ علاقوں میں سیکورٹی کے مسائل کی وجہ سے تجارتی سرگرمیاں لاحق ہو سکتی ہیں۔ ان راستوں کو جاری رکھنے کے لیے کارگو اور ملازمین کی حفاظت کی ضمانت قابلِ اعتماد ہونی چاہیے۔

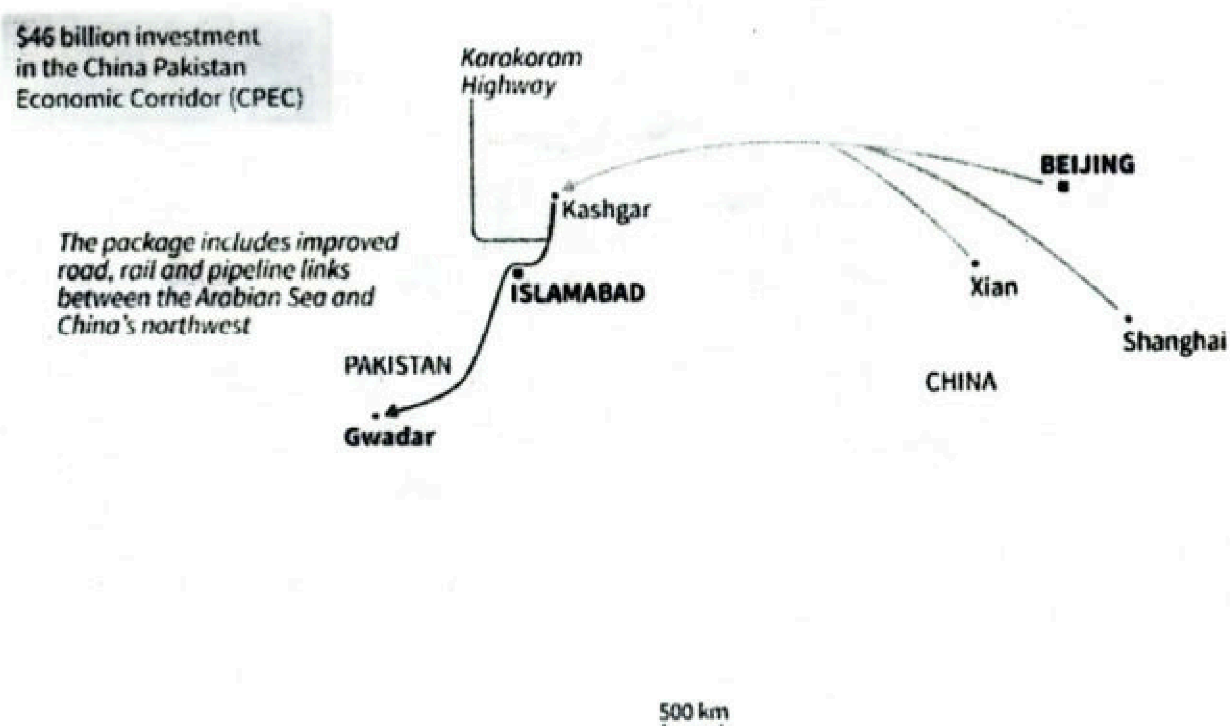

۸۔ جغرافیائی سیاسی عوامل: ان راستوں کو استعمال کرنے والے تجارتی معاہدے اور شراکت دار متاثر ہو سکتے ہیں۔ خطے میں جغرافیائی سیاسی عوامل سے بشمول ،ہندوستان امریکہ اور روس جیسی دیگر اقوام کی شرکت اہمیت رکھتی ہے۔

۹۔ ماحولیاتی تحفظات: جب تجارت میں اضافہ ہوتا ہے تو ماحولیاتی آلودگی بھی بڑھ جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ چین، وسطی ایشیاء اور مشرقی وسطی کے ساتھ بین الاقوامی تجارت پر پاکستان کے تجارتی راستوں کے اثرات کثیر جہتی اور متعدد عوامل سے متاثر ہیں۔ مزید برآں ان عوامل کی مسلسل نگرانی اور انتظام کی بھی ضرورت ہے۔

پاکستان میں تجارت بڑھانے کے لیے اندرونی چیلنجز اور پائیدار حل

جب بین الاقوامی سطح پر اپنا حصہ بڑھانے کی بات آتی ہے تو ترقی پذیر ممالک کو اکثر اندرونی چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا پاکستان کو مختلف قسم کے اندرونی مسائل کا بھی سامنا ہے۔ ان مشکلات کے کئی رخ ہو سکتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے جڑے ہو سکتے ہیں۔ اس کے لیے طویل مدتی علاج کی ضرورت ہے جو بنیادی وجوہات سے نمٹ سکیں۔ ذیل میں کئی اندرونی مسائل اور ممکنہ حل کا تجزیہ ہے۔

۱۔ بنیادی ڈھانچے کی کمی

رکاوٹ: ناقص توانائی، لاجسٹک سی اور نقل و حمل کا بنیادی ڈھانچہ تجارت کو زیادہ مہنگا اور وقت طلب بنا سکتا ہے۔

حل: پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے ذریعے انفراسٹرکچر کی ترقی میں سرمایہ کاری کریں، اندرونی سٹرکچرل پروجیکٹس میں براہ راست غیر ملکی سرمایہ کریں (FDI) کی حوصلہ افزائی کریں، اور موجودہ اثاثوں کی انتظامیہ کے دیکھ بھال کو بہتر بنائیں۔

۲۔ انتظامیہ ریڈ ٹیپ

رکاوٹ: مشکل اور گھسیٹنے والے بیوروکریٹک طریقہ کار جیسے ریگولیٹری اور کسٹم رکاوٹیں تجارت کو دیا جا سکتا ہے اور کاروبار کرنے کی لاگت کو بڑھا سکتا ہے۔

حل: تجارت کو فروغ دینے کے لیے بے مقصد قوانین کو کم کرنا ضروری ہے۔ کسٹم کے کھلے اور موثر قوانین بنانے کو یقینی بنائیں۔

۳۔ تجارتی سہولت اور فروغ کے لیے کمزور ادارے

رکاوٹ: تجارتی سہولت کے مراکز میں محدود صلاحیتیں ہو سکتی ہیں۔ اس لیے برآمدات کو فروغ دینے اور منڈیوں کو وسعت دینے کی کوششوں میں رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔

حل: تجارتی سہولت مرکز کو مضبوط بنانے اور ان کے عملے کے ارکان کو تربیت دینا ضروری ہے۔

ایک مکمل برآمد مارکیٹنگ کا منصوبہ تیار کریں، تجارتی مالیات کی مدد کے لیے حکمت عملیوں کو نافذ کریں۔

۴۔ تربیت اور قابلیت کا چیلنج

چیلنج: کسی ملک کی عالمی تجارت میں مشغول ہونے کی صلاحیت ہنر مند افرادی قوت کی کمی اور تعلیم کی کم سطح کی وجہ سے محدود ہو سکتی ہے۔

حل: تعلیمی اور پیشہ ورانہ تربیتی پروگراموں میں سرمایہ کاری کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ ہنر مند کارکنوں کو تیار کیا جاسکے۔ ان پروگراموں کو لیبر مارکیٹ اور نئے شعبوں کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جانا چاہیے۔

۵۔ پریشان کن ریگولیٹری فریم ورک

چیلنج: ناقص لاگو ضوابط بین الاقوامی سرمایہ کاری اور تجارت کی حوصلہ شکنی کر سکتے ہیں۔

حل: کاروبار کے موافق ماحول قائم کرنے کے لیے قواعد کا نفاذ ضروری ہے۔ بین الاقوامی اصولوں اور معاہدوں کے نفاذ کو بہتر بنانے کے لیے مناسب طریقے سے عمل کیا جاسکتا ہے۔

۶۔ سستے قرضوں تک رسائی

چیلنج: فنانسنگ ایک بڑا چیلنج ہے جو خاص طور پر کاروباری ادارے کی توسیع کو محدود کر سکتا ہے۔

حل: چھوٹے اور درمیانے کاروباروں کے لیے قرضوں کی حدیں بتائی جائیں اور اس میں توسیع کریں۔ مائیکرو فنانس تنظیموں کی ترقی کو فروغ دیا جائے۔

۷۔ سیاسی اور پالیسی استحکام

چیلنج: مسلسل سیاسی عدم استحکام اور پالیسی میں تبدیلیاں سرمایہ کاروں کے اعتماد کو کم کر سکتی ہیں اور تجارتی رکاوٹوں کا سبب بن سکتی ہیں۔

۸۔ کرپشن اور شفافیت:

چیلنج: کرپشن کی وجہ سے کاروبار کرنا بہت مہنگا پڑتا ہے اور معاملات کو ضرورت کے مطابق حل کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔

حل: انسداد بدعنوانی کے اقدامات کو مضبوط کیا جانا چاہیے۔ شفافیت کو بہتر بنایا جائے اور اچھی حکمرانی کو فروغ دیا جانا چاہیے۔ ٹیکنالوجی پر مبنی تجویز دے کر بدعنوانی کو کم کریں۔

CPEC پراجیکٹس کی مالیت 46 ملین ڈالر تھی جو کہ 65 ملین تک تجاوز کر گئی

معلومات کو وسیع کریں

https://tdap.gov.pk
https://www.nlc.com.pk>dry-ports

۹۔ ٹیکنالوجی اور تخلیقی صلاحیتوں تک رسائی

چیلنج: اصلیت کی کمی اور ٹیکنالوجی تک محدود رسائی مسابقتی ہونے کو مشکل بنا سکتی ہے۔

حل: ترقی یافتہ ممالک اور بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ تعاون کے ذریعے ٹیکنالوجی کی منتقلی کو فروغ دینا، تخلیق اور ترقی میں سرمایہ کاری کرنا اور مالی مراعات کے ذریعے تخلیقی صلاحیتوں کی حوصلہ افزائی کرنا۔

پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک اپنی تجارتی کارکردگی کو بہتر بنا سکتے ہیں اور ان اندرونی مشکلات سے نمٹنے کے ذریعے آہستہ آہستہ عالمی تجارت میں اپنا حصہ بڑھا سکتے ہیں جس سے معاشی استحکام اور خوشحالی کو فروغ ملے گا۔ یہ حل ایک جامع منصوبے کا حصہ ہونا چاہیے جس میں قومی اور بین الاقوامی شراکت داروں کے ساتھ ساتھ نجی اور سرکاری شعبوں کے درمیان تعاون شامل ہو۔

مشق

سوال نمبر ا: مندرجہ ذیل سوالات کے چار کثیر الانتخابی جوابات دیئے گئے ہیں، ان میں سے صحیح جواب کا انتخاب کریں۔

ا۔ ریل نیٹ ورک دور دراز اور ناہموار علاقوں میں ---------------- وسیع ہیں۔

الف۔ کم　　ب۔ زیادہ　　ج۔ بہت　　د۔ کوئی بھی نہیں

۲۔ ---------------- نقل و حمل کے تمام طریقوں میں سب سے سست ہے؟

الف۔ ریل　　ب۔ ہوائی　　ج۔ سڑک　　د۔ پانی

۳۔ سامان اور خدمات کی خرید و فروخت کی کارروائی کو ---------------- کہا جاتا ہے۔

الف۔ دکان داری　　ب۔ آئن لائن خریداری　　ج۔ تجارت　　د۔ اشیاء کا استعمال

۴۔ ہنر مند افرادی قوت ملک کی ---------------- ترقی کا کلیدی عنصر ہے۔

الف۔ معاشی　　ب۔ سماجی　　ج۔ سیاسی　　د۔ ثقافتی

۵۔ لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں ---------------- سے سفر کرتے ہیں۔

الف۔ بس　　ب۔ ٹرین　　ج۔ کشتی　　د۔ ہوائی جہاز

۶۔ خشک بندرگاہیں، سمندری بندرگاہوں یا درآمدی اور برآمدی سامان سے زیادہ ---------------- ہیں۔

الف۔ سستی　　ب۔ قابل اعتماد　　ج۔ آرام دہ　　د۔ موزوں

۷۔ ---------------- سرمایہ کاروں کو اعتماد کم کر سکتا ہے۔

الف۔ سیاسی عدم استحکام　　ب۔ مالی دباؤ　　ج۔ سخت قوانین　　د۔ شفافیت کا فقدان

۸۔ گنجان آباد علاقوں میں سڑکوں کے وسیع نیٹ ورک ہوتے ہیں۔

الف۔ کارگو ب۔ درآمد شدہ سامان ج۔ بہت بڑی ٹریفک د۔ نازک سامان

۹۔ RedTapl کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

الف۔ حکمت عملی حذف کریں ب۔ کرکٹ کی گیند ج۔ سٹاپ کا نشان د۔ دوری لپیٹنا

۱۰۔ ترقی پذیر ممالک میں تجارت بڑھانے کے لیے ایک بڑا چیلنج.................ہے۔

الف۔ آبادی کا کنٹرول ب۔ سیاسی عدم استحکام ج۔ کرپشن د۔ صفائی

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ بین الاقوامی تجارت کے تناظر میں پاکستان کے تجارتی راستوں کی اہمیت بیان کریں۔

۲۔ ٹپوگرافی سے کیا مراد ہے؟

۳۔ خشک بندرگاہیں روایتی سمندری بندرگاہوں پر انحصار کم کر سکتی ہیں؟

۴۔ پاکستان میں سی پی ای سی (CPEC) کی اہمیت پر پیراگراف لکھیں۔

۵۔ ہوائی نقل و حمل کو سب سے مہنگا کیوں سمجھا جاتا ہے؟

۶۔ پاکستان بین الاقوامی مارکیٹ میں تجارت میں اپنا حصہ کیسے بڑھا سکتا ہے۔ پانچ نکات تجویز کریں۔

سوال نمبر ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

۱۔ نقل و حمل کے ذریعوں کے فوائد اور نقصانات کے بیان کریں۔

۲۔ تجارت میں خشک بندرگاہوں کے فوائد لکھیں۔

۳۔ پاکستان کی معیشت میں تجارت کے کردار کا تجزیہ کریں۔

۴۔ بین الاقوامی سلوک میں پاکستان کے ریاستی راستوں کے اثر سوخ کا اندازہ لگائیں۔ خاص طور پر گوادر پورٹ اور کراچی کی بندرگاہ کے کردار کا ذکر کریں۔

۵۔ پاکستان اپنی بین الاقوامی تجارت کو کس طرح بڑھا سکتا ہے اس سلسلے میں مناسب تجاویز پیش کریں۔

موازنہ اور تضاد

سڑک کی نقل و حمل کا طریقہ مسافروں اور کارگو کے لحاظ سے ہوائی نقل و حمل کے طریقہ سے بہتر ہے کہ نہیں؟

پراجیکٹ

پاکستان میں CPEC تجارتی راستوں کو تلاش کرنے کے لیے ایک "ٹریک روٹ ٹریولاگ" ڈیزائن کریں۔

لغت

لاجسٹکس:	گاہکوں تک سامان کی نقل و حمل کی تجارتی سرگرمی
ہموار:	موثر
جلدی:	تیز
حوصلہ افزائی:	حوصلہ بڑھانا
اخراج:	رہائی، خارج
آلودگی	نجاست، زہر کیمیکل
خاتمہ:	کم کرنا، آسانی کرنا
کاروباریت:	منافع کمانے کے لیے، غیر یقینی صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لیے کاروباری ادارے کو تیار کرنے، منظم کرنے اور چلانے کی صلاحیت اور تیاری
حرکیات:	وہ قوتیں یا خصوصیات جو کسی نظام یا عمل کے اندر ترقی یا تبدیلی کو جنم دیتی ہیں
افراتفری:	خرابی، انتشار، بے ترتیبی، اُلجھن

استاد کی مدد سے، اس باب میں شامل وہ الفاظ کو آپ کو مشکل لگتے ہیں ان کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔